حواشی امام احمد رضا
عربی اردو
درمختار کے حاشیہ طحطاوی پر حواشی
تصنیف لطیف
مجدد اعظم امام احمد رضا محدث بریلوی قدس سرہ
ترجمہ و تحقیق
مولانا محمد صدیق ہزاروی
www.jannatikaun.com

بفیض حضور مفتیٔ اعظم

حضرت علامہ شاہ محمد مصطفیٰ رضا قادری نوری رضی اللہ عنہ

حواشی امام احمد رضا

عربی اُردو

درمختار کے حاشیہ طحطاوی پر حواشی

تصنیف

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قادری قدس سرہٗ

ترجمہ و تحقیق

مولانا محمد صدیق ہزاروی

فہرست

مضمون	صفحہ

علّامہ غلام رسول سعیدی

شیخ الحدیث جامعہ نعیمیہ۔ لاہور

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہ ونصلی ونسلم علیٰ رسولہ الکریم

اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی قدس سرہ کے متعدد کتب پر قلمی حواشی موجود ہیں جن میں اکثر ہنوز زیورِ طبع سے آراستہ نہیں ہوئے ہیں، انہیں نایاب اور نادر حواشی میں سے زیرِ نظر حاشیہ طحطاوی علی الدر المختار ہے۔

پہلے یہ رواج عام تھا کہ علماء اپنی تصانیف میں متعدد کتابوں کی عبارتیں ذکر کرتے اور جلد یا صفحہ کی نشاندہی نہیں کرتے تھے، حدیث شریف ذکر کر دیتے اور اس کی تخریج نہیں کرتے تھے لیکن اب قارئین کی سہولت کی خاطر عام طور پر یہ طریقہ اختیار کر لیا گیا ہے کہ جس کتاب کا متن میں ذکر ہو، حاشیہ میں اس کی جلد اور صفحہ اور مصنف کے نام اور سنِ وفات کی بھی تصریح کر دی جائے۔

مولانا محمد صدیق صاحب سعیدی ہزاروی (شکر اللہ سعیہم) نے انتہائی عرق ریزی سے اعلیٰ حضرت کے ان حواشی کے مراجع اور ماخذ، اصل کتابوں سے تلاش کئے اور ان کو جلد اور صفحہ کی قید کے ساتھ حاشیہ میں ذکر کیا اور اس کا انتہائی سہل اور دل نشین ترجمہ کیا، اللہ تعالیٰ موصوف کی اس محنت کو ثمر آور کرے اور مقبولیتِ عامہ عطا فرمائے۔

حضرت حکیم محمد موسیٰ صاحب امرتسری کو اللہ تعالیٰ جزائے خیر دے وہ اعلیٰ حضرت کی علمی شخصیت کو متعارف کرانے کے لئے اور ان کے فیض کو جاری رکھوانے کے لئے اعلیٰ حضرت کی تحقیقات کو سامنے لاتے رہتے ہیں، اس رسالہ کی طباعت بھی انہی کی مساعی کا ثمرہ ہے۔

غلام رسول سعیدی غفرلہٗ

علامہ حافظ عبدالحی چشتی قدس سرہ [۱]

سابق شیخ الحدیث جامعہ نظامیہ رضویہ۔ لاہور

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نحمدہ اللہ العلی العظیم ونصلی ونسلم علی حبیبہ ورسولہ الکریم

اما بعد عرض اینکہ میرے عزیز مکرم وہمدم محترم مولانا مولوی محمد صدیق صاحب ہزاروی مدرس دارالعلوم جامعہ نظامیہ اندرون لوہاری دروازہ، لاہور و خطیب جامع مسجد خراسیاں، لوہاری منڈی لاہور، جو افاضلِ روزگار میں سے ہیں، نے اپنی ہمتِ عالی کے پیشِ نظر ایک نایاب علمی خزانہ کو منظرِ عام پر لانے کی سعی فرمائی ہے، مولانا موصوف نے اعلیحضرت بریلوی قدس سرہ کے وہ نادر حواشی جو اعلیحضرت نے طحطاوی شرح الدر المختار اور معالم التنزیل یعنی تفسیر امام بغوی پر چڑھاتے ہیں، ترجمہ و شرح کے ساتھ مراجع حواشی کے حوالوں کو بھی تلاش کر کے ساتھ قلم بند کر دیا ہے، جزاہ اللہ تعالیٰ احسن الجزاء۔

موصوف نے آج اپنی اس علمی پیداوار کی کتابت شدہ کاپیاں مجھے دکھائیں جن کو میں نے مختلف جگہوں سے دیکھا، الحمد للہ! کام بڑی تندہی اور پوری جدوجہد سے کیا گیا ہے اور جہاں تک میرا اندازہ ہے، ہر ذی علم موصوف کی اس علمی بیش بہا خدمت کو دیکھ کر موصوف کا شکر گزار ہوگا۔

میں دعا گو ہوں، اللہ تعالیٰ موصوف کی اس دینی اور علمی سعی کو مشکور فرمائے اور موصوف کو ماجور، وما ذالک علی اللہ بعزیز، والسلام

۲۷ اگست ۱۹۸۱ء

حافظ محمد عبدالحی چشتی غفرلہ ربہٗ

مفتی بہاولپور و سابق شیخ الحدیث دارالعلوم النظامیہ و اسلامیہ یونیورسٹی بہاولپور

---

[۱] پانچ جنوری ۱۹۸۲ء کو آپ کا وصال ہوگیا۔ انا للہ وانا الیہ راجعون

[۲] تفسیر معالم التنزیل پر حواشی بھی مجلس رضا کی طرف سے چھپ چکے ہیں۔

تعارف

علم و فضل کے آفتاب درخشاں امام احمد رضا بریلوی قدس سرہٗ، کا شماران نابغۂ روزگار شخصیات میں ہوتا ہے جن پر خود زندگی ناز کرتی ہے۔ آپ ۱۰ ر شوال المکرم ۱۲۷۲ھ/ ۱۴ ر جون ۱۸۵۶ء میں بریلی شریف (بھارت) کے ایک علمی و روحانی خانوادے میں پیدا ہوئے۔ والد ماجد مولانا نقی علی خان (م ۱۲۹۷ھ/ ۱۸۸۰ء) اپنے وقت کے جید عالم دین تھے۔

امام احمد رضا بریلوی نے چار سال کی عمر میں قرآن مجید ناظرہ ختم کیا اور تیرہ برس کی عمر میں صرف، نحو، ادب، حدیث، تفسیر، کلام، فقہ، اصول، معانی و بیان، تاریخ، جغرافیہ، ریاضی، منطق، فلسفہ اور ہیئت وغیرہ تمام علوم دینیہ عقلیہ و نقلیہ کی تکمیل کر کے ۱۴ ر شعبان ۱۲۸۶ھ کو سندِ فراغت حاصل کی، اور اسی روز مسئلہ رضاعت پر پہلا فتویٰ تحریر فرمایا۔

آپ کو مذکورہ بالا علوم کے علاوہ تاریخ، لغت، ارثماطیقی، جبر و مقابلہ، حساب سینی، لوگارثمات، توقیت، اکر، زیجات، مثلث کروی، مثلث سطح، ہیئت جدیدہ، جفر، علم الفرائض عروض و قوافی، نجوم، نظم و نثر فارسی، نظم و نثر ہندی، خطِ نسخ، خطِ نستعلیق وغیرہ میں کمال فن حاصل تھا۔ درس و تدریس، فتاویٰ نویسی، تصنیف و تالیف، احیاء اسلام، رد بدعات و منکرات اور تجدید عشق رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم جیسی اہم مصروفیات سے بھرپور زندگی کے تقریباً ارسٹھ سال گذارنے کے بعد آپ نے ۲۵ ر صفر المظفر ۱۳۴۰ھ/ ۱۹۲۱ء کو اس دار فانی سے کوچ کر کے ابدی زندگی حاصل کی۔

امام احمد رضا بریلوی قدس سرہ نے تقریباً پچاس علوم وفنون پر تقریباً ایک ہزار علمی تحقیقی تصانیف یادگار چھوڑی ہیں۔ خصوصاً بڑے سائز کی بارہ ضخیم مجلدات پر مشتمل فتاویٰ رضویہ، جو علوم وفنون کا مستقل انسائیکلوپیڈیا ہے، آپ کی علمی کاوشوں اور اجتہادی بصیرت کا نادر شاہکار ہے۔ آپ نے تفسیر، حدیث، فقہ اور دیگر علوم وفنون کی کم وبیش تمام کتب متداولہ پر حواشی تحریر فرمائے جن میں کچھ چھپ چکے ہیں جبکہ بعض منتظر طباعت ہیں۔

جناب سید ریاست علی رضوی (مینیجر ٹیلیفون انڈسٹریز آف پاکستان کراچی سیلز ڈیپارٹمنٹ) نے ۱۹۷۹ء میں بریلی شریف میں قیام کے دوران اعلیٰحضرت امام احمد رضا بریلوی کی کتب ورسائل کے بارے مختلف حضرات سے تبادلۂ خیال کیا جو سودمند ثابت ہوا اور اس کے نتیجے میں حضرت مولانا خالد علی خان صاحب (نواسہ حضرت مفتی اعظم ہند شاہ مصطفےٰ رضا خان بریلوی) نے اُن کے جذبات کی قدر کرتے ہوئے باسٹھ (۶۲) غیر مطبوعہ حواشی اور کچھ مطبوعہ رسائل مہیا فرمائے۔

اہلِ سنت وجماعت، ہردو حضرات کے ممنون احسان ہیں کہ انہوں نے حضرت فاضل بریلوی کی علمی وتحقیقی کاوشوں سے استفادہ کا موقع بہم پہنچایا۔ فجزاھم اللہ احسن الجزاء۔

زیر نظر حواشی، حاشیۃ الطحطاوی علی الدر المختار پر فاضل بریلوی کی علمی تعلیقات ہیں جن کی تحقیق وترتیب اور ترجمہ کے ضمن میں راقم نے حتی المقدور سعی کی ہے؛ تاہم علمی بے بضاعتی کے پیش نظر کوتاہی کا اعتراف ہے اور قارئین سے مفید مشوروں اور اصلاح کی نہ صرف توقع بلکہ اپیل ہے۔

قابل قدر اساتذہ کرام حضرت علامہ مفتی محمد عبد القیوم ہزاروی اور حضرت علامہ مولانا محمد عبد الحکیم شرف قادری دامت برکاتہم العالیہ نے قدم قدم پر راہنمائی فرما کر میرے لیے اسے سہل بنایا اور حضرت علامہ مولانا علی احمد سندیلی نے نظر ثانی کے ذریعہ تعاون فرمایا۔ راقم ان حضرات کا تہ دل سے

ممنون ہے۔

مرکزی مجلس رضا لاہور، کسی تعارف کی محتاج نہیں۔ اس کی دینی و ملی خدمات روزِ روشن کی طرح عیاں ہیں۔ حکیم اہلِ سُنّت حضرت حکیم محمد موسیٰ امرتسری مدظلہ العالی، اہلِ سُنّت وجماعت کے لیے سراپا خدمت، رافت وشفقت اور مشعل راہ ہیں۔ امام احمد رضا بریلوی کی علمی و روحانی شخصیت سے بغض و عداوت کی دبیز تہوں کو ہٹا کر ملتِ اسلامیہ کو ان کی شخصیت سے روشناس کرانے میں مرکزی مجلسِ رضا کا معتدبہ حصہ ہے۔ دعاگو ہوں کہ اللہ تعالیٰ مجلس کے تعمیری منصوبوں کو دن دوگنی رات چوگنی ترقی عطا فرمائے اور حضرت حکیم محمد موسیٰ سمیت اکابر اہلِ سُنّت کا سایہ ہمارے سروں پر تادیر قائم رکھے۔ آمین

محمد صدّیق ہزاروی

مدرس جامعہ نظامیہ رضویہ لاہور

متوطن: چھتر ڈاکخانہ چھتہ بٹہ

تحصیل وضلع مانسہرہ —— ہزارہ۔

علامہ سید احمد طحطاوی

(م ۱۲۳۱ھ / ۱۸۱۶ء)

فقہ حنفی کے مفتی شہیر علامہ سید احمد بن محمد بن اسماعیل دوقاطی، طحطاوی، سید محمد توقادی، رومی کی اولاد سے تھے۔ آپ کے والد ماجد، اسیوط (مصر) کے قریب، مقام طحطا میں سکونت پذیر تھے اور وہیں علامہ طحطاوی کی ولادت ہوئی۔

تحصیل علم سے فراغت کے بعد آپ قاہرہ تشریف لے گئے اور مفتی حنفیہ مقرر ہوئے۔

علم فقہ کے حصول کے لیے آپ نے شیخ وقت، شیخ محمد حریری قدس سرہٗ کے سامنے زانوئے تلمذ تہہ کیا۔

علامہ طحطاوی، علم و فضل میں یکتائے روزگار شخصیت کے مالک تھے۔

چار ضخیم جلدوں پر مشتمل در مختار پر حاشیہ، نور الایضاح کی شرح مراقی الفلاح پر حاشیہ اور موزوں پر مسح کے بارے میں رسالہ، آپ کے رشحاتِ قلم سے ہیں۔

تحقیق و تدقیق سے مزین یہ تصانیف شہرت تامہ رکھتی ہیں اور آپ کی فقہی بصیرت کا منہ بولتا ثبوت ہیں۔

مشہور حنفی فقیہ، علامہ ابن عابدین شامی قدس سرہٗ نے رد المحتار کی تصنیف میں آپ کے حواشی سے استفادہ کیا۔ ۱۵ رجب المرجب سنہ ۱۲۳۱ھ کو آپ کا وصال ہوا [1]

---

[1] عمر رضا کحالہ ، معجم المؤلفین ج ۲ ص ۸۱

〃 اسمٰعیل پاشا بغدادی، ہدیۃ العارفین ج ۱ ص ۱۸۴

〃 فقیر محمد جہلمی ، حدائق الحنفیہ ص ۴۶۸

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

امامِ طحطاوی[۱] ——— امام سید احمد طحطاوی، بسم اللہ الرحمٰن الرحیم کی تشریح میں لفظِ اسم کی اصل میں اختلاف کی طرف اشارہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ یا تو یہ سِمَۃٌ سے مشتق ہے یا وِسْمٌ سے، اول الذکر بصریوں کا مذہب ہے اور دوسرے قول کے قائل کوفی ہیں۔

اعلیحضرت[۱] ——— کوفیوں کے نزدیک اسم کا وِسْمٌ سے مشتق ہونا باب القلب سے ہے جیسے اُدْعٌ اصل میں اُدْوُعٌ تھا، واؤ کو مقدم کر کے ہمزہ سے بدل دیا گیا اور اَنْیُقٌ در اصل اَیْنُقٌ تھا۔

امامِ طحطاوی[۲] ——— بسم اللہ میں "ب" کے ظرف کا ذکر کرتے ہوئے، امامِ طحطاوی فرماتے ہیں کہ جمہور شارحین اور عام مفسرین کے نزدیک حرفِ جارہ کا متعلَّق اَقْرَأُ ہے جو بسم اللہ کے بعد مقدر ہے اور یہاں پانچ امور ہیں، متعلق فعل ہو فعل مضارع ہو، خاص فعل ہو، محذوف ہو اور مؤخر ہو، فعل خاص کے متعلق ہونے پر بطور دلیل علامہ طحطاوی فرماتے ہیں کہ شروع کئے جانے والے کام کی مناسبت سے فعل کا مقدر ہونا اولیٰ ہے۔

اعلیحضرت ——— جب شروع کئے جانے والے کام پر کوئی قرینہ موجود ہو تو پھر فعل خاص کی تقدیر میں کوئی حرج نہیں (مثلاً کھانا سامنے ہو تو اٰکُلُ مقدر ہوگا، قلم دوات اور کاغذ کا ہونا کتابت پر قرینہ ہے لہٰذا اَکْتُبُ فعل مقدر کیا جا سکتا ہے وعلیٰ ہٰذا القیاس)

طحطاوی ۳ —— اللہ تعالیٰ کی صفت رحمٰن اور رحیم کی بحث میں علامہ طحطاوی فرماتے ہیں کہ رحمٰن کا لفظ اللہ تعالیٰ کی ذات کے ساتھ خاص ہے، غیرِ خدا پر اس کا اطلاق نہیں ہوتا البتہ معنوی اعتبار سے یہ عام ہے کہ مومن اور غیر مومن سب سے متعلق ہوسکتا ہے لیکن رحیم لفظاً عام ہے کہ اللہ تعالیٰ کے علاوہ مخلوق پر بھی اس کا اطلاق ہوسکتا ہے (جیسے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے وَبِالْمُؤْمِنِیْنَ رَءُوْفٌ رَّحِیْمٌ فرمایا گیا) لیکن معنوی اعتبار سے صرف مومنین کے ساتھ اور وہ بھی آخرت میں، خاص ہے۔

اعلیٰحضرت —— صفتِ "رحیم" کا مومن کے ساتھ آخرت میں خاص ہونا اس وقت ہے جب کہ اس کا اطلاق اللہ تعالیٰ پر کیا جائے یعنی اللہ تعالیٰ کی صفت ہو۔

طحطاوی ۴ —— دونوں صفتوں میں سے کونسی ابلغ ہے؟ اس اختلاف کی طرف اشارہ کرتے ہوئے امام طحطاوی فرماتے ہیں کہ بعض کے نزدیک "رحمٰن" ابلغ ہے اور یہی قول زمخشری کا مختار ہے اور بعض کے نزدیک "رحیم" ابلغ ہے، قولِ ثانی کی ترجیح پر بطورِ دلیل امامِ طحطاوی نے حدیث بیان کی: رحیم الدنیا و رحمٰن الآخرۃ۔

اعلیٰحضرت —— امام احمد رضا بریلوی فرماتے ہیں کہ حدیثِ پاک کے الفاظ میں رحمٰن اور رحیم دونوں کو دنیا و آخرت سے متعلق بیان کیا گیا چنانچہ فرمایا گیا رحمٰن الدنیا والآخرۃ و رحیمھما لہٰذا صفتِ رحیم کو دنیا اور رحمٰن کو آخرت سے متعلق بیان کرنا الفاظِ حدیث میں تبدیلی ہے اور یہ تفنن کی قسم سے ہے ورنہ حدیثِ پاک کے الفاظ دونوں مذاہب کا رد کرتے ہیں، ان کا بھی جو رحمٰن کو خاص مانتے ہیں اور ان کا بھی جو رحیم کو

خاص مانتے ہیں لہذا بہتر وہی ہے جسے بعد میں علامہ طحطاوی نے خود بیان کیا وقیل الاظہران جہۃ المبالغۃ فیہما مختلفۃ فمبالغۃ فعلان من حیث الاستیلاء والغلبۃ ومبالغۃ فعیل من حیث التکرار۔

طحطاوی ۵ بسم اللہ پڑھنے کے احکامات ومقامات کا ذکر کرتے ہوئے امام طحطاوی فرماتے ہیں کہ بعض جگہ بسم اللہ پڑھنا مکروہ ہے اور انہی مقامات میں سے ایک سورۂ برارت سے ابتداء قرارت ہے لیکن بعض مشائخ نے یہ قید لگائی ہے کہ جب سورۂ برارت کو سورۂ انفال سے ملاکر پڑھے تو مکروہ ہے ورنہ سورۂ برارت سے ابتداء ہو تو سنت ہے، اس کے بعد ان مقامات کا ذکر کیا ہے جہاں بسم اللہ پڑھنا مباح ہے۔

اعلیحضرت ——— امام احمد رضا بریلوی فرماتے ہیں، میں کہتا ہوں کہ یہی بات اس حدیث پاک سے ثابت ہے جس میں حضرتِ عثمان رضی اللہ عنہ نے سورۂ برارۃ کے شروع میں بسم اللہ نہ لکھنے کی وجہ بیان فرمائی [۱]

---

[۱] حضرتِ ابنِ عباس رضی اللہ عنہما نے حضرتِ عثمان ذی النورین رضی اللہ عنہ سے پوچھا کہ سورۂ انفال اور سورۂ برارۃ کے درمیان "بسم اللہ الرحمٰن الرحیم" نہ لکھنے کی وجہ کیا ہے؟ آپ نے فرمایا جب کوئی آیت نازل ہوتی تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کاتبینِ وحی کو بلاکر حکم فرماتے کہ اس آیت کو فلاں سورت میں درج کردو، سورۂ انفال مدینہ طیبہ میں نازل ہونے والی ابتدائی سورتوں میں سے ہے جبکہ سورۂ برارۃ آخرِ قرآن سے ہے، ان دونوں کے بیان کی مشابہت کی وجہ سے میں نے ان کو ایک شمار کیا، بعد ازاں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم وصال فرماگئے اور آپ نے ان دونوں سورتوں کے ایک ہونے کے بارے میں کچھ نہیں فرمایا پس میں نے ان دونوں کو بسم اللہ لکھے بغیر ملادیا (الحدیث ملخصاً) (ترمذی شریف صفحہ ۱۴۲)

طحطاوی ——— امام طحطاوی نے فرمایا کہ بعض جگہ بسم اللہ پڑھنا حرام ہے جس طرح حرام کام کے آغاز کے وقت، بلکہ بعض اوقات قائل کافر ہو جاتا ہے، اس پر خلاصہ کی عبارت نقل کی کہ "اگر شراب پینے، حرام کھانے یا زنا کا ارتکاب کرتے وقت بسم اللہ پڑھی تو کافر ہو جائے گا" کیونکہ یہ قطعی حرام کو حلال سمجھنا ہے اور بسم اللہ وہاں لائی جاتی ہے جہاں اللہ تعالیٰ کی رضا اور اذن ہو کیونکہ اس کے نام سے برکت یا امداد کا حصول اس کی رضا کے بغیر متصور نہیں چنانچہ اگر کوئی شخص ایک بکری چوری کر کے اس پر بسم اللہ پڑھ کر دم کرے، پھر وہ مالک کو مل جائے تو کیا وہ اسے کھائے؟ صحیح بات یہ ہے کہ وہ نہ کھائے کیونکہ اس چور نے حرام قطعی پر بسم اللہ پڑھ کر کفر کا ارتکاب کیا ہے اس لئے کہ نہ تو وہ اس بکری کا مالک ہے اور نہ ہی اسے مالک کی اجازت حاصل ہے۔

اعلیٰحضرت ——— اعلیٰ حضرت نے علامہ طحطاوی کے ساتھ مسئلۂ مذکورہ میں اختلاف کرتے ہوئے اسے خلافِ معتمد علیہ قرار دیا ہے اور فتاویٰ شامی کے حوالہ سے بتایا کہ یہ صحیح نہیں اور یہ بھی بتایا کہ فتاویٰ رضویہ میں خود آپ نے اس مسئلہ کو ذبائح کی بحث میں بیان فرمایا ہے۔

شامی میں ہے :-

وفیہ نظر لان المعتمد خلافہ بدلیل قولھم بصحۃ التضحیۃ بشاۃ الغصب واختلافھم بشاۃ الودیعۃ ولھذا قال السائحانی اقول ھذا ینافی ما تقدم فی الغصب وفی الاضحیۃ فلا یعول علیہ [۱]

---

[۱] ردالمختار : جز ۵، ص ۳۰۷، کتاب الصید۔

خود علامہ طحطاوی نے کتاب الاضحیہ میں کما یصح لو ضحی بشاۃ الغصب کی تشریح میں لکھا ہے :-

یستفاد منہ حل الذبیحۃ بالضمان وعدم الکفر بالتسمیۃ علی الحرام القطعی بل لا یکفر الا بالاستحلال[1]

پھر حاشیہ طحطاوی علی مراقی الفلاح میں ہے :-

وینبغی ان توکل ھذہ الشاۃ[2]

طحطاوی[7] ــــ درِ مختار کے مصنف حضرتِ علامہ علاؤ الدین حسکفی نے کتاب کے خطبہ میں اللہ تعالیٰ کو مخاطب کرتے ہوئے لکھا یامن شرحت "اے وہ ذات جس نے ہمارے سینوں کو کھول دیا" اس پر علامہ طحطاوی فرماتے ہیں کہ یامن کا مطلب ہے اے وہ ذات جسے پکارا گیا، اور یہ اندازِ تخاطب تعظیمِ خداوندی کے پیشِ نظر ہے۔

اعلیحضرت ــــ امام احمد رضا بریلوی فرماتے ہیں کہ بعض لوگوں نے اللہ تعالےٰ کو اس طرح مخاطب کرنا مکروہ خیال کیا ہے لیکن حق یہ ہے کہ یہ صحیح ہے کیونکہ بہت سی احادیث میں اس طرح مذکور ہے (پھر اعلیحضرت نے دو حدیثیں ذکر فرمائیں) "اے وہ ذات جس نے برائی کو چھپایا اور اچھائی کو ظاہر کیا" دوسری حدیث میں فرمایا" اے وہ ذات جس نے وعدہ کیا پس پورا کیا اور ڈرایا پھر معاف کیا۔

طحطاوی[8] ــــ علامہ علاؤ الدین حسکفی نے درِ مختار کے خطبہ میں فرمایا کہ اس کتاب کو

---

[1] حاشیۃ الطحطاوی جز ۴ ص ۱۶۷

[2] حاشیہ الطحطاوی علی مراقی الفلاح ص ۳

دیکھنے والے سے مجھے امید ہے کہ وہ اسے رضامندی اور غور و فکر کی نگاہ سے دیکھے اور اگر کہیں نقص پائے تو اصلاح کے ساتھ اس کی تلافی کرے چنانچہ الفاظ یہ ہیں :۔

ومأمولی من الناظر فیہ ان ینظر بعین الرضا و الاستبصار و ان یتلافی تلافہ بقدر الامکان او یصفح الخ

لفظِ تلافہ پر بحث کرتے ہوئے امامِ طحاوی فرماتے ہیں کہ یہ تلفہ ہے، ہوسکتا ہے کہ الف اشباعی[1] ہو اور یہ بعض لوگوں کی لغت ہے جس طرح قنیہ میں کہا گیا ہے اگرچہ زیلعی نے اس کو (قواعد کی رُو سے) لعبید قرار دیا ہے اور شعر کے ساتھ مخصوص گردانا ہے ۔

اعلیحضرت ـــــ بطورِ استشہاد امام احمد رضا بریلوی فرماتے ہیں کہ الف اشباعی کے ساتھ "تلفہ" کو پڑھنا اسی طرح ہے جس طرح بعض لوگوں کی لغت میں حروفِ مدہ کی جگہ صرف حرکات کی ادائیگی پر اکتفار کیا جاتا ہے اور یہ بھی قنیہ میں مذکور ہے پس پہلا گروہ اعوذُ کو اعوذ (حرفِ مدہ کے ساتھ) پڑھتے ہیں اور دوسرے حرفِ مدہ کے بغیر صرف حرکت کے ساتھ اَعُذُ پڑھتے ہیں ۔

طحطاوی ـــــ امام طحطاوی نے اپنی کتاب میں تاریخ بغداد کے حوالے سے امامِ اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ کے طلبِ فقہ کے بارے میں ایک حکایت نقل کی ہے جو بقولِ خطیب بغدادی امام ابویوسف علیہ الرحمہ نے روایت کی جس میں

---

[1] الف اشباعی، کھڑی زبر (الفِ مقصورہ) کو کہتے ہیں ۔

امام صاحب قدس سرہ نے اپنے بچپن کا واقعہ ذکر فرمایا جس کا خلاصہ یہ ہے کہ امام صاحب علیہ الرحمۃ طلبِ علم کے سلسلہ میں استخارہ کرتے ہیں تو کہا جاتا ہے قرآن سیکھو (آپ فرماتے ہیں) میں پوچھتا ہوں اس کا انجام کیا ہوگا تو جواب ملتا ہے کہ جب تم قرآن حفظ کر کے ایک جگہ بیٹھ جاؤ گے، بچے پڑھنے آئیں گے پھر ان میں سے کوئی تم سے زیادہ لائق ہو جائے گا یا برابر ہوگا تو آپ کی سرداری ختم ہو جائیگی، اسی طرح علمِ حدیث کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ جب آپ حدیث پڑھیں گے پھر طلباء آپ کے پاس آئیں گے تو کچھ ہی عرصہ بعد آپ غلط بیانی سے محفوظ نہ رہ سکیں گے تو جھوٹ سے متہم ہوں گے تو میں نے کہا اس کی بھی حاجت نہیں، پھر میں نے کہا اگر میں نحو پڑھوں، انجام کار کیا ہوگا؟ تو جواب دیا گیا، تو مدرس بن جائیگا اور پھر تیری آمدنی دو تین دینار سے زیادہ نہیں ہو گی، میں نے کہا اس کا نتیجہ بھی اچھا نہیں۔ پھر میں نے کہا اگر میں شعر کہوں اور مجھ سے بڑھ کر کوئی شاعر نہ ہو۔ جواباً کہا گیا کہ یا تو تو کسی کی مدح کریگا یا ہجو دونوں صورتوں میں کسی نہ کسی لحاظ سے نقصان کا سامنا کرنا پڑے گا اسی طرح علم کلام کے بارے میں سوال کیا گیا تو جواب ملا کہ اس کا انجام بھی اچھا نہیں کیونکہ تجھے معاذ اللہ زندیق کہا جانے لگے گا۔ آخری سوال فقہ کے بارے میں کیا تو جواب ملا کہ جب تو فقیہ بن جائے تو لوگ تجھ سے مسائل پوچھیں گے تو فتوٰی دے گا اور تجھے عہدہ قضا کے لئے دعوت دی جائے گی تو میں نے کہا کہ اس سے بڑھ کر کوئی علم نفع بخش نہیں پس میں نے علم فقہ حاصل کیا۔

اعلیحضرت ——— امام احمد رضا بریلوی اس من گھڑت واقعہ پر تعجب کا اظہار کرتے ہوئے اولاً سب کے لئے مع امام طحطاوی کے بخشش مانگتے ہیں اور پھر فرماتے ہیں کہ امام طحطاوی نے اپنی کتاب میں امام اعظم قدس سرہ کے مناقب اور خرابیوں کو جمع کیا

تعریف کرنے والوں اور طعن کرنے والوں کے کلام کو شامل کتاب کیا، پھر خطیب بغدادی کا ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ اس نے اپنی تاریخ میں برائیاں کرنے والوں کے جاہلانہ خیالات کو جمع کیا اور اس کا جواب انہیں "السہم المصیب فی کبد الخطیب" نامی کتاب کے ذریعے دے دیا گیا اور یہ حکایت بھی اس سلسلہ کی ایک کڑی ہے اور تعجب کی بات ہے کہ کس طرح اس حکایت کو گھڑنے والے جھوٹے شخص نے اسے اس انداز سے بیان کیا کہ وہ بصورتِ ذم نہ ہو اور اسی سے امام جلال الدین کو بھی مغالطہ پیدا ہوا اور انہوں نے اسے مناقب میں ذکر کیا اور پھر اس سید (امام طحطاوی) نے (اللہ اس کی بخشش کرے) اس کی اتباع کی۔

اس واقعہ کے خود ساختہ ہونے کی طرف امام احمد رضا بریلوی اشارہ فرماتے ہیں کہ اس واقعہ کی کمزوری کی گواہی ہر عقلمند دے گا اور یہ عوام الناس میں سے کسی کا قول ہو سکتا ہے، علماء اسلام میں سے کسی کا قول نہیں کیونکہ وہ خیر القرون کا دور تھا اور لوگ اس قدر لوگ نہیں تھے کہ قرآن و حدیث کو ترک کر دیں اور ان کی طلب سے لوگوں کو منع کریں اور پھر اس کے بطلان پر سب سے بڑی دلیل یہ ہے کہ ان دنوں فقہ کسی شخص کے فروعات کے طور پر معروف نہ تھی بلکہ وہ اجتہاد کا دوسرا نام تھا اور (حقیقت یہ ہے کہ) قرآن و حدیث کے احکام اور اجماع کا احاطہ کئے بغیر اجتہاد ناممکن ہے اور ان کا ادراک عربی میں مہارتِ تامہ کے بعد ہی ہو سکتا ہے پس اللہ تعالیٰ اس مفتری کا بھلا نہ کرے، اس نے اس من گھڑت واقعہ کے ذریعے (لوگوں کو) یہ تاثر دینے کی کوشش کی ہے کہ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ نہ تو قرآن و حدیث کا علم رکھتے تھے بلکہ آپ صرف عربی دان تھے، اس لئے آپ نے شریعت کو اپنی مرضی کے

تابع کر کے جو چاہا حلال کر دیا اور جو چاہا حرام کر دیا اور یہ بات کوئی بے حیا بے دین ہی کہہ سکتا ہے ولاحول ولاقوۃ الا باللہ العلی العظیم۔

طحطاوی[۱۰] ——— امام طحطاوی فرماتے ہیں کہ اگر کوئی شخص غلط نیت سے بھی علم حاصل کرے تو علم کی برکت سے نیت صحیح ہو جاتی ہے۔

اعلیٰحضرت ——— امام طحطاوی سے اختلاف کرتے ہوئے اعلیٰحضرت، امام غزالی کے حوالہ سے فرماتے ہیں کہ علمِ حقیقی وہی ہے جو ماسوی اللہ سے تعلق قطع کر کے اللہ تعالیٰ سے رشتہ جوڑ دے، اور وہ خلوصِ نیت ہی سے حاصل ہو سکتا ہے، غیر مخلص کا علم، علمِ حقیقی نہیں۔

طحطاوی[۱۱] ——— بعض لوگوں کی اس بات کا رد کرتے ہوئے کہ علمِ جفر کے بانی امیر المؤمنین حضرتِ علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ ہیں، امامِ طحطاوی فرماتے ہیں کہ یہ جھوٹ ہے اور اس کی کوئی اصل نہیں اور علمِ نجوم اس وقت حرام ہے جب اس کو حاصل کرنے والا اللہ تعالیٰ کی قضا پر ایمان نہ رکھتا ہو یا اپنی طرف سے علمِ غیب (کے حصول) کا دعویٰ کرے، ایسی صورت میں وہ شخص کافر ہو جائے گا[۱]۔

اعلیٰحضرت ——— آپ فرماتے ہیں کہ علمِ جفر کی ابتدا کی نسبت حضرتِ امیر المؤمنین کی طرف کرنا جھوٹ ہے البتہ اس علم کے بانی حضرتِ امام جعفر صادق رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہیں جیسا کہ علامہ زرقانی نے شرحِ مواہب اللدنیہ میں ذکر فرمایا[۲]۔ اس کے بعد امام احمد رضا بریلوی نے علمِ جفر کے بارے میں فرمایا کہ جو شخص علمِ جفر سے واقفیت رکھتا ہے اسے معلوم ہے کہ اس میں عدمِ جواز کی وجہ اس کے سوا

---

[۱] رد المحتار، ج ۱، ص ۳۰

[۲] علاوہ ازیں اردو دائرۂ معارفِ اسلامیہ ج ۷، ص ۷۰۲ مطبوعہ پنجاب یونیورسٹی لاہور میں بھی آپ کی طرف نسبت کا ذکر ہے۔

کچھ نہیں کہ کوئی شخص خیر و شر کو (حقیقۃً) غیر اللہ کی طرف سے جانتا ہو یا ذاتی طور پر علم غیب کا دعویدار ہو اور اس سے نفسِ علم (کے حصول) میں ضرر ثابت نہیں ہوتا۔

طحطاوی[۱۲] —— خطیب بغدادی نے اپنی تاریخ (تاریخ بغداد) میں امام اعظم ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے پوتے اسمٰعیل بن حماد سے روایت کی ہے کہ امام صاحب قدس سرہ کو ان کے والد ثابت امیر المومنین حضرتِ علی مرتضٰی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خدمت میں لے کر حاضر ہوئے تو امیر المومنین نے ان کے لئے اور ان کی اولاد کے لئے برکت کی دعا فرمائی۔

امام طحطاوی فرماتے ہیں یہ کیسے ہو سکتا ہے کیونکہ حضرتِ علی مرتضٰی رضی اللہ عنہ آپ کی پیدائش سے قبل آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال کے ۲۹ سال چھ ماہ بعد انتقال فرما چکے تھے جبکہ امام اعظم رحمۃ اللہ ۸۰ھ میں پیدا ہوئے یہ اشکال اسمٰعیل بن حماد کے ان الفاظ "ذھب ثابت بجدی" میں "ب" کی زیادتی سے پیدا ہوا۔

اعلیٰحضرت —— آپ فرماتے ہیں ظاہر یہ ہے کہ بعض راویوں یا بعض ناقلین کی طرف سے "بجدی" میں "ب" کی زیادتی ہوئی درصحیح روایت یہ ہے کہ "ذھب ثابت جدی" یعنی میرے جدِ اعلیٰ ثابت، امیر المومنین کی خدمت میں حاضر ہوئے، اس صورت میں کوئی اشکال وارد نہیں ہوتا۔

---

[۱] ایسا معلوم ہوتا ہے کہ امام طحطاوی سے سبقتِ قلم کے تحت قبل الثلاثین تحریر ہوا ورنہ مناسب قبل الثمانین ہے کیونکہ ۸۰ھ میں امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کی پیدائش ہوئی اور اس سے قبل یعنی ۴۰ھ میں حضرتِ علی مرتضٰی کا وصال ہوا نہ کہ ۳۰ھ سے قبل۔ (مرتب)

۱۳
طحطاوی

صاحبِ درِمختار فرماتے ہیں :

ثم نقل فی مسئلۃ الرباعیات ومحطها ان الفقہ هو ثمرۃ الحدیث ولیس ثواب الفقیہ اقل من ثواب المحدث۔

علامہ طحطاوی فرماتے ہیں "نقل" علامہ شیخ زین الدین بن ابراہیم المعروف ابن نجیم المصری الحنفی (م ۹۷۰ھ) ہیں اور انہوں نے الاشباہ والنظائر میں عبارتِ مذکورہ بالا تحریر فرمائی۔

اعلحضرت —— اعلحضرت علیہ الرحمہ نے الاشباہ والنظائر سے مسئلہ رباعیات، اجمالاً نقل فرمایا، جس کا مفہوم، تفصیلاً درج ذیل ہے۔

کامل محدث بننے کے لیے، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث مبارکہ اور احکام صحابہ کرام کی روایات اور ان کی عمریں، تابعین اور دیگر علماء کے احوال اور تواریخ کا علم، نیز ان چار کے ساتھ دیگر چار باتوں یعنی، ان کے نام کیفیت مقام اور زمانہ کا علم اس طرح ضروری ہے جس طرح خطبات کے لیے "الحمد للہ"، اظہار عجز کے لیے دعا، سورت کے لیے بسم اللہ اور نماز کے لیے تکبیر لازمی ہے۔ علاوہ ازیں احادیث کی اقسام مثلاً مسند، مرسل، موقوف اور مقطوع کا علم بھی ضروری ہے۔ عمر کے تمام مراحل بچپن، بلوغ، جوانی اور بڑھاپے میں نیز مصروفیت، فراغت، محتاجی اور کشادگی کے حالت میں، پہاڑوں، دریاؤں، صحراؤں اور بستیوں سے پتھروں، ٹھیکریوں، چمڑوں اور ہڈیوں پر لکھ کر (یہ اس وقت ہے جب کاغذ نہ ملتے ہوں) اپنے سے بڑے، چھوٹے، ہم عمر اور اپنے باپ کی کتاب سے جب یقین ہو کہ اسی کا خط ہے، علم حدیث حاصل کیا جائے۔

رضائے الٰہی کا حصول عمل بشرطیکہ قرآن پاک کے مطابق ہو، طلباء کو سکھانا اور مٹ جانے کے وقت دوبارہ زندہ کرنا مقصد ہو۔
ان تمام امور کی تکمیل کے لیے آٹھ باتیں لازمی ہیں چار یعنی کتابت، لغت صرف اور نحو کا جاننا خود بندے کے ذاتی عمل سے متعلق ہے، جبکہ دوسری چار یعنی ہمت، قدرت، حرص اور حفظ، محض فضل الٰہی پر موقوف ہیں۔
جب یہ تمام باتیں پوری ہو جائیں، تو چار چیزیں، اہل، اولاد، مال اور وطن، بے وقعت ہو جاتے ہیں اور چار باتوں یعنی دشمن کے تمسخر دوستوں کی ملامت جہلاء کے طعن، اور علما کے حسد کے ساتھ آزمائش ہوتی ہے۔
اس آزمائش کو صبر کے ساتھ برداشت کرنے پر چار چیزیں دنیا میں اور چار آخرت میں عطا کی جاتی ہیں۔ دنیا میں قناعت، ہیبت نفس، لذت علم اور ابدی زندگی اور آخرت میں مرتبہ شفاعت، عرش کا سایہ جب کہ اس کے علاوہ سایہ نہ ہوگا۔ حوض کوثر سے سیرابی اور اعلیٰ علیین میں قربت انبیاء سے بہرہ ور کیا جاتا ہے۔[1]

---

[1] الاشباہ والنظائر مع شرح الحموی ص ۳۹۷، ۳۹۸

طحطاوی ۱۴ ــــــ "ذخائر المھمات" کے مصنف نے اپنی کتاب کے خاتمہ میں کہا کہ "الاشاعہ" کے مصنف نے بعض جہلاء حنفیوں کا یہ دعویٰ کہ "حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور امامِ مہدی، امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ کی تقلید کریں گے" نقل کرکے اس کا شدید رد کیا ہے۔

اعلیٰحضرت ــــــ صاحب الاشاعہ سے مراد سید محمد بن سعید عبدالرسول برزنجی مدنی شافعی (متوفی ۱۱۰۳ھ) رحمۃ اللہ علیہ ہیں۔

طحطاوی ۱۵ ــــــ ہندوستان کے ایک شیخ طریقت نے بھی اپنی ایک مشہور تصنیف میں اسی قسم کے خیالات کا اظہار کیا اور ان جہلاء کا رد کیا، جو امام مہدی اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بارے میں تقلید امام کا نظریہ رکھتے ہیں۔

اعلیٰحضرت ــــــ یعنی وہ ہندوستانی مصنف جن کی تصنیف مشہور ہے امامِ ربانی مجدد الف ثانی شیخ احمد سرہندی رحمۃ اللہ ہیں اور ان کی تصنیف (مکتوبات) فارسی زبان میں ہے، حضرتِ مجددِ الفِ ثانی علیہ الرحمہ نے بھی اسی طرح ان جہلاء کا رد کیا جس طرح "الاشاعہ" میں کیا گیا ہے اور اس بات کا ذکر آپ نے مکتوبات کی پہلی جلد کے مکتوب ۲۸۲ میں کیا ہے [۱]

پھر جلد ثانی میں مندرج مکتوب ۵۵ میں اس قول کی تاویل کہ "حضرت عیسیٰ علیٰ نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام نزول کے بعد امامِ ابوحنیفہ کے مذہب پر عمل کریں گے" یوں فرمائی کہ حضرتِ روح اللہ کا اجتہاد امامِ اعظم رحمہ اللہ کے اجتہاد کے مطابق ہوگا [۲]

---

[۱] اردو ترجمہ مکتوبات شریف دفتر اول حصہ پنجم ص ۷۵۲ ، مطبوعہ کراچی

[۲]

۱۶

طحطاوی ـــــ کتاب انیس الجلسا میں ایک طویل واقعہ ذکر کیا گیا ہے جس کا ماحصل یہ ہے :-

"حضرتِ خضر علیہ السلام، امامِ اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ سے علم حاصل کرتے رہے یہاں تک کہ آپ کا وصال ہوگیا تو حضرتِ خضر علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ سے امام اعظم کی قبر پر جاکر تکمیلِ علم کی اجازت چاہی تو اللہ تعالیٰ نے اجازت دے دی، پھر تکمیلِ علوم پر خضر علیہ السلام نے پوچھا الٰہی! اب کیا کروں؟ حکم ہوا میرا حکم آنے تک عبادت میں مشغول رہو۔ اسی دوران ماوراء النہر کے ایک شہر میں ایک نوجوان امام ابوالقاسم قشیری کا ظہور ہوا جو اپنی ماں کی خدمت میں مصروف رہتے تھے، ایک دن انہوں نے ماں سے اجازت مانگی کہ وہ طلبِ علم کے لئے سفر اختیار کریں، ماں نے کارِ خیر سے روکنا مناسب نہ سمجھتے ہوئے باول ناخواستہ اجازت دے دی اور پھر بیٹے کو الوداع کرکے دروازے پر بیٹھ گئیں، روتی رہیں اور بیٹے کے غم میں غمگین تھیں، عرض کرنے لگیں اے اللہ تعالیٰ! جب تک میں اپنے بیٹے کو نہ دیکھوں مجھ پر یہاں سے اٹھنا اور کھانا کھانا حرام ہے چنانچہ اتفاقاً امام قشیری ایک منزل طے کرنے کے بعد قضائے حاجت کے لئے بیٹھے تو نجاست سے ان کے کپڑے آلودہ ہوگئے اس لئے وہ اپنے ساتھیوں کی اجازت سے واپس گھر آگئے، ازاں بعد حضرتِ خضر علیہ السلام آئے اور کہا کہ چونکہ تم نے والدہ کی خدمت کے پیشِ نظر طلبِ علم کے لئے سفر کا ارادہ ترک کیا ہے لہٰذا جو علم میں نے امامِ ابوحنیفہ سے پڑھا ہے وہ سب تجھے پڑھا دوں گا، چنانچہ امام قشیری تین سال تک ان سے پڑھنے کے بعد بہت بڑے فاضل بن گئے اور انہوں نے ایک ہزار کتب تصنیف کرکے اپنے

خاص شاگرد کو صندوق میں بند کر کے دیں کہ وہ دریائے جیحون میں ڈال دے، اوّلاً تو وہ دو تین مرتبہ جھوٹ بولتا رہا لیکن آپ پر اس کا جھوٹ ظاہر ہو جاتا چنانچہ آخری دن جب اس نے صندوق دریا میں ڈالا تو ایک ہاتھ نمودار ہوا جس نے وہ صندوق پکڑ لیا، شاگرد کے پوچھنے پر امام قشیری نے راز بتایا کہ جب قربِ قیامت حضرتِ عیسٰی علیہ السلام نزول فرمائیں گے تو ایک طرف انجیل رکھی ہوگی تو آپ فرمائیں گے کہ کتبِ محمدیہ کہاں ہیں کیونکہ مجھے بارگاہِ الٰہی سے ان کتب کے مطابق فیصلہ کرنے کا حکم دیا گیا ہے اور میں انجیل سے فیصلہ نہیں کروں گا۔ جگہ جگہ تلاش کے باوجود کتب نہیں ملیں گی تو ارشادِ باری ہوگا اے عیسٰی علیہ السلام دریائے جیحون کے پاس جاکر دو نفل ادا کریں اور آواز دیں اے امامِ قشیری کے صندوق کے امین! میں عیسٰی ابن مریم ہوں لہذا وہ صندوق میرے حوالے کر دے، چنانچہ وہ ایسا ہی کریں گے تو صندوق باہر آئے گا، چنانچہ آپ ان کتب کے مطابق فیصلہ کریں گے،

پھر عیسٰی علیہ السلام سے پوچھا جائے گا کہ امامِ قشیری نے یہ مرتبہ کیسے پایا؟ تو آپ فرمائیں گے کہ اپنی ماں کی خدمت کی وجہ سے۔

حضرتِ مُلّا علی قاری رحمہ اللہ نے اس من گھڑت واقعہ کا رد فرمایا اور کہا کہ یہ بعض ملحدین کا افترا ہے جو دین میں فساد پیدا کرنے کی کوشش کرتے ہیں اس لئے کہ حضرتِ خضر علیہ السلام کا عظیم مرتبہ ہے اور حضرتِ موسٰی علیہ السلام نے بھی ان سے علم حاصل کیا تو کس طرح آپ حضرتِ امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے شاگردوں میں سے ہوسکتے ہیں؟ وغیرہ وغیرہ۔

اعلیحضرت ـــــــ "انیس الجلساء" نامی کتاب غیر معروف ہے اور اس کا مؤلف بھی مشہور نہیں اور نہ ہی کشف الظنون میں اس کتاب کا ذکر ہے۔

۱۷
طحطاوی ـــــــ عیسیٰ علیہ السلام کے بارے میں تقلیدِ امام ابوحنیفہ کا قول باطل ہے بلکہ قائل نے اس قسم کے خیالات کا اظہار کرکے ارتکابِ کفر کیا ہے، کیونکہ نبی غیر کا مقلد نہیں ہو سکتا۔

اعلیحضرت ـــــــ "الاشاعہ" میں فیما ظہر کے لفظ سے مرقوم ہے فیما اظہر نہیں ہے اور اگر اس طرح ہو جس طرح یہاں طحطاوی میں ہے تو پھر فیما کی بجائے بما اظہر ہونا چاہیئے۔

۱۸
طحطاوی ـــــــ حدیثِ پاک میں ہے لا نبی بعدی (میرے بعد کوئی نبی نہیں) امام طحطاوی فرماتے ہیں علماء کے نزدیک اس کا مطلب یہ ہے کہ میرے بعد کوئی نیا نبی ایسی شریعت لے کر نہیں آئے گا جو میری شریعت کو منسوخ کر دے۔

اعلیحضرت ـــــــ اللہ کی پناہ، اس ترجمہ میں قبیح لغزش واقع ہوئی (وہ معنیٰ نہیں جو امام طحطاوی نے بیان کیا بلکہ معنیٰ یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کوئی نبی نہیں، چاہے موافق شریعت کے ساتھ یا مخالف کے ساتھ یا موافقت و مخالفت کچھ بھی نہ ہو اور یہی مسلمانوں کا ایمان ہے۔

نوٹ : امامِ طحطاوی کی کلام سے وہم پیدا ہوتا ہے کہ موافق شریعت کے ساتھ نبی آسکتا ہے حالانکہ ایسا غیر ممکن ہے۔ (مرتب)

۱۹
طحطاوی ـــــــ حضرتِ ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کے کثرت سے احادیث بیان کرنے پر جب لوگوں نے ان پر انکار کیا تو آپ نے فرمایا اگر میرے وصال سے پہلے حضرتِ عیسیٰ علیہ السلام نے نزول فرمایا تو میں ان سے آنحضرت

صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث بیان کروں گا اور وہ میری تائید فرمائیں گے۔

امامِ طحطاوی نے اس سے استدلال کیا کہ حضرتِ ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کا فیصد قنی فرمانا اس بات کی دلیل ہے کہ حضرتِ عیسٰی علیہ السلام آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی تمام سنت کے عالم ہیں اور افرادِ امت میں سے کسی فرد سے اس بات کے حصول کی انہیں احتیاج نہیں ہے حتٰی کہ ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کو ان مرویات کی تصدیق کے لئے حضرتِ عیسٰی علیہ السلام کی احتیاج ہے۔

اعلیٰحضرت ــــــ اس روایت سے صرف یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ حضرتِ عیسٰی علیہ الصلوٰۃ والسلام اس بات کے عالم ہیں کہ حضرتِ ابوہریرہ رضی اللہ عنہ عادل ہیں، بات کو یاد رکھنے والے ہیں اور ان کی بات پسندیدہ ہے۔

۲۰

طحطاوی ــــــ پھر کتاب الاشاعہ کے مصنف نے ان لوگوں کا رد بھی کیا جو کہتے ہیں کہ امامِ مہدی رضی اللہ عنہ، امامِ ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ کی تلقید کریں گے البتہ صاحب الاشاعہ نے دلائلِ شافیہ کے ساتھ ثابت کیا کہ امامِ مہدی مجتہدِ مطلق ہوں گے۔

اعلیٰحضرت ــــــ یعنی رد کا فاعل صاحب الاشاعہ ہیں کیونکہ یہاں تک یہ پوری کلام کچھ اختصار کے ساتھ صاحب الاشاعہ کی ہے۔

۲۱

طحطاوی ــــــ امامِ طحطاوی فرماتے ہیں کہ بعض جاہل لوگ تعریف کرتے ہوئے غلو اختیار کر لیتے ہیں اور امامِ ابوحنیفہ رحمۃ اللہ کے فضائل سے متعلقہ کتب سے ناواقف ہیں چنانچہ وہ من گھڑت واقعات کا سہارا لیتے ہیں جن سے نہ تو خدا راضی ہوتا، نہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم اور نہ ہی خود امامِ ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ کو یہ بات پسند ہے اور اگر امامِ ابوحنیفہ رحمۃ اللہ ان باتوں کو سن لیتے تو قائل پر کفر کا فتویٰ لگاتے۔

امامِ اعظم رحمہ اللہ کے فضائل میں ذکر کیے گئے صحیح واقعات ہی (مخالفین کو) جواب دینے کے لئے کافی ہیں اور آپ کی فضیلت ثابت کرنے کے لئے من گھڑت واقعات کی کوئی ضرورت نہیں خصوصاً اس قسم کے واقعات جو انبیاء علیہم السلام کی تنقیص کا موجب ہوں۔

اعلیٰحضرت ــــــ آپ فرماتے ہیں کہ اس کے بعد صاحب الاشاعہ نے امام قہستانی پر تعجب کیا کہ انہوں نے باوجود اپنے فضل وجلالت کے ان لوگوں کی اتباع میں اپنے خطبہ کی شرح میں خطا کی کہ عیسیٰ علیہ السلام نزول فرمائیں گے تو امامِ ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ کے مذہب پر عمل کریں گے اور یہ بات "الفصول الستہ" میں مذکور ہے، اس پر تعجب کرتے ہوئے صاحب الاشاعہ کہتے "الفصول الستہ" کیا ہے اور یہ قول کیا؟

امام احمد رضا بریلوی فرماتے ہیں الفصول الستہ مشہور کتاب ہے اور اس کے مصنف حضرت سید خواجہ محمد پارسا قدس سرہ (متوفی ۸۲۲ھ) ہیں، اگر سید محمد بن سعید صاحبِ کتاب الاشاعہ کشف الظنون کی طرف رجوع کرتے تو انہیں وہاں اس کا ذکر ملتا اور پھر جب اس کتاب اور اس کے مصنف (جو عالم اور صاحبِ کشف ہیں) کی پہچان حاصل ہو جاتی تو دلیل طلب نہ کرتے کیونکہ کشف ایک عیاں وظاہر چیز ہے اور ظاہر کو بیان کی حاجت نہیں، علاوہ ازیں عبارت کا مطلب ہرگز تقلید نہیں بلکہ مطلب یہ ہے کہ ان کا عمل امامِ ابو حنیفہ کے مذہب کے موافق ہوگا جس طرح کہ خود صاحب الاشاعہ نے اس سے کچھ پہلے شیخ محی الدین ابنِ عربی کے فتوحات سے نقل کیا ہے کہ اگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم (ظاہری حیات کے ساتھ) زندہ ہوتے اور پھر یہ اختلاف آپ کی طرف اٹھایا جاتا تو آپ وہی فیصلہ فرماتے جو امامِ مہدی

نے فرمایا اور اسی پر امامِ شعرانی کا وہ قول بھی دلیل ہے جو علامہ ابنِ عابدین نے ردالمحتار میں نقل فرمایا ہے اور وہ یہ ہے "امامِ شعرانی میزانِ کبریٰ میں فرماتے ہیں کہ جب اللہ تعالیٰ نے اپنے خاص احسان سے مجھے شریعت کے چشمہ پر مطلع فرمایا تو میں نے تمام مذاہب کو اس چشمہ سے متصل دیکھا اور چار مذاہب کو اس طرح دیکھا کہ ان کی نہریں جاری ہیں اور ان تمام مذاہب کو بھی دیکھا جو مٹ چکے ہیں، ان کی نہریں پتھروں سے بھری جا چکی ہیں، میں نے دیکھا کہ ائمہ میں سے سب سے بڑی نہر حضرتِ امامِ ابوحنیفہ کی ہے، اس کے ساتھ امامِ مالک، پھر امامِ شافعی، پھر امامِ احمد رضی اللہ عنہم متصل ہیں۔ سب سے چھوٹی نہر امامِ داؤد رحمۃ اللہ کی ہے جو پانچویں صدی میں کٹ چکی ہے پس میں نے اس کی تاویل ائمۂ اربعہ کے مذاہب کے عرصۂ دراز تک جاری رہنے اور ان (امامِ داؤد) کے قلیل المدت ہونے سے کی، پس جس طرح سب سے پہلے امامِ ابوحنیفہ کے مذہب کی تدوین ہوئی، اسی طرح آپ کا مذہب سب سے آخر میں ختم ہوگا[1]

۲۲

طحطاوی —— مسواک کی لمبائی، موٹائی کا ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ مسواک کی موٹائی خنصر (سب سے چھوٹی انگلی) کے برابر ہونی چاہیے، اسی طرح مسواک کی لمبائی کے بارے میں کہا گیا ہے کہ وہ ایک بالشت ہو (علامہ طحطاوی نے یقال مجہول کا صیغہ استعمال کر کے قائل کو ذکر نہیں فرمایا)

اعلیٰحضرت —— شیخ موصوف علامہ طحطاوی نے مراقی الفلاح شرح نورالایضاح کے حاشیہ پر بھی بعض کا قول اسی طرح نقل کیا ہے کہ ایک بالشت لمبائی

---

[1] ردالمحتار، ج اول، ص ۳۹

ہونی چاہیئے کیونکہ زائد پر شیطان سوار ہوتا ہے۔

۲۳
طحطاوی —— وضو کی سنتوں میں سے ایک تثلیث الغسل، یعنی ہر عضو کو تین تین مرتبہ دھونا ہے۔ اس سلسلہ میں علامہ شامی نے فرمایا کہ اگر کوئی شخص تین مرتبہ سے زیادہ اعضاء کو دھوئے اور اس کی نیت وضو پر وضو یا اطمینانِ قلب کا حصول ہو تو کوئی حرج نہیں اور حدیثِ پاک میں جو آیا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک مرتبہ اعضاء کو دھونے کے بارے میں فرمایا کہ اس وضو کے بغیر اللہ تعالےٰ نماز کو قبول نہیں فرماتا، دو دو مرتبہ اعضاء دھونے کے بارے میں فرمایا کہ اس طرح وضو سے دوگنا اجر ملتا ہے اور تین تین مرتبہ اعضاء کو دھونے کے بارے میں فرمایا یہ میرا اور مجھ سے پہلے انبیاء علیہم السلام کا وضو ہے لہٰذا جس نے اس میں کمی یا زیادتی کی، اس نے حد سے تجاوز کیا اور ظلم کا ارتکاب کیا۔ اس ظلم و تعدی کو اعتقاد پر محمول کیا گیا کہ اگر کسی شخص کا یہ اعتقاد ہو کہ جب تک تین سے زیادہ مرتبہ اعضاء نہ دھوئے جائیں، وضو نہیں ہوگا وہ شخص متجاوز قرار پائے گا (امامِ طحطاوی اپنا مسلک بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ اگر کوئی شخص تین تین مرتبہ اعضاء کے دھونے کو سنت بھی سمجھتا ہو پھر بھی اس صورت میں اسراف کے سبب گنہگار ہوگا) بدیں وجہ علماء نے حدیثِ پاک کا مفہوم بیان کرتے ہوئے یہ کہا کہ اگر وہ تین تین مرتبہ دھونے کو سنت سمجھتے ہوئے پھر وضو علی الوضو کی نیت سے یا اطمینانِ قلب کے حصول کی خاطر زیادہ مرتبہ دھوتا ہے یا کسی حاجت کے سبب کم کرتا ہے تو کوئی حرج نہیں ہے۔

اعلیٰحضرت —— "قالوا فی المفہوم" سے مراد یہ ہے کہ علماء کرام نے اپنے اس قول کہ حدیثِ پاک اعتقاد پر محمول ہے، کو بیان کرتے ہوئے یہ بات کہی کہ

طمانیتِ قلب اور وضو علی الوضوء وغیرہ کے لیئے زیادتی جائز ہے جب کہ وہ تین مرتبہ کو سنت سمجھتا ہو۔

طحطاوی ۲۴ ــــــ اگر کسی حاجت کے سبب مسنون وضو میں کمی کی تو کوئی حرج نہیں (بشرطیکہ اعتقاد صحیح ہو، مرتب)

اعلیٰحضرت ــــــ مختار کی اس قید (حاجت و غرض) سے یہ فائدہ حاصل ہوا کہ اگر کسی غرض کے بغیر زیادتی کی تو یہ ناجائز ہے۔

طحطاوی ۲۵ ــــــ اگر ایسی صورت پر ہو جیسے ذکر کیا گیا کہ تعداد کے مسنون ہونے پر اعتقاد رکھتا تو پھر زیادتی مطلقاً مکروہ نہیں۔

اعلیٰحضرت ــــــ اصل بات اعتقاد کی ہے، اگر تعداد مسنون کا اعتقاد رکھتے ہوئے ہوئے زیادتی یا کمی ہو تو کوئی حرج نہیں اور اگر تعداد مسنون کو کوئی اہمیت نہ دی جائے تو پھر کمی زیادتی ناجائز ہے۔

طحطاوی ۲۶ ــــــ نواقضِ وضو کے ضمن میں تنویر الابصار اور اس کی شرح درمختار میں ہے :۔

(و ینقضہ خروج) کل خارج (نجس) بالفتح و و بالکسر (منہ) ای من المتوفی الحی معتادا اولا من السبیلین اولا۔

علامہ طحطاوی نے دو قسمیں بیان فرمائیں، متوفی حقیقی اور متوفی مجازی (جو باوضو ہو) پھر کہا کہ یہ تقسیم اس لیئے کی گئی ہے کہ اگر متوفی حقیقی پر محمول کیا جائے تو پھر شارح کی طرف سے "الحی" کی قید بے فائدہ ہے کیونکہ متوفی کا اگر حقیقی مفہوم مراد ہے تو اسی کے ساتھ میت سے احتراز ہو جاتا ہے۔ علامہ طحطاوی فرماتے ہیں لیکن اسے ایک ہی لفظ (لفظ متوفی) کا حقیقت و مجاز میں دونوں معنوں

میں استعمال لازم آتا ہے۔

اعلیٰ حضرت ——— آپ فرماتے ہیں، میں کہتا ہوں کہ 'متوفی' کے لفظ کو دوسرے معنے پر محمول کیا جائے یعنی متوفی سے مراد یہاں وہ شخص ہے جسے وضو شامل ہے اور یہ اس زندہ شخص کو شامل ہو گا جس نے خود وضو کیا۔

۲۷

طحطاوی ——— نواقضِ وضو کے سلسلہ میں یہ کہا گیا کہ ہر وہ نجس چیز جو باوضو شخص کے جسم سے نکلے اور اس مقام کی طرف جائے جسے پاک رکھنے کا حکم ہے مخرج سے جو سیلان ہوگا اس کی حد میں اختلاف ہے۔ حضرتِ امامِ ابو یوسف رحمہ اللہ فرماتے ہیں اس کی حد یہ ہے کہ وہ نجاست بلند ہو کر پھر نیچے ہو جائے اور امامِ محمد علیہ الرحمہ فرماتے ہیں جب راس میں زخم کھولنے سے پیپ وغیرہ ظاہر ہو تو وضو ٹوٹ جائے گا اگرچہ وہ نیچے نہ ہو (بقول امامِ طحطاوی) صاحبِ درایہ نے امام محمد علیہ الرحمہ کے قول کو اصح کہا، اسی کو امامِ سرخسی نے اختیار کیا اور کمال نے کہا کہ یہی اولیٰ ہے۔

'لما قالوا' یہ عبارت درِ مختار کی ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ خروج من السبیلین سے مراد فقط ظہور ہے جبکہ ان کے غیر سے خروج عین سیلان ہے اگرچہ بالقوہ ہو (بالفعل نہ ہو) بدیں سبب یہ صورت ہو تو فقہائے کرام نے کہا ہے کہ جب بھی وہ خون نکلے پونچھا جائے اور جب چھوڑ جائے پھر بھی جاری ہو جاتا ہو تو اس صورت میں ناقضِ وضو ہے ورنہ نہیں۔

اعلیحضرت ——— کمال اور سرخسی دونوں نے امامِ محمد علیہ الرحمہ کے قول کو ترجیح نہیں دی بلکہ کمال نے امام محمد علیہ الرحمہ کے قول کو اور سرخسی نے امامِ یوسف کے قول کو ترجیح دی جس طرح ردالمحتار میں ہے:۔

قال فی الفتح بعد نقلہ ذلک رفی الدرایۃ جعل

جعل قول محمد اصح ومختار السرخسی الاول (ای قول ابی یوسف) وھو اولیٰ [1]

امام طحطاوی نے اس تحریف کو اپنایا جو بحر الرائق میں ہے [2] (جس کا ذکر پیچھے ہو چکا ہے)

۲۸

طحطاوی ——— اور درایہ میں ہے کہ امام محمد علیہ الرحمہ کا قول اصح ہے۔

اعلیٰحضرت ——— فتح القدیر میں بھی یونہی ہے لیکن منحۃ الخالق میں ہے کہ درایہ میں اولاً امام ابو یوسف علیہ الرحمہ کا قول ذکر کیا گیا ہے پھر حضرت امام محمد علیہ الرحمہ کا قول مذکور ہے، پھر کہا ہے کہ پہلا قول اصح ہے (اور پہلا قول امام ابو یوسف علیہ الرحمہ کا ہے) [3]

۲۹

طحطاوی ——— قے جب منہ بھر کر ہو، وضو کو توڑ دیتی ہے، چاہے وہ صفرا اور سودا ہو، چاہے طعام اور پانی ہو۔ تنویر الابصار کے اس قول کی شرح میں صاحبِ درِ مختار نے فرمایا "جب یہ چیزیں معدہ تک پہنچ جائیں اگرچہ وہاں نہ ٹھہریں، نجاستِ غلیظہ ہیں، حسن نے کہا اگر کوئی شخص کھانا کھائے یا پانی پیئے پھر اسے اسی وقت قے ہو جائے وضو نہیں ٹوٹے گا کیونکہ یہ طاہر ہے لہذا نہ تو یہ نجس ہے اور نہ ہی اس سے حدث لازم آتا ہے۔ امامِ طحطاوی فرماتے ہیں ان دونوں قولوں کی تصحیح کی گئی ہے۔

---

[1] ردالمحتار، ج ۱، ص ۹۱

[2] بحر الرائق، ج ۱، ص ۳۲

[3] منحۃ الخالق بہامش بحر الرائق، ج ۱، ص ۳۲

اعلیٰحضرت —— شارح (صاحبِ درِمختار) نے جو مسلک اختیار کیا ہے وہ ظاہرِ روایت ہے (یعنی طعام وغیرہ کی قے جبکہ استقرار فی المعدہ بھی نہ ہو، کو نجس قرار دینا، ظاہرِ روایت کے مطابق ہے)

۳۰
طحطاوی —— حالتِ سجدہ میں سوجانے سے وضو کے ٹوٹنے میں اختلاف ہے، بعض نے کہا ہے کہ اگر سجدہ نماز کا ہو تو مطلقاً وضو نہیں ٹوٹتا اور نماز کے علاوہ کوئی دوسرا ہو تو پھر اگر طریقۂ مسنونہ سے پڑھے تو نہیں ٹوٹے گا ورنہ ٹوٹ جائے گا الخ

امامِ زیلعی نے اس بات کی تصریح کی کہ یہ قول اصح ہے اور سجدۂ تلاوت اور سہو کے دونوں سجدے بھی سجدۂ صلبیہ کی طرح ہیں۔
نہر الفائق کے مصنف نے کہا کہ بحر الرائق میں جو اس مسئلہ پہ امامِ زیلعی کی تصحیح کی گئی ہے وہ سہو ہے بلکہ عقدِ فرائد میں ہے کہ حالتِ نماز میں ساجد کا وضو اس صورت میں نہیں ٹوٹتا جب وہ ہیئتِ مسنونہ پر ہو، یہی صحیح ہے اور محیط میں اسی طرح ہیئتِ مسنونہ کے ساتھ مقید کیا گیا ہے۔
اعلیٰحضرت —— "لھٰذا" میں ھٰذا اسمِ اشارہ کا مشارٌ الیہ "عدمِ نقض" ہے یعنی نماز میں حالتِ سجدہ میں سوجانے سے وضو کے نہ ٹوٹنے کا قول مطلقاً صحیح نہیں اور اس مسئلہ میں امامِ زیلعی کی تصحیح سہو ہے۔

۳۱
طحطاوی —— حالتِ بیداری میں قہقہہ سے بالغ آدمی کی نماز کے بطلان کے ضمن میں تنویر الابصار میں بطھاسۃ صغرٰی اور اس کی شرح میں ولو تیمماً مذکور ہے، بعض نسخوں میں لو تیمم کے بعد صلاۃ کا لفظ بھی ہے۔
اعلیٰحضرت —— لفظِ صلوٰۃ کسی صاحبِ نسخہ نے درج کر دیا جیسا کہ واضح ہے،

کیونکہ یہ بطھارۃ صغریٰ کی صفت ہے۔

نوٹ : پیشِ نظر نسخہ طحطاوی میں لفظِ صلوٰۃ لکھنے کے بعد کاٹ دیا گیا ہے۔

۳۲
طحطاوی ــــــ تنویر الابصار اور درِمختار میں ہے کہ اگر کان وغیرہ سے پیپ بغیر درد کے نکلے تو وضو نہیں ٹوٹے گا اور اگر درد کے ساتھ برآمد ہو تو ٹوٹ جائے گا کیونکہ درد زخم کی دلیل ہے۔ علامہ طحطاوی نے بحر الرائق کی عبارت نقل کی جس میں اس پر اعتراض کرتے ہوئے کہا گیا کہ پیپ وغیرہ درد کے ساتھ نکلیں یا بغیر درد کے، ناقضِ وضو ہیں کیونکہ یہ بغیر علت کے نہیں نکلتے

اس پر علامہ طحطاوی نے فرمایا کہ اگر پیپ کان سے اس وقت نکلے جب زخم صحیح ہو چکا ہو، جس کی علامت درد کا نہ ہونا ہے لہٰذا حصر جائز نہیں کہ پیپ جب بھی نکلتی ہے، کسی علت کے باعث نکلتی ہے۔

اعلیٰحضرت ــــــ میں کہتا ہوں حصر واضح ہے کیونکہ یہ بغیر علت کے نہیں اور زخم کا صحیح ہونا اسے کالعدم نہیں کر دیتا۔

۳۳
طحطاوی ــــــ غسل کرتے وقت عورت پر فرجِ خارج کا دھونا واجب ہے لیکن فرجِ داخل میں اپنی انگلی داخل نہ کرے کیونکہ لبا اوقات اس طرح شہوت حاصل ہوتی ہے اس لئے انزال کا خدشہ ہے۔

اعلیٰحضرت ــــــ میں کہتا ہوں کہ میری یادداشت کے مطابق زاہدی نے بھی اسی طرح ذکر کیا ہے (یعنی عورت اپنی انگلی فرجِ داخل میں داخل نہ کرے)

۳۴
طحطاوی ــــــ مذکورہ بالا مسئلہ میں اتفاق کے باوجود اس بارے میں اختلاف ہے کہ آیا یہ نفیِ وجوب ہے یا نہی ہے۔ حلبی نے شرنبلانی سے نقل کیا کہ یہ نفیِ وجوب ہے (یعنی واجب نہیں جس کا مفاد یہ ہے کہ منع بھی نہیں) امام طحطاوی فرماتے ہیں کہ میرے مطالعہ کے مطابق یہ بات بحر الرائق، نہر الفائق،

فتاویٰ ہندیہ، زیلعی اور شلبی وغیرہا نے ذکر نہیں کی پس یہ قابلِ تسلیم نہیں۔

اعلیٰحضرت ——— پس ھذا المعنٰی سے مرادِ نفیِ وجوب کا مراد ہونا اور نہی کا مراد نہ لینا ہے۔

۳۵

طحطاوی ——— امامِ طحطاوی نے چند کتبِ فقہ کا ذکر کیا جن میں نفیِ وجوب مراد نہیں لی گئی، ان کتب میں سے بحرالرائق، نہرالفائق، فتاویٰ ہندیہ، زیلعی اور شلبی وغیرہا کتب ہیں۔

اعلیٰحضرت ——— فتح القدیر میں لفظِ لا یجب کے ساتھ مذکور ہے جس کا مفہوم یہ ہے کہ نفیِ وجوب ہے، نہی نہیں۔

۳۶

طحطاوی ——— جب کوئی شخص نیند سے بیدار ہوا اور وہ (اپنی ران یا کپڑوں پر) منی یا مذی دیکھے تو چاہے احتلام یاد ہو یا نہ، غسل واجب ہوگا البتہ اگر اسے مذی ہونے کا یقین ہو یا شک ہو کہ آیا مذی ہے یا ودی (منی کے نہ ہونے کا یقین ہو) تو غسل واجب نہ ہوگا۔

امامِ طحطاوی نے بحرالرائق کے حوالہ سے فخذہ او ثوبہ کے ساتھ تشریح کی۔

اعلیٰحضرت ——— منیۃ المصلی اور فتاویٰ خانیہ میں او فی احلیلہ کا اضافہ کیا گیا ہے یعنی یا شرمگاہ کے سوراخ میں (منی یا مذی) پائی جائے چنانچہ منیۃ المصلی میں ہے:۔

وان استیقظ فوجد فی احلیلہ بللا [1]

۳۷

طحطاوی ——— وجوبِ غسل کے اسباب کی بحث میں تنویر الابصار اور اس کی شرح

---

[1] منیۃ المصلی، ص ۱۴

درِمختار میں ہے کہ اگر نیند سے بیدار ہونے والا شخص منی یا مذی (اپنے جسم یا کپڑے پر) دیکھے تو احتلام یاد ہو یا نہ غسل واجب ہوگا مصنف تنویرالابصار پر یہ اعتراض وارد ہوتا ہے کہ اگر مذی پائی جائے اور احتلام بھی یاد نہ ہو تو غسل لازم نہیں جبکہ مصنف کی عبارت سے مترشح ہوتا ہے کہ غسل بہر صورت واجب ہوگا، اس کے جواب میں شارح تنویرالابصار صاحبِ درمختار نے فرمایا کہ اگر مذی کا یقین ہو یا مذی اور ودی کے درمیان شک ہو تو غسل واجب نہ ہوگا۔

علامہ طحطاوی فرماتے ہیں کہ شارح کا قول الا اذا علم انہ مذی مصنف کے قول وان لم یتذکر سے متعلق ہے معطوف علیہ محذوف ان تذکر کے ساتھ اس کا ربط نہیں یعنی حالتِ عدم تذکر میں اسے یقیناً معلوم ہو کہ مذی ہے تو غسل واجب نہیں ہوگا۔ اگر اس کا تعلق محذوف ان تذکر کے ساتھ ہو تو پھر مطلب یہ ہوگا کہ غسل واجب ہے، اس لئے مؤخر الذکر کے ساتھ ربط و تعلق صحیح نہیں۔

اعلیٰحضرت —— شارح تنویرالابصار کے قول وان علم کا تعلق معطوف علیہ محذوف ان تذکر کے ساتھ اس لئے نہیں کہ تذکرِ احتلام کی صورت میں اگرچہ اسے مذی ہونے کا یقین بھی ہو، غسل واجب ہو جائے گا۔

۳۸

طحطاوی —— صاحبِ درمختار نے تنویرالابصار کے اس قول و س ؤیۃ مستیقظ کے بعد فرمایا:۔

خرج سرؤیۃ السکران والمغمی علیہ المذی

اور علامہ طحطاوی نے بعد افاقتہا کی قید لگائی جس کا مفاد یہ ہے کہ اگر سکران و مغمی علیہ (نشے والا یا بیہوش) بیماری سے افاقہ کے بعد منی دیکھیں تو

بالاتفاق غسل واجب ہوگا۔ یہ بات المذی کی قید سے معلوم ہوئی نیز یہ بھی معلوم ہوا کہ مستیقظ کے مفہوم میں تفصیل ہے۔

اعلیٰحضرت ـــــ یعنی مستیقظ کے مفہوم مخالف، سکران اور مغمیٰ علیہ پر غسل کے حکم میں تفصیل ہے یعنی اگر وہ افاقہ کے بعد مذی دیکھیں تو بالاتفاق غسل نہیں اور منی دیکھیں تو غسل ہے بخلاف مستیقظ کے کہ اس پر حالتِ منی میں بھی غسل واجب ہے اور حالتِ مذی میں بھی۔

۳۹

طحطاوی ـــــ صاحبِ درمختار کی عبارت او شک انہ مذی او ودی الخ کے بارے میں علامہ طحطاوی فرماتے ہیں کہ یہ بھی مصنف (تنویر الابصار) کے کلام وان لم یتذکر الاحتلام سے ہی متعلق ہے یعنی جب اسے احتلام یاد نہ ہو اور شک ہو کہ آیا یہ مذی ہے یا ودی، تو اس صورت میں بھی غسل واجب نہ ہوگا۔

اعلیٰحضرت ـــــ یعنی یہ اسی طرح مصنف کے قول سے متعلق ہے جیسے شارح کا قول الا اذا علم اس سے متعلق ہے کہ حالتِ عدمِ تذکر میں جب مذی کا علم ہو تو غسل واجب نہ ہوگا۔

۴۰

طحطاوی ـــــ اس پانی کے ساتھ بھی وضو جائز نہیں جس پر کوئی پاک چیز غالب آجائے، اگر وہ چیز مائع ہو تو اس کی تین صورتیں ہیں، یا تو وہ اپنی صفات میں پانی کا مبائن ہوگا یا موافق یا مماثل، اگر مبائن ہو تو اکثر اوصاف کے تغیر سے پانی مغلوب ہوگا، اگر موافق ہو تو کسی ایک صفت کی تبدیلی سے اور اگر مماثل ہو، جیسے مستعمل پانی تو پھر وزن کی زیادتی سے وہ مطلق پانی پر غالب رہے گا۔

علامہ طحطاوی فرماتے ہیں کہ چوتھی قسم کا ذکر شارح تنویر الابصار نے

نہیں کیا اور بحر الرائق میں مذکور ہے اور وہ یہ کہ اگر تمام اوصاف میں موافق نہ ہو بلکہ بعض میں مطلق پانی کے موافق ہو۔

اعلیحضرت ——— درِمختار کے مصنف نے مطلق پانی میں مخلوط ہونے والی پاکیزہ (مائع) چیز کو تین قسموں میں تقسیم کیا۔ تمام اوصاف میں پانی کے مخالف (مبائن) تمام اوصاف میں موافق اور تمام اوصاف میں مماثل، لیکن وہ مائع چیز جو بعض صفات میں مطلق پانی کے موافق ہو، اس کا ذکر نہیں کیا جیسے امامِ زیلعی نے اور ان کے متبعین نے کہا ہے، اس (عدمِ ذکر) کی وجہ حکم میں اتحاد ہے یعنی ایک وصف کی تبدیلی سے (کبھی) اس مائع چیز کے غلبہ کا حاصل ہونا لہذا اسے علیحدہ شمار نہیں کیا پس مصنف علیہ الرحمہ نے نہایت اختصار سے کام لیا ہے۔

طحطاوی ۱۸ ——— کثیر پانی جو جاری نہ ہو اور اس میں نجاست گر جائے جس کا اثر دکھائی نہ دیتا ہو، اس کے ساتھ وضو جائز ہے، متاخرین نے مربع کے لئے چالیس گز مدور (گول) کے لئے ۳۶ گز اور مثلث کے لئے سوا پندرہ گز مقرر کیا ہے، مثلث کی کل مساحت معلوم کرنے کے لئے علامہ طحطاوی نے ضابطہ بیان فرمایا کہ اس کے ایک ضلع کو اسی کے ساتھ ضرب دے کر حاصل ضرب کا عشر (دسواں حصہ) اور ثلث (تیسرا حصہ) نکالا جائے پھر ان دونوں کو جمع کیا جائے تو کل مساحت آجائے گی، اب ایک ضلع $15\frac{1}{4}$ کو اسی کے ساتھ ضرب دینے سے حاصل ضرب $232\frac{9}{16}$ آتے ہیں۔

اس کسر ($\frac{9}{16}$) کو طحطاوی نے نصف گز اور ا گز کا $\frac{1}{8}$ قرار دیا (جبکہ یہ نصف گز اور $\frac{1}{8}$ کا نصف یعنی $\frac{1}{16}$ بنتا ہے)

اس کے بعد حاصل ضرب کا عشر علامہ طحطاوی نے نکالا ہے جو ۲۳ $\frac{۴۱}{۱۶۰}$ گز ہے اور اس کسر کو علامہ طحطاوی نے نصف گز اور $\frac{۸}{۱۰}$ کا نصف یعنی $\frac{۲}{۵}$ قرار دیا، اس کے بعد حاصل ضرب کے ثلث کا ذکر نہیں (موجودہ نسخہ میں حاشیہ پر مندرج ہے اور $\frac{۲۵}{۴۸}$ ۷۷ گز ہے) اب عشر اور ثلث کو جمع کرنے سے ایک سو گز پورے اور $\frac{۳}{۴}$ گز نیز کچھ اور جو ربع سے بھی کم ہے، حاصل جمع آتا ہے جو اس حوض کی کل مساحت ہے جو مثلث کی شکل میں ہے۔

اعلیٰحضرت —— آپ فرماتے ہیں، معلوم ہوتا ہے کہ یہاں عبارت رہ گئی ہے پھر آپ نے وہ عبارت نقل فرمائی (جدید نسخہ میں حاشیہ پر وہ عبارت موجود ہے) جس میں علامہ طحطاوی کے لفظ سدس ثمن ذراع کی تصحیح کرتے ہوئے نصف ثمن ذراع درج فرمایا یعنی $\frac{۹}{۱۶}$ نصف ذراع اور نصف ثمن ہے نہ نصف اور سدس ثمن اور پھر حاصل ضرب کا ثلث جو حاشیۃ الطحطاوی میں رہ گیا تھا، درج فرمایا، البتہ جدید نسخہ میں حاشیہ پر جو ثلث دیا گیا ہے اس میں اور اعلیٰحضرت کے تحریر کردہ ثلث میں الفاظ کا فرق ہے البتہ مفہوم دونوں کا ایک ہے، اعلیٰحضرت کا تحریر کردہ ثلث $\frac{۶۵۱}{۱۲۵۰}$ ۷۷ اور طحطاوی کے حاشیہ کے مطابق $\frac{۲۵}{۴۸}$ ۷۷ اور یہ کسر نصف ذراع اور $\frac{۱}{۸}$ کا چھٹا حصہ ہے۔

(تفصیل کے لئے دیکھئے فتاوی رضویہ ج ۱ ص ۳۲۲)

طحطاوی ۴۲ —— ظاہر روایت کے مطابق وضو کا مستعمل پانی پاک ہے اگرچہ جنبی سے ہو لیکن اس کا پینا اور اس سے آٹا گوندھنا مکروہ تنزیہی ہے اور روایت نجاست کے مطابق مکروہ تحریمی ہے (تنویر الابصار مع الدر المختار)

امام طحطاوی فرماتے ہیں بحر الرائق میں ہے کہ روایت نجاست کے مطابق حرام ہے کیونکہ قرآن پاک میں فرمایا ویحرم علیہم الخبائث اور انہی

سے نجاست بھی ہے الخ اور شارح (صاحبِ درمختار) نے امام محمد رحمہ اللہ کا قول اختیار کرتے ہوئے کہ کراہتِ تحریمیہ عین حرام ہے، اسے مطلق بیان کیا۔

اعلیٰحضرت ـــــــ میں کہتا ہوں بلکہ ظاہر یہ ہے کہ شارح نے قطعیت اور ظنیت کا فرق اختیار کیا کہ دلیل قطعی کے ساتھ ممانعت حرام اور دلیل ظنی کے ساتھ مکروہ تحریمی ہے اور دونوں قول اجتہاد کے مطابق ہیں، کسی کے بارے میں قطعی بات نہیں کہی جاسکتی۔

۴۳
طحطاوی ـــــــ اگر کنوئیں میں چوہا وغیرہ گر جائے اور وقت معلوم نہ ہو تو جب سے وہ گرا، پانی ناپاک شمار کیا جائے گا ورنہ ایک دن اور رات سے، بشرطیکہ وہ پھولا نہ ہو اور یہ حکم وضو اور غسل کے بارے میں ہے لیکن اس پانی سے جو آٹا گوندھا گیا اسے کتوں کے آگے ڈال دیا جائے اور کہا گیا ہے کہ بیچ دیا جائے۔ یہ امام شافعی کا مسلک ہے (درمختار)

امامِ طحطاوی فرماتے ہیں داؤدی مذہب رکھنے والوں کے نزدیک بھی یہی ہے جس طرح بحرالرائق میں ہے اور یہ اس لئے کہ ان کے نزدیک پانی فی الحال نجس ہوگا، پہلے کا اعتبار نہیں۔

اعلیٰحضرت ـــــــ شافعیہ اور داؤدیہ کے اس قول کی وجہ یہ ہے کہ شافعیہ کے نزدیک پانی جب قلتین (دو مٹکوں) کو پہنچ جائے تو ناپاک نہیں ہوتا اور ظاہریہ داؤدیہ کے نزدیک مطلقاً ناپاک نہیں ہوتا۔

۴۴
طحطاوی ـــــــ تیمم کے ارکان اور شرائط کے بیان میں صاحبِ درمختار فرماتے ہیں کہ نیت، تیمم کی شرائط میں سے ہے۔

امامِ طحطاوی فرماتے ہیں کہ زمین پر ضرب کے وقت نیت کی جائے جس طرح نورالایضاح میں ہے و وقتھا عند ضرب یدہ علیٰ ما یتیمم بہ [1]

---
[1] حاشیۃ الطحطاوی، ج ۱، ص ۱۲۴

اعلیٰحضرت ـــــ یعنی اگر کسی شخص نے ضرب کے وقت نیت نہ کی بلکہ ضرب کے بعد نیت کی تو اس کا کیا حکم ہے؟ اسے امام طحطاوی نے اپنے قول بضربتین کے قریب بیان کیا ہے اور وہ یہ ہے:

لو احدث بعد الضرب او نوی بعدہ لا یجزیہ[1]

اگر ضرب کے بعد بے وضو ہوگیا یا ضرب کے بعد نیت کی تو تیمم جائز نہیں۔

۴۵

طحطاوی ـــــ شارح تنویر الابصار، صاحب درمختار فرماتے ہیں:

ومعادن فی محالہا فیجوز بتراب علیہا

"معدنیات جو اپنی جگہ پر ہیں ان پر چڑھی ہوئی مٹی سے تیمم جائز ہے۔"

یعنی خود معدنیات سے کسی صورت میں جائز نہیں، چاہے اپنے مقام پر ہوں یا منتقل کیے گئے ہوں، صرف ان پر لگی ہوئی مٹی سے جائز ہے۔

علامہ طحطاوی فرماتے ہیں کہ فیجوز پر "ف" تفریع لانے کی کوئی وجہ نہیں کیونکہ پہلے معدنیات کا ذکر ہے اور بعد میں مٹی کا ذکر ہے۔

اعلیٰحضرت ـــــ آپ فرماتے ہیں کہ یہ فائے تفریع نہیں بلکہ فی محالہا سے جو نفی ثابت ہوتی ہے اس کی علت کے طور پر فا لائی گئی ہے یعنی فی محالہا کہہ کر نفسِ معدنیات سے تیمم کے جواز کو مطلقاً منتفی کیا گیا ہے، چاہے وہ اپنے مقام پر ہوں یا کسی دوسرے مقام پر منتقل کیے گئے ہوں اور اس کی علت یہ ہے کہ تیمم مٹی سے ہوسکتا ہے، اور جب معدنیات

---

[1] حاشیۃ الطحطاوی، ج ۱، ص ۱۲۴

مٹی نہیں ہیں تو ان سے بھی تیمم ناجائز ہوگا، فتح القدیر اور بحر الرائق میں یونہی ہے۔

طحطاوی ۴۶ ——— درِ مختار میں ہے کہ اگر کسی شخص کو کوئی دوسرا آدمی تیمم کرائے تو مٹی پر تین ضربیں مارے، ایک چہرے کے لئے اور دو دونوں ہاتھوں کے لئے، حالانکہ اس سے قبل مصنف کے قول بضربتین کے ساتھ ہی ولو من غیرہ کی قید گزر چکی ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ صرف دو ہی ضربیں ہوں گی اگرچہ غیر سے تیمم کرائے۔

اعلیٰحضرت ——— آپ نے درمختار کی کلام میں تضاد واضح کر کے تین ضربوں کی وجہ بیان فرمائی۔ (فرمایا) شاید تین ضربوں کی وجہ یہ ہے کہ عام طور پر جب کوئی شخص کسی اور کو تیمم کراتا ہے تو وہ اپنے ہاتھوں سے اسکے دونوں ہاتھوں کا مسح کرتا ہے، پس جب ضربِ ثانی کے ساتھ اس نے اس کے دائیں ہاتھ کا مسح کیا تو مٹی مستعمل ہو گی لہٰذا بائیں ہاتھ کیلئے تیسری ضرب کی ضرورت پڑے گی، پس خود تیمم کرنے اور تیمم کروانے میں یہی فرق ہے۔

طحطاوی ۴۷ ——— صلوٰۃ کسوف اور سننِ مؤکدہ اگرچہ صبح کی سنتیں ہوں، جب ان کے فرائض کے بغیر فوت ہونے کا خوف ہو تو تیمم کے ساتھ پڑھی جاسکتی ہیں، اس کی مختلف صورتیں بیان کی گئی ہیں، مثلاً ایک صورت یہ ہے کہ اگر کوئی شخص یہ سمجھتا ہو کہ وضو کرنے سے تنگیٔ وقت کے سبب سنتیں فوت ہو جائیں گی اور اگر تیمم کرے تو سنت اور فرض دونوں اس کے ساتھ پڑھ سکتا ہے لیکن اس سے یہ لازم آئیگا کہ فرض بھی تیمم کے ساتھ پڑھے جائیں گے حالانکہ پانی کی موجودگی میں عبادت کے فوت ہونے کے خوف سے تیمم دوسری عبادت کو کفایت

نہیں کرسکتا جب تک کہ وہ دوسری عبادت ایسی نہ ہو جس کے بلا بدل فوت ہونے کا خوف ہو (مثلاً عید کی نماز وغیرہ) اب دو عبادتوں کے درمیان اتنا وقت نہیں کہ طہارت حاصل ہو جائے اور صبح کے فرض بدل کی طرف فوت ہو رہے ہیں (یعنی ان کی قضا ہے) لہٰذا یہ فرض اس تیمم سے ادا نہیں کیے جا سکتے اور اگر ہم سنت کی ادائیگی کے بعد پانی سے طہارت لازم قرار دیں تو صبح کے فرضوں کی ادائیگی فوت ہو رہی ہے اور یہ سنتوں کی وجہ سے ہوا لہٰذا یہ باطل ہے (حلبی)

امام محمد علیہ الرحمہ کے قول پر یہ صورت بن سکتی ہے کہ سورج کے بلند ہونے پر قضا کرے اور وہ اس طرح کہ زوال سے قبل تک مؤخر کر دے کیونکہ اگر وہ وضو کرے تو وقت نکل جائے گا اور اگر تیمم کرے تو ادائیگی ممکن ہے پس تیمم کر کے شروع کر دے۔

بعض نے یہ صورت بیان کی ہے کہ پانی کی عدم موجودگی کے سبب فرضوں کے لئے تیمم کیا، صبح کی سنتیں شروع کیں پھر قعود بقدر تشہد سے پہلے پانی مل گیا، اب وقت اتنا ہی ہے کہ جس میں وضو کیا جا سکتا ہے اور صرف دو فرض پڑھے جا سکتے ہیں پس وہ اسی تیمم سے سنتوں کو پورا کرے اور پھر وضو کر کے فرض پڑھے اور پانی مل جانے کے باوجود سنتوں کو نہ توڑے کیونکہ ایسا کرے گا تو صبح کی سنتیں (اکیلی) فوت ہو جائیں گی، اب یہاں اسباب رخصت مختلف ہیں پہلا سبب رخصت پانی کا نہ ہونا تھا اور اب وقت کی تنگی ہے۔

اعلیٰحضرت ——— یعنی اب اس تیمم کے ساتھ سنتوں کو پورا کرے اور پھر وضو کر کے (وقت نہ ہونے کے سبب) صبح کے فرض ظہر کے وقت قضا کرے۔

طحطاوی ۴۸ ——— اس بارے میں اختلاف ہے کہ جب کوئی کافر اسلام لانے کے لئے تیمم کرے تو آیا یہ تیمم درست ہے اور اس کے ساتھ نماز پڑھی جا سکتی ہے یا نہیں؟ امام ابو یوسف رحمۃ اللہ کے نزدیک یہ درست ہے اور اس تیمم سے نماز بھی جائز ہے اور امام ابو حنیفہ و امام محمد رحمہما اللہ کے نزدیک جائز نہیں کیونکہ تیمم میں نیت شرط ہے اور کافر کی نیت صحیح نہیں۔

امام طحطاوی نے بحر الرائق کا قول نقل کرتے ہوئے فرمایا کہ اس تیمم کے ساتھ نماز کا صحیح نہ ہونا متفق علیہ مسئلہ ہے اور امام ابو یوسف نے تو یہ فرمایا کہ یہ اسلام لانے کے لئے صحیح ہے۔

اعلیٰحضرت ——— امام ابو یوسف علیہ الرحمہ کے نزدیک کافر کا تیمم اسلام لانے کے لئے صحیح ہے اور اس کے ساتھ ادائیگی نماز بھی درست ہے، بحر الرائق میں اس کی تصریح ہے اور وہ یہ ہے:۔

روی عن ابی یوسف اذا تیمم ینوی الاسلام جاز حتی لو اسلم لا یجوز لہ ان یصلی بذلک التیمم عند العامۃ وعلی روایۃ ابی یوسف جاز[1]

طحطاوی ۴۹ ——— اگر کسی مقام پر جنبی، حائض، بے وضو اور میت ہوں اور پانی صرف ایک کو کفایت کرتا ہو تو اس کے استعمال کا کون زیادہ مستحق ہے؟ اس میں تفصیل ہے اور وہ یہ کہ اگر پانی مباح ہو تو جنبی اولیٰ ہے، اگر ان میں سے کسی ایک کی ملکیت ہو تو وہ خود استعمال کرے اور اگر ان سب میں مشترک ہو تو میت کے لئے صرف کیا جائے اور باقی تیمم کریں۔۔ اس کی مختلف وجوہات

---

[1] حاشیہ طحطاوی، ج ۱، ص ۱۳۰

ہیں :-

(i) تجہیز میت میں جلدی مطلوب ہے۔

(ii) میت کے لئے پانی کا حصول ناممکن ہے۔

(iii) میت کی جانب سے اپنے حصے کی عطا ناممکن ہے۔

امام طحطاوی نے اعتراض کیا کہ جب مشترکہ پانی میت پر صرف کیا جاتا ہے تو مباح پانی کا صرف کرنا تو اولیٰ ہوگا۔

اعلیٰحضرت ——— شاید یہاں میت کے لئے مشترکہ پانی کے استعمال کا حکم تیسری دلیل پر مبنی ہے یعنی میت کی طرف سے عطا کا عدم جریان اور مباح پانی میں یہ دلیل جاری نہیں ہوتی لہٰذا وہاں جنبی اولیٰ ہے۔

۵۰

طحطاوی ——— ایک ہی جگہ سے ایک پوری جماعت تیمم کر سکتی ہے کیونکہ مٹی مستعمل نہیں ہوتی اور اگرچہ وہ مٹی موجود ہاتھوں سے لگی ہوئی ہے یہاں تک کہ اگر تیمم کرنے والوں کے ہاتھوں سے مٹی کو جھاڑ کر جمع کیا جائے تو اس کے ساتھ بھی تیمم جائز ہے۔

اعلیٰحضرت ——— مٹی استعمال کی صفت سے موصوف نہیں ہوتی، علامہ شامی نے نہر الفائق، حلیہ اور غنیہ کے حوالے سے ثابت کیا ہے کہ جو مٹی ہاتھوں کے ساتھ لگی ہو اور اس کے ساتھ مسح کرے تو وہ مستعمل ہو جائیگی البتہ وہ جگہ مستعمل نہیں ہوگی جہاں سے تیمم کیا گیا[1]

(اعلیٰ حضرت فرماتے ہیں) ہم نے اللہ تعالیٰ کی توفیق سے تحقیق کی ہے کہ صحیح یہ ہے کہ مطلقاً مٹی مستعمل نہیں ہوتی، ہمارے فتاویٰ (فتاویٰ رضویہ) میں ملاحظہ کریں۔

---

[1] شامی، ج ۱، ص ۱۶۹

طحطاوی ۵۱ ——— نواقضِ تیمم کے سلسلے میں صاحبِ تنویر الابصار نے فرمایا

و ناقضہ ناقض الاصل، علامہ طحطاوی فرماتے ہیں کہ مطلق تیمم چاہے حدثِ اصغر سے ہو یا حدثِ اکبر سے، ناقضِ وضو سے ٹوٹ جاتا ہے، چاہے صرف ناقضِ وضو پایا جائے یا ناقضِ غسل اور ناقضِ وضو دونوں پائے جائیں، لہٰذا اگر ناقضِ وضو پایا گیا تو وہ آدمی محدث کہلائے گا جنبی نہیں ہوگا اور اگر ناقضِ غسل پائے گئے تو اس پر جنبی کا اطلاق ہوگا، محدث کا اطلاق نہ ہوگا فیصیر جنبا لا محدثا چاہے وہ تیمم حدث سے کیا ہو یا جنابت سے۔

اعلیٰحضرت ——— علامہ طحطاوی کے قول لا محدثا کی وضاحت کرتے ہوئے اعلیٰحضرت فرماتے ہیں کہ محدث بحدثِ اصغر مراد ہے (یعنی محدث تو ہوگا مگر حدثِ اکبر کے ساتھ نہ کہ حدثِ اصغر کے ساتھ) اگرچہ ہر جنبی محدث ہے۔

اسی سے علامہ طحطاوی کا نقل کردہ وہ اعتراض دور ہو گیا کہ جب ایک آدمی جنبی ہوگا تو وہ محدث ضرور ہوگا (جواب کی تفصیل یہ ہے کہ جنبی محدث ضرور ہے لیکن حدثِ اصغر کے ساتھ نہیں بلکہ حدثِ اکبر کے ساتھ)

طحطاوی ۵۲ ——— زخمی ہاتھوں والے شخص کو اگر ایسا شخص مل جائے جو وضو کرائے، تو امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک غیر سے مدد مستحب ہے اور صاحبین کے نزدیک فرض ہے اور اس اختلاف کی وجہ یہ سوال ہے کہ آیا قدرتِ غیر سے یہ شخص قادر شمار کیا جائے گا یا نہیں؟ (حلبی)

اعلیٰحضرت ——— امام ابوحنیفہ کے نزدیک قادر شمار نہیں کیا جائیگا اور

صاحبین کے نزدیک شمار کیا جائے گا اور ردالمحتار میں ہے کہ امام صاحب کے نزدیک قدرت کا عدمِ اعتبار مطلقاً نہیں بلکہ بعض مواضع میں ہے۔[1]

۵۳
طحطاوی —— حیض کی کم سے کم مدت تین دن رات ہے اور اس کا اندازہ ساعتِ فلکی کے ساتھ کیا جائے گا (تنویر الابصار مع الدر المختار) علامہ طحطاوی ساعتِ فلکی کے بارے میں فرماتے ہیں کہ اس کی ہر ساعت پندرہ درجہ کی ہوتی ہے۔

اعلیحضرت —— یعنی ایک ساعت میں کوکبِ ثابت کی حرکتِ غربیہ پندرہ درجہ ہوگی اور کوکب ثابت اور آفتاب کی حرکت کے درمیان اتنا تفاوت ہوگا جس قدر ایک ساعت میں سیرِ وسط کے ساتھ سورج چلتا ہے اور وہ (سیرِ شمس) دو دقیقے ۲۹ ثانیے ۳۳ ثالثے، ۳۲ رابعے اور ۳۸ خامسے ہیں۔

۵۴
طحطاوی —— حدیثِ پاک میں جو آیا ہے کہ بچہ سات سال کا ہو جائے تو اسے نماز کا کہا جائے گا اور جب دس سال کا ہو جائے تو اسے نماز نہ پڑھنے پر مارا جائیگا۔ اس پر علامہ طحطاوی استفسار کرتے ہیں کہ کیا سات سال کے بچے کو نماز کا حکم دینا اسی طرح واجب ہے جیسے دس سال کے بچے کو مارنا واجب ہے اور کیا ہر صورتِ وجوب میں وجوبِ اصطلاحی مراد ہے یا وجوب فرض کے معنی میں ہے؟

اعلیحضرت —— علامہ شامی نے بیان کیا ہے کہ ہاں کیونکہ امر ہے اور امر وجوب کے لئے آتا ہے اور وجوب سے استحباب کی طرف پھیرنے والی کوئی علت نہیں۔ علامہ شامی نے یونہی یہ بھی بیان کیا کہ وجوب اپنے اصطلاحی معنی میں ہے

---

[1] ردالمحتار، ج ۱، ص ۵۰۹، باب صلوٰۃ المریض

فرض کے معنیٰ میں نہیں کیونکہ حدیث ظنی ہے قطعی نہیں، علامہ شامی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں:۔

وظاهر الحدیث ان الامر لابن سبع واجب کالصلٰوۃ والظاهر ایضاان الوجوب بالمعنی المصطلح علیہ لابمعنی الافتراض لان الحدیث ظنی [۱]

۵۵
طحطاوی ــــــ خزانہ میں ہے کہ جب ظہر کا وقت حدِ اختلاف میں داخل ہوجائے یعنی ہر چیز کا سایہ اس کی ایک مثل ہوجائے تو یہ وقت مکروہ ہے۔

اعلیٰحضرت ــــــ اسی کتاب حاشیۃ الطحطاوی کے ص ۱۷۹، نیز بحرالرائق کے حوالہ سے مذکور ہے کہ وقتِ ظہر میں کوئی کراہت نہیں (اعلیٰ حضرت فرماتے ہیں) اور یہی زیادہ بہتر ہے جیسا کہ میں نے ردالمحتار کے حاشیہ پر تحقیق کی ہے۔

بحرالرائق کی عبارت یہ ہے:۔

لان الفجر والظهر لاکراهة فی وقتهما [۲]

۵۶
طحطاوی ــــــ اذان میں ترجیع نہیں یعنی اول آہستہ آواز سے شہادتین کہنا اور پھر بلند آواز سے کیونکہ اذان سے مقصود اعلان ہے اور آہستہ آواز سے یہ مقصد حاصل نہیں ہوتا، بحرالرائق میں اسے مباح قرار دیا گیا ہے جبکہ صاحب الملتقیٰ اور قہستانی نے مکروہ کہا ہے۔ علامہ طحطاوی کہتے ہیں کہ کراہت کا قول مقدم ہے جیسا کہ حلبی میں ہے۔

---

[۱] ردالمحتار ج ۱، ص ۲۳۵، کتاب الصلوٰۃ

[۲] حاشیۃ الطحطاوی ج ۱، ص ۱۷۹ و بحرالرائق، ج ۱، ص ۲۴۹

اعلیٰحضرت ——— ملتقی سے مراد ملتقی الابحر ہے جو قابلِ اعتماد چار متون، قدوری، مختار، کنز، وقایہ، کا جامع متن ہے اور اس کے مصنف امام علامہ ابراہیم بن محمد حلبی (م ۹۵۶ھ) ہیں جو منیۃ المصلی کی دو شرحوں کبیر اور صغیر کے مصنف ہیں۔

۵۷
طحطاوی ——— اذان واقامت کے ساتھ تکرارِ جماعت میں کوئی حرج نہیں، شارح تنویر الابصار (صاحب درِمختار) کا قول لا بأس سے پتہ چلا کہ عدمِ تکرار اولیٰ ہے۔

اعلیٰحضرت ——— عدمِ تکرار اولیٰ نہیں بلکہ تکرار افضل ہے جیسے ردالمحتار میں خزائن الاسرار کے حوالے سے قاضی خاں کی عبارت نقل کی گئی اور وہ یہ ہے :۔

یکرہ تکرار الجماعۃ فی مسجد محلۃ باذان و اقامۃ الا اذا صلی بہما فیہ اولا غیر اھلہ و اھلہ لکن بمخافتۃ الاذان و لو کرر اھلہ بدونہما اوکان مسجد طریق جاز اجماعا کما فی مسجد لیس لہ امام ولا موذن ویصلی الناس فیہ فوجا فوجا فان الافضل ان یصلی کل فریق باذان و اقامۃ علی حدۃ کما فی امالی قاضیخان ؎

علامہ طحطاوی فرماتے ہیں :۔

ویکرہ تکرار الجماعۃ باذان واقامۃ فی مسجد

؎ ردالمحتار، ج ۱ ص ۳۷۱، باب الامامۃ

محلۃ لا فی مسجد طریق او مسجد لا امام لہ ولا مؤذن
اما اذا کررت بغیر اذان فلا کراھۃ مطلقا سواء کان
مسجد محلۃ او غیرہ وعلیہ مسلمون (المجتبیٰ) ؎۱

عدمِ جواز کے وہم کو دور کرنے کے لئے لا بأس لایا گیا اور جواز کی طرف اشارہ فرمایا۔

۵۸

طحطاوی ـــــ امام کے مصلّی کے اوپر کھڑا ہونے تک مؤذن بیٹھا رہے یعنی جب امام مصلّی پر آجائے تو پھر کھڑے ہو کر تکبیر کہے۔

اعلیحضرت ـــــ فتاوٰی ہندیہ (عالمگیری) میں کھڑے ہو کر امام کی انتظار کرنے کو مکروہ لکھا ہے، فتاوٰی ہندیہ کی عبارت یہ ہے:۔

اذا دخل الرجل عند الاقامۃ یکرہ الانتظار
قائما ولکن یقعد ثم یقوم اذا بلغ حی علی
الفلاح ؎۲

۵۹

طحطاوی ـــــ شرائطِ نماز میں سے چھٹی شرط استقبالِ قبلہ ہے اور اس کی دو صورتیں ہیں، کعبۃ اللہ کے سامنے کھڑا ہونے والے کے لئے عین کعبہ کو دیکھنا اور غیر معاین کے لئے جہتِ قبلہ کی طرف منہ کرنا

اس کی صورت یہ بیان کی گئی ہے کہ نمازی کے چہرہ سے ایک خط زاویہ قائمہ پر اُفق کی طرف فرض کیا جائے جو کعبۃ اللہ پر سے گزرے اور ایک دوسرا خط جو دائیں بائیں اس خط کو دو قائمہ زاویوں پر قطع کرے

؎۱ حاشیۃ الطحطاوی، ج ۱، ص ۲۴۰

؎۲ فتاوٰی ہندیہ، ج ۱، ص ۵۷، باب الاذان

(در مختار)۔ علامہ طحطاوی نے الدرر کے حوالے سے لکھا :

" ایک یہ کہ وہ خط جو نمازی کی پیشانی سے نکلے اور اس خط سے مل جائے جو کعبۃ اللہ سے سیدھا گزرتا ہے، اس سے دو زاویئے قائمے حاصل ہوں گے جس کی صورت یہ ہے :۔

کعبۃ اللہ

جبین المصلی — جبین المصلی
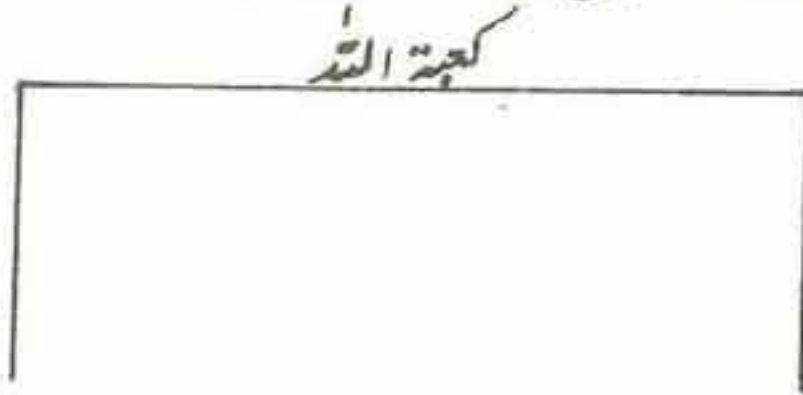
ایک زاویہ اس خط سے پیدا ہوگا جو کعبۃ اللہ سے گزرتا ہے اور ایک قائمہ زاویہ اس خط سے حاصل ہوگا جو نمازی کی پیشانی سے نکلتا ہے، اس سے دو زاویے قائمے پیدا ہوتے ہیں۔

دوسری صورت یہ ہے کہ کعبۃ اللہ ان دو خطوں کے درمیان واقع ہو جو دماغ میں جا ملتے ہیں، پھر آنکھوں کی طرف نکلتے ہیں جیسے مثلث کے دو ضلعے ہوتے ہیں، اس کی صورت یہ ہے :۔

جبہہ — کعبۃ اللہ — جبہہ

دماغ
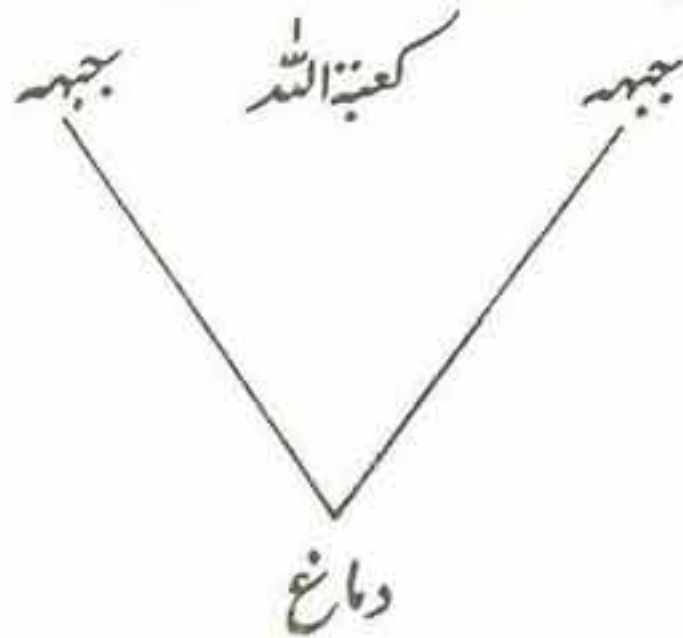
اعلیحضرت ——— کہا جاتا ہے کہ صورتِ مسئلہ اس طرح نہیں جس طرح علامہ طحطاوی نے سمجھا بلکہ کعبۃ اللہ سے گزرنے والے خط سے مراد وہ خط ہے جو

اس کے دونوں پہلوؤں سے دائیں بائیں گزرتا ہے اور دو قائمہ زاویوں سے مراد وہ زاویے ہیں جو نمازی کی پیشانی سے نکلنے والے خط کے دونوں طرف وہاں پیدا ہوتے ہیں جہاں یہ خط کعبۃ اللہ سے گزرنے والے خط سے ملتا ہے۔

علامہ شامی بھی سمجھے اور انہوں نے الدرر کی اس تصویر کو توجیہ تحقیقی پر محمول کیا جس طرح ہم نے شامی کے حاشیہ پر بیان کیا لیکن اقرب بلکہ زیادہ بہتر یہ ہے کہ یہ دونوں صورتیں (جو الدرر میں بیان ہوئیں) توجیہ تقریبی کے لئے ہیں (تحقیقی کے لئے نہیں) اور جبین کا معنی پیشانی (جبہہ) کی دونوں طرفیں ہیں اور انہیں جبین کہتے ہیں (لیکن ایک جبہہ میں دو جبین ہیں) اسی طرح قاموس اور رد المحتار[1] میں ہے، اس صورت میں وہی صورت صحیح ہوگی جو علامہ طحطاوی نے نقش فرمائی۔

۶۰

طحطاوی ——— یہ دوسری صورت کا ذکر ہے جو اوپر بیان ہو چکی

اعلیٰحضرت ——— بہتر وہی ہے جو الدرر میں ہے (اس کا ذکر بھی پیچھے علامہ شامی کے حوالے سے ہو چکا ہے۔ مرتب)

۶۱

طحطاوی ——— آخری قعدہ کے بارے میں اختلاف کا ذکر کرتے ہوئے صاحبِ درِ مختار نے کہا کہ (یہ رکن نہیں بلکہ) ظاہر یہ ہے کہ یہ شرط ہے کیونکہ یہ نماز سے خروج کے لئے مشروع ہوا جس طرح تحریمہ شروع نماز کے لئے مشروع ہے اس پر علامہ طحطاوی نے نہر الفائق کی عبارت بطورِ دلیل پیش کی کہ اگر قعدہ اخیرہ رکن ہوتا تو نماز کی ماہیت اس پر موقوف ہوتی حالانکہ اس پر ماہیتِ نماز موقوف نہیں، اسی لئے اگر کوئی شخص قسم اٹھائے کہ وہ نماز

[1] فان الجبین طرف الجبھۃ وھما جبینان (رد المحتار، ج ۱، ص ۲۲۸)

نہیں پڑھے گا تو سجدہ سے سر اٹھاتے ہوئے حانث ہو جائیگا۔[1]

علامہ طحطاوی مزید لکھتے ہیں، کیا قعدۂ اخیرہ کے بارے میں وہ بات کہی جاسکتی ہے جو تحریمہ کے بارے میں کہی جاتی ہے (یعنی شرائط کی رعایت نہ کرنا کیونکہ تحریمہ میں شرائطِ نماز کی رعایت تحریمہ کے رکن ہونے کی وجہ سے ہے کیونکہ قیام فرض ہے) لہٰذا جب قعدۂ اخیرہ میں رعایتِ شروط کے سلسلہ میں کوئی اعتراض نہیں ہوا جبکہ تحریمہ میں شرائط کی رعایت باعثِ قیل وقال ہے تو معلوم ہوا کہ قعدۂ اخیرہ تحریمہ کی طرح نہیں لہٰذا اس کے رکن ہونے کے بارے میں اس طرح کا اختلاف اور بحث وتحیص نہیں ہے جس طرح تحریمہ کے بارے میں ہے۔

اعلیٰحضرت —— اعلیٰحضرت تعجب کا اظہار کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ علامہ طحطاوی پر رحم فرمائے کہ کس طرح "المسائل الاثنی عشریہ" مشہورہ آپ کے ذہن سے نکل گئے۔ ان مسائل سے معلوم ہوتا ہے کہ قعدۂ اخیرہ رکن ہے کیونکہ قعدۂ اخیرہ میں ان بارہ باتوں کا پیدا ہونا نماز کو توڑ دیتا ہے۔

مختصر القدوری میں "المسائل الاثنی عشریہ" کا ذکر اس طرح ہے :۔

وان رأى المتيمم الماء في صلوٰته بطلت صلوٰته وان رآه بعد ما قعد قدر التشهد او كان ماسحا فانقضت مدة مسحه او خلع خفيه بعمل قليل او كان اميا فتعلم سورة او عريانا فوجد ثوبا او موميا فقدر على الركوع والسجود او تذكر ان عليه صلوٰة قبل

---

[1] حاشیۃ الطحطاوی، ج ۱، ص ۲۰۳

ھٰذہ او احدث الامام القاری فاستخلف امیا او طلعت الشمس فی صلوٰۃ الفجر او دخل وقت العصر فی الجمعۃ او کان ماسحا علی الجبیرۃ فسقطت عن برء او کانت مستحاضۃ فبرأت بطلت صلوٰتہم فی قول ابی حنیفۃ وقال ابو یوسف و محمد تمت صلوٰتہم فی ھٰذہ المسائل [1]

حلیہ میں بدائع کے حوالے سے منقول ہے کہ قعدۂ اخیرہ کے لئے وہ شرائط ہیں جو باقی ارکان کے لئے ہیں۔

٦٢

طحطاوی ——— مقتدی پر امام کی اتباع کس کس بات میں واجب ہے؟ حلیہ میں ہے کہ واجبات نماز میں واجب ہے سنن میں نہیں کیونکہ ان کی ادائیگی واجب نہیں۔ امام طحطاوی فرماتے ہیں کہ واجب کے علاوہ اس غیر واجب میں بھی اتباع امام ضروری ہے جو منسوخ نہیں ہوا۔ کما یاتی قریبا کہہ کر علامہ طحطاوی نے اس کے کچھ بعد فرمایا :۔

اعلم ان المتابعۃ واجبۃ فی الواجب و فی غیر الواجب الذی لم ینسخ کالزیادۃ علی الثلاث فی تکبیرات العیدین۔

اعلحضرت ——— جو کچھ امام طحطاوی نے دوبارہ ذکر کیا وہ بھی نقل کی طرف منسوب نہیں اور جو تحقیق علامہ شامی نے فرمائی وہ اقرب ہے یعنی سنت میں متابعت امام سنت ہے چنانچہ علامہ شامی فرماتے ہیں :۔

---

[1] مختصر القدوری، ص ۴٦، باب صفۃ الصلوٰۃ

فعلم من هذا ان المتابعة ليست فرضا بل تكون واجبة فی الفرائض والواجبات العقلية وتکون سنة فی السنن [1]

ہاں ارکان اربعہ میں متابعت ہر مشروع میں واجب ہے۔

۶۳
طحطاوی —— امام طحطاوی فرماتے ہیں کہ حلبی نے فرض میں متابعت کو فرض قرار دیا ہے حالانکہ (مطلق) ایسا نہیں بلکہ (اس میں تفصیل ہے اور وہ یہ کہ) اگر مطلقاً فرض کی ادائیگی مراد ہے چاہے امام کے ساتھ ہو یا بعد میں، تو پھر بات ٹھیک ہے اور اگر مراد یہ ہے کہ امام کے ساتھ مل کر فرض کی ادائیگی فرض ہے تو یہ قطعاً واجب ہے۔

اعلیحضرت —— میں کہتا ہوں یہ واجب نہیں بلکہ واجب عدم تاخیر ہے بایں معنی کہ مقتدی کا فعل امام کے اس فعل سے فراغت کے بعد نہ ہو لیکن جہاں تک قران کا تعلق ہے تو وہ سنت ہے جس طرح علامہ شامی نے تحقیق فرمائی، علامہ شامی فرماتے ہیں :-

والمتابعة المقارنة بلا تعقيب و لا تراخ سنة عنده لاعندهما [2]

۶۴
طحطاوی —— ایک شخص نے نماز شروع کی، ابھی فاتحہ (مکمل یا بعض) پڑھی تھی کہ دوسرے شخص نے اس کی اقتدار کی، تو اب بوجہ امامت جہری نماز میں جہر واجب ہے لیکن اگر باقی قرارت میں جہر کرے تو لازم آئے گا کہ ایک ہی

---

[1] ردالمحتار، ج ۱، ص ۳۱۶ (مہم فی تحقیق متابعۃ الامام)

[2] ردالمحتار، ج ۱، ص ۳۱۷ (مطلب - مہم فی تحقیق متابعۃ الامام)

نماز میں بلند اور آہستہ آواز کی قرارت جمع ہو جائے، یہ امر شنیع ہے اور اگر آہستہ پڑھے تو وجوبِ جہر کے بعد عدمِ جہر لازم آتا ہے لہذا پڑھی ہوئی قرارت کو لوٹائے۔ امامِ طحطاوی فرماتے ہیں ظاہر یہ ہے کہ اعادہ میں اول کی موافقت کرے یعنی آہستہ پڑھے۔

اعلیٰحضرت ——— میں کہتا ہوں کہ اس طرح کیسے ہو سکتا ہے جبکہ غنیہ میں اسی مسئلہ کے بعد مذکور ہے کہ اگر اس نے ایک یا زیادہ آیات آہستہ پڑھی ہوں تو نماز کو بلند قرارت کے ساتھ پوری کرے اور پڑھی ہوئی قرارت کو دوبارہ نہ پڑھے اور جس طرح ردالمحتار میں ہے :۔

وقیل لم یعد وجہر فیما بقی من بعض الفاتحۃ او السورۃ کلھا او بعضھا کما فی المنیۃ [1]

۶۵

طحطاوی ——— امامت کے باب میں صاحبِ درمختار نے فرمایا کہ امامتِ صغریٰ میں مقتدی کی نماز کا امام کی نماز کے ساتھ ربط دس شرائط کے ساتھ ہے [2] جن میں سے ایک پر امام کی نماز کا صحیح ہونا ہے۔

اس کی تفصیل میں علامہ طحطاوی نے فرمایا کہ اگر مقتدی کو امام کے بارے میں ایسی بات معلوم ہو جو خود امام کے نزدیک مفسدِ نماز ہے جس طرح عورت کو ہاتھ لگانا اور امام کو اس حالت کا علم نہیں (کہ اس نے عورت کو چھوا) تو اکثر

---

[1] ردالمحتار، ج ۱، ص ۳۵۷

[2] نیۃ المؤتم الاقتداء واتحاد مکانھما وصلاتھما وصحۃ صلاۃ امامہ وعدم محاذاۃ امرأۃ وعدم تقدمہ علیہ بعقبہ وعلمہ بانتقالاتہ وبحالہ من اقامۃ وسفر ومشارکتہ فی الارکان وکونہ مثلہ او دونہ فیھا۔ (حاشیۃ الطحطاوی، ج ۱، ص ۲۳۹)

کے قول پر اس مقتدی کے لئے اس کی اقتدار جائز ہے اور ایک جماعت نے، جن میں ہندوانی بھی ہیں، عدمِ جواز کا قول کیا ہے کیونکہ امام کے نزدیک یہ نماز باطل ہے لہٰذا تبعاً مقتدی کی نماز بھی باطل ہے۔

امامِ طحطاوی فرماتے ہیں کہ بعض لوگوں نے ہندوانی کے قول سے یہ سمجھا کہ فقط امام کی رائے کا اعتبار ہے اور صحیح یہ ہے کہ دونوں کی رائے کا معاً اعتبار ہے جیسے السندی نے غایۃ التحقیق میں تصریح کی ہے۔

اعلیٰحضرت ——— (غالباً اعلیٰحضرت قدس سرہ العزیز کے نسخہ میں السندی کا نون غین کی صورت میں ہوگا اور موجودہ نسخہ میں بھی بمشکل نون کا پتہ چلتا ہے، مرتب) (چنانچہ اعلیٰحضرت فرماتے ہیں) ظاہر یہ ہے کہ لفظِ السندی نون کے ساتھ ہے۔

اکثر مشائخ نے یہ فرمایا کہ اگر امام مقاماتِ اختلاف کی رعایت کیا کرتا ہے تو پھر یہ نماز جائز ہوگی ورنہ نہیں، اسے سندی نے روایت کیا ہے۔

۶۶

طحطاوی ——— معذور کے پیچھے طاہر کی نماز صحیح نہیں چاہے وضو کرتے ہی حدث ہو یا بعد میں پیدا ہو، تنویر الابصار اور درِ مختار کی اس عبارت کے ساتھ علامہ طحطاوی نے ای وقبل الصلوٰۃ کی قید لگائی جس کا مطلب ہے کہ حدث وضو کے بعد اور نماز سے پہلے طاری ہو۔

اعلیٰحضرت ——— میں (اعلیٰ حضرت) کہتا ہوں کہ یہ (ای وقبل الصلوٰۃ کی قید) مفہوم انتہائی بعید ہے، بے شک مجتبیٰ، بحر الرائق اور فتاویٰ ہندیہ میں ایسے ہی کہا گیا جیسے متن میں ہے (قبل الصلوٰۃ کی قید کے بغیر) البحر الرائق میں ہے "مجتبیٰ میں ہے کہ حدث، وضو سے ملا ہوا ہو یا بعد میں طاری ہو، اور اس قید کے ذریعے اس بات سے احتراز کیا گیا کہ اگر وضو کرتے وقت عذر نہ ہو اور

اسی طرح (بے عذر) نماز پڑھ لے تو اس کی اقتدار صحیح ہے کیونکہ وہ طاہر کے حکم میں ہے۔

فتاویٰ ہندیہ میں ہے کہ طاہر آدمی سلسل البول والے کے پیچھے نماز نہ پڑھے لیکن یہ اس وقت ہے جب حدث وضو سے مقارن ہو یا بعد میں طاری ہو، اسی طرح زاہدی میں ہے۔

(اعلیٰحضرت فرماتے ہیں کہ فقہار کی) نص سے یہ بات معلوم ہے کہ جس نے انقطاعِ عذر کی حالت میں وضو کیا پھر اسی وقت عذر لوٹ آیا تو اس کا وضو، معذور کا وضو شمار کیا جائے گا چاہے نماز سے قبل لوٹے یا بعد میں، یہاں تک کہ اس عذر کے ساتھ وضو نہیں ٹوٹے گا بلکہ وقتِ نماز کے چلے جانے سے ٹوٹ جائے گا جیسے سب فقہار نے بیان کیا، پس جس نے انقطاعِ عذر کی صورت میں وضو کیا اور اسی حالت میں نماز پڑھی، پھر عذر اسی (نماز کے) وقت لوٹ آیا تو وہ نماز کامل نماز نہیں شمار کی جائے گا کیونکہ کامل نماز وضوِ معذور کے ساتھ ادا نہیں ہوتی پس اس کی اقتدار کیسے صحیح ہوگی کیا تو نہیں دیکھتا کہ صحیح شخص کی طہارت، طہارتِ مطلقہ ہے اور اس شخص کی طہارت جس نے انقطاعِ عذر کی حالت میں وضو کیا پھر اسی وقت میں عذر لوٹ آیا اگرچہ نماز کے بعد ہی کیوں نہ ہو، وہ وقتی (عارضی) طہارت ہے کیونکہ وقت کے نکلتے ہی باطل ہو جائے گی، پس ضعیف پر قوی کی بنار کیسے صحیح ہوگی؟

ہاں تجھے یہ بات دھوکہ نہ دے کہ جب حالتِ انقطاع میں وضو کیا اور اسی حالت میں نماز پڑھی تو ہم یقیناً جانتے ہیں کہ اس نے ایسی طہارت سے نماز ادا کی جو منافی سے محفوظ ہے (یہ بات اس لئے نہیں کہہ سکتے کیونکہ) تو جانتا ہے کہ یہ طہارتِ سالمہ سے کم درجہ کی طہارت ہے اور اس لئے بھی کہ یہ

طہارتِ مؤقتہ ہے نیز ہم یہ بھی تسلیم نہیں کرتے کہ طہارت کے منافی کوئی بات نہیں پائی گئی کیونکہ انقطاعِ ناقص طہرِ متخلل کی طرح ہے جو اتصالِ دم سے مانع نہیں بلکہ وہ مسلسل خون ہے جس طرح حائضہ عورت کے بارے میں ہے اسی طرح بحرالرائق میں السراج الوہاج سے نقل کیا گیا ہے پس جس طرح طہرِ ناقص میں حائضہ کی نماز معتبر نہیں، اسی طرح انقطاع ناقص میں امامت بھی جائز نہیں، یہ بات کتبِ فقہ کے متون و شروح سے معلوم ہوتی ہے کیونکہ انہوں نے معذور کے پیچھے صحیح کی نماز کو منع کیا ہے۔

ہاں اگر انقطاع کی حالت میں وضو کیا اور وہ انقطاع وقت کے نکلنے تک برقرار رہا تو اس شخص کا وضو صحیح لوگوں کے وضو کی طرح ہوگا اگرچہ وہ معذور ہی رہے گا، اگر دوسرے وقت میں عذر لوٹ آئے اس لئے یہ وضو خروجِ وقت سے باطل نہیں ہوتا بلکہ سیلان سے ٹوٹ جاتا ہے جیسے فقہاء نے بالاتفاق کہا ہے۔

پس اگر ہم اس قسم کے آدمی کی اقتدار کا قول کریں تو صحیح نہیں کیونکہ جب اس کا وضو معذور کا وضو ہے تو نماز بھی اسی طرح ہوگی، اسی طرح بندۂ ناتواں کے لئے ظاہر ہوا۔

مزید براں محشی (علامہ طحطاوی) نے کوئی عقلی و نقلی دلیل بھی پیش نہیں کی پھر میں نے علامہ طحطاوی کے مراقی الفلاح پر حاشیے کو دیکھا تو لا یصح اقتدار غیرہ بہ کی شرح میں لکھا ہے کہ جب عذر کی حالت میں وضو کیا یا بعد میں عذر لاحق ہوا، اگر وضو کرنے وقت عذر سے خالی ہو تو وہ صحیح کے حکم میں ہوگا۔ اس بات میں سید طحطاوی نے ازہری کی پیروی کی، پس الفاظ ازہری کے ہیں، فرق صرف اتنا ہے کہ ازہری نے فی حکم الطاہر کہا ہے۔

اور یہ کلام صحیح ہے، اگرچہ ان دونوں کے قول خالیا عنہ سے اس چیز کا وہم پیدا ہوتا ہے جو یہاں واقع ہے اور یہ اس لئے کہ ان دونوں نے طریان کو مطلقاً بعد کے ساتھ ذکر کیا لہٰذا یہ اسے بھی شامل ہے جو نماز کے بعد ہو اگرچہ اسے وقت میں حصول کے ساتھ مقید کرنا واجب ہے اور ان کا قول خالیا عنہ اسی وقت تک خالی ہو سکتا ہے جب وقت میں نہ لوٹے اور اسی طرح ان کے قول فی حکم الصحیح سے حکمِ صحیح میں ہونا ثابت نہیں ہوتا جب وہ وقت میں لوٹ آئے۔

ظاہر یہ ہے کہ محشی علیہ الرحمہ کو قائل کے قول توضا علی الانقطاع وصلیٰ کذلک سے شبہہ پیدا ہوا، پس انہوں نے اسی بات کو کافی سمجھا حالانکہ ایسا نہیں کیونکہ انقطاع سے مراد انقطاعِ معتبر ہے اور وہ انقطاع تام ہے جو پورے وقت کو گھیر لے اور یہاں یہ مراد نہیں کیونکہ اس انقطاع سے وہ معذور نہیں رہتا اور کلام معذور کے بارے میں ہے اور انقطاعِ ناقص یہ ہے کہ خروجِ وقت تک باقی رہے، اس سے وہ معذور ہی رہے گا لیکن اس میں وضو صحیح وضو کی طرح ہو گا، یہاں تک کہ خروجِ وقت سے نہیں ٹوٹے گا اور یہاں یہی مراد ہے کیونکہ یہ ضعیف ہے، ایک مختصر وقت کے لئے انقطاع ہوتا ہے، پھر عذر لوٹ آتا ہے، پس یہ انقطاع کچھ معتبر نہیں ہے۔

پھر مجھے کتبِ فقہ کے متون، شروح اور فتاویٰ سے بالاجماع معلوم ہوا کہ مطلقاً معذور کی اقتداء صحیح نہیں اور اس تقیید کو زاہدی نے ظاہر کیا اور اسکی کلام جو ہندیہ میں نقل کی گئی ہے اس میں صرف قرون اور طریان کا ذکر ہے اور اسے بھی اس نے مطلق ذکر کیا ہے لہٰذا یہ طریان کو اور بعد الصلوٰۃ دونوں کو شامل ہو گی اور مصنف علیہ الرحمہ زاہدی کے مسائل کو متن میں داخل کرتے رہتے

ہیں اور متن، ظاہر مذہب کے مطابق ہوتا ہے۔

۶۷

طحطاوی ——— ہکلا کے پیچھے غیر ہکلا کی نماز صحیح نہیں اور یہ ہکلا شخص انتہائی کوشش اور محنت کے بعد امی کی مثل ہے لہٰذا اپنے جیسے کی امامت کر سکتا ہے۔ امامِ طحطاوی فرماتے ہیں کہ انتہائی کوشش اس پر فرض ولازم ہے اور دورانِ جدوجہد اس کی انفرادی نماز ظاہر مذہب کے لحاظ سے فاسد ہوگی (یعنی اس پر اقتدار لازم ہے)

اعلیٰحضرت ——— میں کہتا ہوں، اس کی نماز کا فساد اس وقت ہے جب اس کے لئے اقتدار ممکن ہو ورنہ کسی نفس کو اس کی وسعت سے زیادہ تکلیف نہیں دیجاتی اور یہ بات بھی معلوم ہے کہ جدوجہد کے لئے کوئی حد متعین نہیں بلکہ اس کا حکم دائمی ہے لہٰذا امکان کا حکم خود شارح (صاحبِ درمختار) کے اس قول سے حاصل ہوا :-

لا تصح صلاتہ ان امکنہ الاقتداء

یعنی اس کی نماز اسی وقت (اکیلے) صحیح نہ ہو جب اقتدار ممکن ہو۔

۶۸

طحطاوی ——— امامِ طحطاوی نے بزازیہ کے حوالے سے ایک مسئلہ نقل کیا اور وہ یہ کہ اگر کوئی شخص غیر المغضوب علیہم کو غیر المغظوب ظاء کے ساتھ اور ولا الضالین کو ذال یا ظاء کے ساتھ پڑھے تو بعض نے کہا کہ نماز فاسد نہیں ہوگی کیونکہ عوام حروف کے مخارج کو نہیں پہچانتے لہٰذا یہ حکم عمومِ بلویٰ کے پیشِ نظر ہے۔ بعض نے مطلقاً فسادِ نماز کا حکم دیا اگر معنیٰ بدل جائے۔

اعلیٰحضرت - قاضی ابوالحسن اور قاضی ابوالقاسم نے کہا کہ اگر جان بوجھ کر ایسا کرے تو نماز فاسد ہو جائے گی اور بلا قصد زبان پر جاری ہو جائے یا حروف میں تمیز نہ کر سکتا ہو تو فاسد نہ ہوگی، یہ قول اعدل ہے، اس کلام میں قاضی ابوالقاسم کا ذکر ہے[1]

---

[1] اگر ضالین کو ظاء کے مخرج سے ادا کرے تو معنی ہمیشہ رہنے والے، لہٰذا اس سے نماز باطل ہو جاتی ہے۔ (نہایۃ القول المفید فی علم التجوید ۱۹۶ مرتب)

۶۹

طحطاوی ــــــ علامہ طحطاوی اور علامہ شامی دونوں نے درِ مختار کی اس عبارت و لومن احدھما لم یکرہ سے اختلاف کرتے ہوئے اسے بحرالرائق کا مخالف قرار دیا اور لکھا کہ ایک کاندھے سے ہو یا دونوں کاندوں سے، دونوں طرح سے مکروہ ہے اور شارح کا و لومن احدھما لم یکرہ کا کہنا صحیح نہیں، شامی کی عبارت یہ ہے:

مخالف لما فی البحر حیث ذکر فی انہ اذا ارسل طرفا منہ علی صدرہ وطرفا علی ظھرہ یکرہ[1]

اعلیٰحضرت ــــــ شارح تنویرالابصار (صاحبِ درمختار) کی کلام کا مطلب وہ نہیں جسے سید علامہ طحطاوی نے اور ان کی اتباع کرتے ہوئے علامہ شامی نے سمجھا اور انہوں نے اس سلسلے میں بحث کی کہ ایک کاندھے پر رکھا ہو یا دونوں پر کیونکہ اس میں کوئی شک نہیں کہ جب کپڑے کے دونوں کنارے لٹکائے جائیں گے تو مطلقاً مکروہ ہوگا چاہے وہ ایک کاندھے پر ہو یا دونوں پر، شارح کی کلام کپڑے کے کناروں کے بارے میں تھی کہ اگر دونوں کناروں کو لٹکایا جائے تو مکروہ ہے اور اگر ایک کنارہ ایک کاندھے پر لٹکایا جائے اور دوسرا کنارہ دوسرے مونڈھے پر رکھا ہو تو مکروہ نہیں (من احدھما میں ضمیر کا مرجع کتف نہیں بلکہ ثوب ہے) کہاں یہ اور کہاں وہ مفہوم جسے ان دونوں حضرات نے سمجھا، اللہ تعالیٰ ان پر اور ان کے ساتھ ہم پر بھی رحم فرمائے۔ آمین۔

۷۰

طحطاوی ــــــ اگر کوئی آدمی شافعی المذہب امام کی اقتداء میں وتر ادا کر رہا ہو

---

[1] فتاویٰ شامی، ج ۱، ص ۴۳۰

تو آیا دعائے قنوت کی متابعت کرے گا یا اپنے مذہب کا قنوت پڑھیگا اس ضمن میں علامہ طحطاوی فرماتے ہیں اللّٰھم انا نستعینک پڑھنے میں واجب منحصر نہیں پس اگر قنوت میں امام کی متابعت کرے گا تو اس کی طرف سے واجب کی ادائیگی ہو جائے گی۔

اعلیٰحضرت ——— میں کہتا ہوں کہ اس سے وجوب کے سقوط میں کلام نہیں کلام اس بارے میں ہے کہ اس کے لئے کونسا قنوت مناسب ہے؟ آیا اپنے مذہب کی اتباع میں اپنے مذہب کا مختار قنوت پڑھے یا امام کی متابعت کے پیش نظر اس کے مذہب کا قنوت پڑھے، اس کا جواب وہی ہے جسے شیخ عبدالحی شرنبلالی نے ذکر فرمایا :۔

فی الشرنبلالیۃ لایخفٰی ان الشافعی یقنت باللّٰھم اھدنا والحنفی باللّٰھم انا نستعینک۔

فتاویٰ شامی میں ہے :۔

ای ویقنت بدعاء الاستغاثۃ لادعاء الھدایۃ الذی یدعو بہ امامہ لان المتابعۃ فی مطلق القنوت لافی خصوص الدعاء کما حررہ الشیخ ابوالسعود عن الشیخ عبدالحی [1]

طحطاوی [۷۱] ——— قنوتِ نازلہ رکوع سے پہلے پڑھا جاتے، یہی امامِ مالک علیہ الرحمہ کا قول ہے اور امامِ شافعی رحمہ اللہ کے نزدیک رکوع کے بعد ہے، حلبی نے کہا اگر امام رکوع کے بعد قنوت پڑھے تو اس کے اس

---

[1] رد المحتار، ج ۱، ص ۴۹۴

غیر مشروع کام میں متابعت کی بجائے کچھ دیر بیٹھ جائے تاکہ مشارکت کا احتمال باقی نہ رہے۔

بحر الرائق میں ہے، بعض نے کہا چونکہ رکوع کے بعد طولِ قیام جائز نہیں اس لئے امام کی اتباع نہ کرے۔

اعلیٰحضرت —— میں کہتا ہوں کہ رکوع کے بعد بیٹھ جانا عدمِ جواز میں طولِ قیام سے بھی زیادہ شدید ہے کیونکہ یہ اصلاً اور وضعاً دونوں طرح ناجائز ہے بخلاف طولِ قیام کے (کیونکہ وہاں وضعاً مشروعیت ہے)

طحطاوی [۷۲] —— بحر الرائق میں ہے ولیقنت الامام فی الجھریۃ کہ امام جہری نمازوں میں قنوت (نازلہ) پڑھے۔ ابو السعود میں ہے:-

ان نزل بالمسلمین نازلۃ قنت الامام فی صلوٰۃ الفجر۔

"اگر مسلمانوں پر کوئی پریشانی آئے تو صبح کی نماز میں قنوت پڑھے"

علامہ طحطاوی فرماتے ہیں کہ بحر الرائق میں لفظِ جھری درحقیقت لفظِ الفجر ہے۔

اعلیٰحضرت —— آپ امام طحطاوی کی تائید کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ فی الجھریۃ کی عدمِ صحت ظاہر ہے جیسا کہ کتبِ احادیث سے ظاہر ہے چنانچہ فتاویٰ رضویہ میں اسی طرح ہے "تحقیق یہ ہے کہ قنوت صرف نمازِ فجر میں ہے وما وقع فی بعض الکتب فی صلوٰۃ الجھر مصحف من صلوٰۃ الفجر[1]

---

[1] فتاویٰ رضویہ، ج ۲، ص ۵۱۰

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے وہ مواظبت اور تکرار دیگر نمازوں کے لیے ثابت نہیں جو صبح کے بارے میں ہے۔

طحطاوی ۴۳ ——— علامہ طحطاوی فرماتے ہیں کہ امامِ طحاوی (صاحب شرح معانی الآثار) نے فرمایا کہ ہمارے نزدیک سوائے آفات و مصائب کے صبح کی نماز میں قنوت نہ پڑھا جائے، اگر کوئی فتنہ یا مصیبت نازل ہو تو کوئی حرج نہیں"۔ بعض فضلاء نے فرمایا کہ یہی ہمارا مذہب ہے اور جمہور بھی اسی مسلک پر ہیں۔

اعلیحضرت ——— بعض فضلاء سے یا علامہ ابراہیم حلبی مراد ہیں یا علامہ شرنبلالی کیونکہ ان دونوں نے غنیہ اور مراقی الفلاح میں یہ بات بیان کی ہے۔

طحطاوی ۴۴ ——— صاحب درِمختار نے (فائدہ کے تحت) ان باتوں کو بیان کیا جن میں امام کی اتباع کی جائے اور ان میں امام کی اتباع نہ کی جائے۔ جن امور میں امام کی اتباع کی جائے ان میں ایک قنوت بیان کیا گیا۔

امامِ طحطاوی فرماتے ہیں کہ شرنبلالی نے نور الایضاح میں اس کے مناقض بیان کیا اور وہ یہ کہ اگر امام قنوت ترک کر دے تو مقتدی پڑھے بشرطیکہ اس کے لئے امام کے ساتھ رکوع میں شرکت ممکن ہو، ورنہ امام کی اتباع کرے [1]

اعلیحضرت ——— خلاصہ اور دیگر کتب میں بھی اسی طرح مذکور ہے (جیسے نور الایضاح میں ہے)

طحطاوی ۴۵ ——— نوافلِ منذورہ میں اگر قیام کے ساتھ پڑھنے کی نذر ہے تو قیام واجب ہے ورنہ قیام لازمی نہیں اور تعین کے ساتھ بالاتفاق قیام

---

[1] نور الایضاح، باب الوتر، ص

لازم ہے۔

اعلیٰحضرت ——— یہ مسئلہ کہ نوافلِ منذورہ میں قیام واجب نہیں جب تک کہ قیام کی صراحت نہ ہو، متفقہ نہیں بلکہ اختلافی ہے۔

۷۶

طحطاوی ——— مقیم، سواری کی حالت میں شہر سے باہر نفل پڑھ سکتا ہے، امام طحطاوی فرماتے ہیں، تنویر الابصار میں ”راکبا“ مفرد کا صیغہ اس بات کی طرف اشارہ کرنے کے لئے لایا گیا ہے کہ سواری کی حالت میں جماعت کے ساتھ نماز پڑھنے سے امام کی نماز صحیح ہو گی جبکہ قوم کی نماز فاسد ہو جائیگی۔

اعلیٰحضرت ——— جماعت کے ساتھ قوم کی نماز کے فساد کی وجہ بیان کرتے ہوئے اعلیٰ حضرت فرماتے ہیں کہ جانوروں کے درمیان فاصلہ اقتداء سے مانع ہے۔

۷۷

طحطاوی ——— مقتدی کے دعائے قنوت سے فارغ ہونے سے قبل اگر امام رکوع میں چلا جائے تو مقتدی قنوت ترک کر کے امام کی متابعت کرے، اگرچہ اس نے (بوجوہ) قنوت میں سے کچھ بھی نہ پڑھا ہو بشرطیکہ امام کے ساتھ رکوع کے فوت ہو جانے کا خوف ہے البتہ تشہد کو پورا کرے کیونکہ تشہد میں اختلاف مفسدِ نماز نہیں۔ (الدرر)

اعلیٰحضرت ——— میں کہتا ہوں (حالتِ تشہد میں عدمِ اتباعِ امام) تشہد میں مخالفت نہیں بلکہ تشہد کے ساتھ سلام میں بلکہ خروج بصنعہ میں مخالفتِ امام ہے، الدرر کا یہ قول (مخالفتِ امام فی التشہد) اس شخص کے مسلک پر صحیح ہے جو اس کی فرضیت کا قائل نہ ہو۔

۷۸

طحطاوی ——— (صاحب تنویر الابصار نے فرمایا) اگر لوگ عشاء کے فرض (رمضان شریف میں) جماعت کے ساتھ نہ پڑھیں تو تراویح بھی جماعت کے ساتھ نہ پڑھیں، اس کی علت صاحبِ درِ مختار نے یہ بیان فرمائی کہ تراویح کی جماعت

فرض کی جماعت کے تابع ہے۔

علامہ طحطاوی فرماتے ہیں، شارح کی تعلیل تبع اکیلے آدمی کو بھی شامل ہے یعنی اگر کوئی شخص جماعت کے ساتھ فرض نہ ادا کر سکے تو تراویح بھی جماعت کے ساتھ ادا نہ کرے اور خود شارح کی تفریع اس کی تعلیل کے خلاف ہے اور وہ یہ ہے:

فمصلیہ وحدہ یصلیھا معہ۔

"اکیلے فرض پڑھنے والے جماعت کے ساتھ تراویح ادا کریں"

اعلیٰحضرت —— امام طحطاوی نے شارح (صاحب درمختار) پر اعتراض کیا کہ شارع کی تعلیل سے مفرد کی شمولیت اور تفریع سے اس کے خلاف کا پتہ چلتا ہے، اس کا جواب ردالمحتار میں نہایت عمدہ دیا گیا ہے۔

ردالمحتار میں ہے:

(قولہ لانہا تبع) ای لان جماعتہا تبع لجماعۃ الفرض فانہا لم تقم الا بجماعۃ الفرض فلو اقیمت بجماعۃ وحدھا کانت مخالفۃ للوارد فیہا فلم تکن مشروعۃ اما لو صلیت بجماعۃ الفرض وکان رجل قد صلی الفرض وحدہ فلہ ان یصلیہا مع ذلک الامام لان جماعتہم مشروعۃ فلہ الدخول فیہا معہم لعدم المحذور ھذا ما ظہر لی فی وجہہ وبہ ظہر ان التعلیل المذکور لا یشمل المصلی وحدہ فظہر صحۃ التفریع بقولہ فمصلیہ وحدہ الخ [1]

---

[1] ردالمحتار، ج: ۱، ص ۴۷۶، صلوٰۃ التراویح

۷۹
طحطاوی ——— حلبی کے حوالہ سے امام طحطاوی نے لکھا ہے کہ تعلیلِ سابق کے مطابق صورتِ مذکورہ میں جماعت کے ساتھ وتر پڑھے جا سکتے ہیں کیونکہ وتر امام ابوحنیفہ علیہ الرحمہ کے نزدیک نہ تو تراویح کے تابع ہیں اور نہ ہی عشاء کے۔

اعلیحضرت ——— علامہ شامی نے اس کا جواب یوں دیا ہے کہ وتر اگرچہ اپنی اصل کے لحاظ سے تابع نہیں ہیں لیکن وتروں کی جماعت تو تابع ہے، فتاوٰی شامی میں ہے :-

الذی یظهر ان جماعة الوتر تبع لجماعة التراویح وان کان الوتر نفسه اصلا فی ذاته لان سنة الجماعة فی الوتر انما عرفت بالاثر تابعة للتراویح الخ[1]

۸۰
طحطاوی ——— امام صاحب کے نزدیک وتر عشاء کے تابع بھی نہیں (حلبی)
اعلیحضرت ——— اس بات سے وتروں کی جماعت کے جواز کا وہم پیدا ہوتا ہے اگرچہ فرض جماعت کے ساتھ نہ پڑھے ہوں اور یہ بات اس نص کے خلاف ہے جو شرح النقایہ اور غنیہ وغیرہما میں ہے۔ اس مسئلہ کی تحقیق ہمارے فتاوٰی (فتاوٰی رضویہ) میں مکمل طور پر کی گئی ہے۔

فتاوٰی رضویہ میں ہے :-

" جس شخص نے نمازِ عشاء تنہا پڑھی وہ تراویح کی جماعت میں شامل ہو سکتا ہے، تنہا نہ پڑھے، ہاں وتر کی جماعت میں شامل نہیں ہو سکتا

---

[1] ردالمحتار، ج ۱، ص ۴۷۶، صلوٰۃ التراویح

جس نے فرض تنہا پڑھے ہوں وہ وتر بھی تنہا پڑھے، درِمختار میں ہے مصلیہ وحدہ یصلیہا معہ اھ ای مصلی الفرض وحدہ یصلی التراویح مع الامام۔ ردالمحتار میں ہے اذا لم یصل الفرض معہ لا یتبعہ فی الوتر

واللہ تعالیٰ اعلم [1]

طحطاوی ۸۱ ——— اذان کے بعد نماز ادا کیے بغیر مسجد سے باہر جانے کی کراہت کا ذکر کرتے ہوئے چند افراد کے استثناء کے بعد صاحبِ تنویر الابصار اور اس کے شارح (صاحبِ درِمختار) فرماتے ہیں:۔

(الا لمن ینتظم بہ امر جماعۃ اخری) او کان الخروج لمسجد حیہ ولم یصلوا فیہ او لاستاذہ لدرسہ او لسماع الوعظ او لحاجۃ ومن عزمہ ان یعود۔ (نہر الفائق)

علامہ طحطاوی فرماتے ہیں کہ ومن عزمہ جار مجرور آخری یعنی لحاجۃ کے ساتھ متعلق ہے یعنی کسی حاجت کی طرف جانے والا واپسی کا عزم رکھتا ہو۔

اعلیٰحضرت ——— میں کہتا ہوں کہ اگر علامہ طحطاوی جار مجرور کو (صرف لحاجۃ کی بجائے) درس، وعظ اور حاجت (تینوں) کے ساتھ متعلق گردانتے تو تمام ابحاث ختم ہو جاتیں (اور کوئی اشکال باقی نہ رہتا)

طحطاوی ۸۲ ——— مختصر البحر کے حوالے سے ایک مسئلہ علامہ طحطاوی نے بیان فرمایا۔

---

[1] فتاویٰ رضویہ، ج ۳، مطبوعہ لائلپور، ص ۴۸۰، ۴۸۱

جیسے ابوالسعود نے زیلعی سے نقل کیا۔

اعلیٰحضرت ــــــــ کتاب کی وضاحت اور شبہ کے ازالہ کے طور پر اعلیٰحضرت فرماتے ہیں کہ یہ کتاب مختصر البحر، بحرالرائق نہیں بلکہ ایک علیحدہ کتاب ہے اور صاحبِ بحرالرائق پر یہ بہت سی باتوں میں مقدم ہے کیونکہ امامِ زیلعی نے بھی اسی کے حوالہ سے مسئلہ نقل کیا۔

۸۳

طحطاوی ــــــــ سفرِ شرعی جس سے نماز میں قصر واجب ہوتی ہے، سال کے چھوٹے دنوں کے حساب سے تین دن اور تین رات کی مسافت ہے، علامہ طحطاوی فرماتے ہیں چونکہ دن کی مقدار شہروں کے اختلاف سے مختلف ہے اس لئے یہ لازم آتا ہے کہ "بلغار" میں مسافتِ سفر تین ساعتیں یا اس سے کم ہو کیونکہ ان کے نزدیک سال کے چھوٹے دن ایک ساعت یا کچھ کم اور زیادہ کے ہوتے ہیں۔ (حلبی)

اعلیٰحضرت ــــــــ علامہ شامی کی طرف سے اس کا بہترین جواب دیا گیا ہے لہٰذا وہاں دیکھا جائے۔

علامہ شامی فرماتے ہیں :۔

ان المراد من التقدیر باقصر ایام السنۃ انما ھو فی البلاد المعتادۃ التی یمکن قطع المرحلۃ المذکورۃ فی معظم الیوم من اقصر ایامھا فلا یرد ان اقصر ایام السنۃ فی بلاد بلغار قد یکون ساعۃ او اکثر او اقل فیلزم ان یکون مسافۃ السفر فیھا ثلاث ساعات او اقل لان القصر الفاحش غیر معتبر کالطول

الفاحش والعبارات حيث اطلقت تحمل
على الشائع الغالب دون الخفي النادر الخ [1]

۸۴
طحطاوی ——— امام طحطاوی فرماتے ہیں، مشہور ہے کہ بلغار کے دن رات سے کہیں زیادہ لمبے ہوتے ہیں اس لئے کبھی وہاں کا دن ۲۳ ساعتوں کا ہوتا ہے۔

اعلیٰحضرت ——— (اعلیٰ حضرت فرماتے ہیں) جس طرح دن گرمیوں میں زیادہ لمبا ہوتا ہے اسی مناسبت سے سردیوں میں نہایت چھوٹا بھی ہوتا ہے تو اگر دن نہایت لمبے ہوں تو عشار کے حق میں فرق پڑے گا کیونکہ غروب شفق سے پہلے صبح طلوع ہو جائے گی لیکن دنوں کے چھوٹا ہونے کی صورت میں بھی زوال ضرور پایا جائے گا اور اسی طرح سایہ ایک دو مثل ضرور ہوگا چاہے دن نہایت مختصر ہی کیوں نہ ہوں۔

(اعلیٰ حضرت کی عبارت کا مفاد یہ ہے کہ دونوں کے نہایت لمبے ہونے یا نہایت مختصر ہونے سے مدتِ سفر کے تعین میں کوئی فرق نہیں پڑے گا) (مرتب)

۸۵
طحطاوی ——— مدتِ سفر کی بحث میں صاحبِ تنویر الابصار نے فرمایا :-

مسيرة ثلاثة ايام ولياليها بالسير الوسط مع الاستراحات المعتادة۔

المعتادة کے بارے میں علامہ طحطاوی نے ایک عبارت نقل کی

---

[1] ردالمحتار، ج ۱، ص ۵۲۶

اور فرمایا کہ یہ بات شیخ زین کے افادات میں سے ہے، وہ عبارت یہ ہے:-

"(المعتادة) هي معلومة عند الناس فيرجع

اليهم عند الاشتباه۔

اعلیٰحضرت ——— شیخ زین کا یہ قول 'البدائع' سے لیا گیا ہے۔

۸۶
طحطاوی ——— تنویر الابصار میں ہے کہ مسافر چار رکعتوں والی نماز (فرض) کی بجائے دو رکعات پڑھے یہاں تک کہ اپنی منزل پر پہنچ جائے۔ اس پر صاحب درِمختار نے فرمایا کہ یہ اس وقت ہے جب مدتِ سفر پوری ہو جائے ورنہ سفر کے غیر مستحکم ہونے کی وجہ سے محض واپسی کی نیت سے سفر کی مدت پوری ہو جائے گی۔

سفر کے غیر مستحکم ہونے کے بارے میں یہ بحث کی گئی کہ قصر کی علت، تین دن کے سفر کے ارادے سے آبادی سے مفارقت ہے نہ کہ تین دن میں سفر، کیونکہ حکمِ سفر محض آبادی سے جدائی کے ساتھ ثابت ہو جاتا ہے لہٰذا جب تک حکمِ اقامت کی علت یعنی شہر میں داخلہ ثابت نہ ہو، سفر کا حکم باقی رہے گا (نتیجہ یہ ہے کہ محض نیتِ عود سے حکمِ اقامت ثابت نہیں ہوگا۔)

اعلیٰحضرت ——— امام طحطاوی نے فعلِ مجہول کے ساتھ بحث کی طرف اشارہ کیا اور فاعل کا ذکر نہیں کیا، اعلیٰحضرت نے اس کی وضاحت فرمائی اور بتایا کہ بحث کرنے والی شخصیت علامہ ابنِ ہمام ہیں۔

۸۷
طحطاوی ——— مذکورہ بالا بحث کے بارے میں امام طحطاوی فرماتے ہیں کہ یہ بحث نہایت مضبوط ہے۔

اعلیٰحضرت ——— اعلیٰ حضرت علیہ الرحمہ نے اولاً ابنِ ہمام کی بحث کو لاشیئ قرار دیا

جسے علامہ طحطاوی قوی بحث قرار دے رہے ہیں، اس کے بعد اعلیٰحضرت نے ابنِ ہمام کی بیان کردہ علتِ قصر اور علتِ حکمِ اقامت کو رد کرتے ہوئے علتِ قصر بیان فرمائی اور پھر پیدا ہونے والے اعتراض کا جواب بھی دیا نیز اسے ایک مثال کے ذریعے ثابت کیا۔ ابنِ ہمام نے قصر کے لئے آبادی سے مفارقت کو علت قرار دیا جبکہ اعلیٰحضرت نے مشقت کو علت قرار دیا جس سے ثابت ہوا کہ تین دن اور تین رات کی سیر مکمل ہونے پر تحقیقِ مشقت پر قصر کی رعایت کا استحقاق ہے اور محض آبادی سے جدائی اور صرف نیت سے مشقت حاصل نہیں ہوتی۔

اب سوال پیدا ہوا کہ پھر آبادی سے جدا ہوتے ہی قصرِ صلوٰۃ کیوں ہے۔ تو اس کا جواب آپ نے یوں دیا کہ چونکہ رخصت تخفیفِ مشقت کے شروع ہوتے ہی ہونی چاہیئے نہ کہ تکمیل پر، اس لئے شارح نے سفر کی نیت سے آبادی سے جدا ہوتے ہی قصر کا حکم دیا۔ اس کی مثال یہ ہے کہ جب کوئی شخص کسی کے سر پر بوجھ رکھ دے، پھر اسے سفر کا حکم دے اور اس پر تخفیف کرنا چاہے تو یہ اس صورت میں ہوگی کہ اس کے آغازِ سفر ہی میں کچھ بوجھ اتار دے، اگر سفر مکمل کرنے پر بوجھ اتارتا ہے تو تخفیف نہ ہوگی، اسی طرح شریعت نے اسی مقصدِ تخفیف کے پیشِ نظر محض بستی سے جدائی کے ساتھ ہی رخصت کا حکم فرمایا، پھر جب مدتِ معتبرہ کو پہنچ جاتے اور واپسی کا ارادہ کرے تو اب چونکہ وہاں مشقت باعثِ رخصت نہیں ہے لہٰذا وہ بوجھ جو مشقت کے پیشِ نظر اٹھا دیا گیا تھا، دوبارہ رکھ دیا جاتا ہے (تو معلوم ہوا کہ قصر کی علت مشقت ہے نہ کہ آبادی سے جدائی اور نہ صرف مشقت کے تحت تخفیف ہے)

۸۸
طحطاوی ——— امام کے خطبہ شروع کرنے سے قبل اور کسی کو تکلیف دئے بغیر آگے جا سکتا ہے البتہ اگر کہیں اور جگہ نہ ملے اور امام کے سامنے جگہ ہو تو گردنیں پھلانگ کر آگے جا سکتا ہے کیونکہ آگے بڑھنے والے پر برکتوں کا نزول ہوتا ہے۔

اعلیحضرت ——— امام طحطاوی کے قول پر تفریع کے انداز میں اعلیحضرت نزولِ برکت کی تفصیل بیان فرماتے ہیں کہ سب سے پہلے امام پر برکت کا نزول ہوتا ہے، پھر اس شخص پر جو امام کے بالکل مقابل پہلی صف میں ہے، پھر اس کے دائیں اور پھر بائیں طرف کے نمازیوں پر، پھر دوسری صف میں اسی ترتیب کے ساتھ اور پھر آخری صف تک اسی ترتیب سے برکات کا نزول ہوتا ہے۔

۸۹
طحطاوی ——— کہا گیا ہے کہ جو کام بدھ کو شروع کیا جائے وہ مکمل ہوتا ہے[۱]

اعلیحضرت ——— اس بارے میں ایک حدیث پاک میں ہے :۔

ما من شیئ بدئ یوم الاربعاء الا تم[۲]

"بدھ کو شروع کیا جانیوالا کام مکمل ہوتا ہے"

۹۰
طحطاوی ——— عیدین کے احکام اور اوقات کی بحث میں صاحبِ تنویر الابصار نے فرمایا کہ عید الفطر کے احکام وہی ہیں جو عید الاضحیٰ کے ہیں البتہ عید الاضحیٰ کی نماز قربانی کے تیسرے دن تک مؤخر کی جا سکتی ہے (جبکہ عید الفطر کی نماز دوسرے دن زوال سے قبل تک مؤخر ہو سکتی ہے)

امام طحطاوی فرماتے ہیں کہ مصنف کا قول یجوز تاخیرھا سے

---

[۱] پیشِ نظر حاشیہ میں یہ صفحہ غیر مطبوعہ ہے۔

[۲] احمد رضا بریلوی، امام : الحجۃ الفائحہ وانیان الارواح، ص ۲۰

پتہ چلتا ہے کہ (تاخیر میں) کراہت تنزیہی ہے۔

اعلیٰحضرت ——— امامِ طحطاوی نے یجُوزُ کے لفظ سے کراہتِ تنزیہی کا مفہوم سمجھا، اعلیٰ حضرت نے غیر صحیح قرار دیتے ہوئے فرمایا کہ کبھی جواز کو واجب کے مقابل بولا جاتا ہے، اس وقت یہ مکروہ تحریمی کو بھی شامل ہوتا ہے اور یہاں بھی ایسا ہی ہے۔

۹۱

طحطاوی ——— نمازِ استسقاء کے ضمن میں مصنفِ تنویر الابصار نے فرمایا کہ یہ نماز جماعت، خطبہ اور چادر کے الٹانے کے بغیر ہو اور ذمی (غیر مسلم) بھی حاضر نہ ہوں۔ اس پر علامہ طحطاوی فرماتے ہیں کہ ذمیوں کا مسلمانوں کے ساتھ اجتماع مکروہ ہے۔

اعلیٰحضرت ——— میں کہتا ہوں کہ مسلمانوں کے ساتھ کفار کا اجتماع بلا ضرورت اور بغیر مصلحت کے مکروہ ہے البتہ ان کی عبادت کے جواز کے بارے میں فقہاء نے بالاجماع تصریح کی ہے بلکہ مسلمانوں کا تجارت کی نیت سے دارالحرب میں داخل ہونا جائز ہے (لہذا امامِ طحطاوی کا اس اجتماع کو مطلقاً مکروہ کہنا صحیح نہیں)

۹۲

طحطاوی ——— ایصالِ ثواب کے بارے میں علامہ طحطاوی نے حضرتِ انس رضی اللہ عنہ کی ایک روایت نقل کی اور فرمایا کہ اسے قرطبی نے اپنے تذکرہ میں ذکر فرمایا اور وہ یہ ہے کہ حضرتِ انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب مومن آیت الکرسی پڑھ کر اس کا ثواب اہلِ قبور کو ایصال کرے تو اللہ تعالےٰ ہر قبر کو مشرق سے مغرب تک نور سے بھر دیتا ہے، ان کی قبروں کو کشادہ کر دیتا ہے، پڑھنے والے کو ساٹھ نبیوں کا ثواب دیتا ہے، ہر میت کے بدلے اس کا ایک درجہ بلند کرتا ہے اور ہر میت کے

بدلے اس کے نامۂ اعمال میں دس نیکیاں درج فرماتا ہے۔

اعلیٰحضرت ——— اس روایت میں بعض الفاظ ایسے ہیں جن سے ادھر ادھر کی باتوں کا اظہار ہوتا ہے، یعنی اس کے بعض الفاظ اس کی عدمِ صحت کی دلیل ہیں (مثلاً ساٹھ نبیوں کا ثواب وغیرہ)

طحطاوی ۹۳ ——— آپ فرماتے ہیں کہ قبر پر چلنا، بیٹھنا، سونا، پیشاب کرنا، پاخانہ کرنا اور نماز پڑھنا اسی طرح قبر کے پاس نماز پڑھنا مکروہ ہے کیونکہ اس سے منع کیا گیا ہے اور اسی سے زائرینِ قبور کا حکم بھی معلوم ہو گیا۔

اعلیٰحضرت ——— اعلیٰ حضرت نے امام طحطاوی کے اس قول کو بعض قیود کے ساتھ مقید کیا اور مطلقاً نہی کے قول کو غلط قرار دیا، آپ فرماتے ہیں کہ قبر پر یا قبر کی طرف (بغیر پردہ حائل ہونے کے) نماز پڑھنا منع ہے اور یہ اس وقت ہے جب وہ قبر اس نمازی نظروں کے سامنے ہو اور وہ خضوع و خشوع سے نماز پڑھ رہا ہو، یونہی جب اس کے پہلو میں ہو لیکن جب ان تمام باتوں سے خالی ہو اور کسی قبر کے پاس نماز پڑھے تو کوئی حرج نہیں اور نہ ہی یہ منع ہے اور اگر وہ کسی نیک شخص کی قبر کے پاس اس کی برکت سے متمتع ہونے کی نیت سے نماز پڑھے تو یہ عمدہ بات ہے، جس طرح ہم نے اپنے فتاوٰی میں تحقیق کی ہے، اللہ تعالیٰ بہتر جانتا ہے۔

طحطاوی ۹۴ ——— علت، مثلاً بادلوں اور غبار کی صورت میں ایک عادل یا مستور الحال کی خبر، دعوٰی، لفظ اشھد، حکمِ حاکم اور مجلس قضاء کے بغیر قبول کی جائے (تنویر الابصار و درمختار) علامہ طحطاوی فرماتے ہیں اگر کسی شخص نے حاکم کے سامنے ہلالِ رمضان کی شہادت دی اور ایک دوسرے آدمی نے اسکی شہادت کو حاکم کے پاس سنا تو اگر اس شاہد کا عدل ظاہر ہے تو سامع پر

روزہ رکھنا واجب ہے اور وہ حکمِ حاکم کا محتاج نہیں۔

اعلیٰحضرت ——— آپ نے ظاہر العدالۃ اور مستور العدالۃ کا فرق بیان کرتے ہوئے فرمایا کہ اس شخص کی عدالت ظاہر اور معلوم ہو جس طرح کہ یہی مذہب ہے کیونکہ جس کے لباس اور صورت سے مخالفتِ شریعت کا ظہور ہو وہ مستور ہے۔

طحطاوی ۹۵ ——— درِ مختار میں ہے کہ ایک کی شہادت دوسرے پر قبول کی جائے جیسے غلام اور عورت اگرچہ ان کی مثل پر ہو، اس ضمن میں علامہ طحطاوی نے فرمایا کہ علیٰ مثلہا سے یہ فائدہ ہے کہ ان کے غیر مثل جیسے آزاد اور مرد کے خلاف شہادت مقبول ہے۔

اعلیٰحضرت ——— آپ نے طحطاوی میں ایک لفظ کے سقوط کی طرف اشارہ فرمایا (ایسا معلوم ہوتا ہے کہ آپ کے نسخہ میں لفظ من یماثلہا ہوگا جبکہ پیشِ نظر نسخہ طحطاوی میں علیٰ من لم یماثلہا ہے)۔ مرتب

طحطاوی ۹۶ ——— تنویر الابصار اور درِ مختار میں ہے کہ عید الفطر کے چاند کے لئے علتِ مذکورہ اور عدالت کے علاوہ نصابِ شہادت اور لفظِ اَشْہَدُ کی بھی شرط ہے۔ علتِ متقدمہ کی تفصیل میں علامہ طحطاوی نے بادلوں، گرد و غبار اور دھوئیں کا ذکر فرمایا۔

اعلیٰحضرت ——— علامہ طحطاوی کی بیان کردہ علتوں کے علاوہ لکڑی کا برادہ، بارش اور نصاب کا بھی اضافہ فرمایا۔

طحطاوی ۹۷ ——— تنویر الابصار میں ہے کہ اگر کسی شہر میں حاکم نہ ہو تو وہاں کے باشندگان ثقہ (قابلِ اعتماد) آدمی کے قول پر روزہ رکھیں، علامہ طحطاوی نے اسکی تشریح کرتے ہوئے فرمایا کہ نہ تو وہاں قاضی ہو اور نہ ہی حکمران (فتاویٰ ہندیہ) [۱]

---

[۱] فتاویٰ ہندیہ ج ۱ ص ۱۹۰

اعلیٰحضرت ——— اعلیٰحضرت نے حاکم کی تعریف میں علماء کو بھی شامل کیا اور فرمایا کہ جہاں حکمران نہ ہو وہاں علماء حکمران ہیں، مسلمانوں پر واجب ہے کہ انکی طرف رجوع کریں اور ان کا حکم مانیں، اگر علماء زیادہ ہوں تو ان میں سے زیادہ علم والا ہی والی ہے ورنہ (بصورتِ مساوات) قرعہ اندازی کریں۔ یہ پورا مسئلہ الحدیقۃ الندیہ میں بیان کیا گیا ہے۔

۹۸

طحطاوی ——— عید الفطر کے چاند کا مسئلہ بیان کرتے ہوئے تنویر الابصار کے مصنف نے فرمایا (وافطروا باخبار عدلین) مع العلۃ (للضرورۃ) علامہ طحطاوی فرماتے ہیں کہ منح اور ہندیہ کی عبارات سے پتہ چلتا ہے کہ دو عادلوں کی خبر سے افطار کا حکم جواز کے لئے وجوب کے لئے نہیں کیونکہ ان دونوں فتاوی میں لا بأس للناس ان یفطروا سے تعبیر کیا ہے۔

اعلیٰحضرت ——— منح اور ہندیہ کی طرح فتاوی خانیہ، خلاصہ، فتح القدیر اور جواہر الاخلاطی میں بھی بیان کیا گیا ہے۔

۹۹

طحطاوی ——— صاحب درمختار نے بیان فرمایا کہ حاکم تنہا رمضان المبارک کا چاند دیکھے تو اسے اختیار ہے کہ گواہ قائم کرے یا لوگوں کو روزے کا حکم دے، شاہد کے بارے میں علامہ طحطاوی، حلبی کے حوالے سے فرماتے ہیں ظاہر یہ ہے کہ اس کا مطلب حاکم کا کسی شخص کو شہادت پر آمادہ کرنا ہے، پھر وہ شاہد گواہی دے اور کہے کہ مجھے کسی آدمی نے خبر دی ہے کہ اس نے چاند دیکھا ہے اور اس نے مجھے شہادت دینے کی ترغیب دی ہے۔

اعلیٰحضرت ——— آپ نے علامہ طحطاوی کے بیان کردہ طریقۂ شہادت سے اختلاف کرتے ہوئے ایک الیا طریقہ بیان فرمایا جو زیادہ قرینِ قیاس ہے؛

آپ فرماتے ہیں کہ اس کا مطلب یہ ہے کہ حاکم کسی کو اپنا نائب مقرر کر کے اس کے سامنے خود شہادت دے۔

طحطاوی[۱۰۱] ـــــــ عید الفطر کے چاند کے بارے حضرتِ امامِ اعظم رحمہ اللہ سے بحر الرائق میں ایک روایت نقل کی گئی جس کے راوی امام حسن رضی اللہ عنہ ہیں کہ دو مردوں یا ایک مرد اور دو عورتوں کی شہادت قبول کی جائے چاہے آسمان میں کوئی علت ہو یا نہ ہو جس طرح ہلالِ رمضان کے بارے میں ہے، یونہی بدائع میں بھی ہے۔

علامہ طحطاوی فرماتے ہیں کہ میرے علم کے مطابق مشائخ میں سے کسی نے اس کو ترجیح نہیں دی البتہ ہمارے اس زمانہ (۹۵۵ھ) میں اس پر عمل مناسب ہے کیونکہ لوگ چاند کے دیکھنے میں تساہل سے کام لیتے ہیں۔

پھر علامہ طحطاوی نے مصر میں رونما ہونے والا ایک واقعہ بیان فرمایا کہ ۹۵۵ھ میں اہلِ مصر دو جماعتوں میں بٹ گئے، بعض نے روزہ رکھا اور بعض نے نہ رکھا، یونہی عید الفطر کے بارے میں ان کا اختلاف ہوا، اس کا سبب یہ تھا کہ ایک قلیل جماعت نے قاضی القضاۃ (حنفی) کے سامنے (ہلالِ رمضان کی) گواہی دی، مطلع صاف تھا لہذا ان کی گواہی قبول نہ کی گئی۔ پس انہوں نے اور ان کی اتباع میں بہت سے لوگوں نے روزہ رکھا اور لوگوں کو خود قاضی نے افطار کا حکم دیا، یونہی ہلالِ فطر میں ہوا یہاں تک کہ بعض مشائخ شافعیہ نے بغیر جماعت کے عید کی نماز پڑھی اور شہر کی غالب اکثریت نے ان کی مخالفت کی اور امام کی مخالفت کے باعث ان کے اس فعل سے اختلاف کیا۔

اعلیٰحضرت — فطر میں اختلاف کے سبب کو اعلیٰ حضرت نے بیان فرمایا کہ انہوں نے اول رمضان کو حالتِ افطار میں صبح کی (اور روزہ نہ رکھا)

طحطاوی ۱۰۱ — واقعۂ مصر کے سلسلہ میں علامہ طحطاوی نے فرمایا کہ ایک قلیل جماعت نے قاضی کے پاس گواہی دی۔

اعلیٰحضرت — یعنی رمضان کے چاند کی گواہی دی۔

طحطاوی ۱۰۲ — چاند دیکھنے والوں (جن کی گواہی رد کی گئی) اور ان کی اتباع میں بہت سے لوگوں نے روزہ رکھا۔

اعلیٰحضرت — جن لوگوں کی شہادت کو قاضی نے رد کر دیا پھر انہوں نے روزہ رکھا، ان کا روزہ حکمِ شریعت کے مطابق تھا کیونکہ شرعی مسئلہ یہی ہے کہ جو رمضان شریف کا چاند دیکھے وہ روزہ رکھے اگرچہ اس کی بات کو رد کر دیا گیا ہو۔

طحطاوی ۱۰۳ — ایک عظیم جماعت نے ان کی اتباع میں روزہ رکھا۔

اعلیٰحضرت — ان کے متبعین نے روزہ رکھ کر گناہ کا ارتکاب کیا اگر انہوں نے چاند نہیں دیکھا تھا۔

طحطاوی ۱۰۴ — اور اس نے لوگوں کو افطار کا حکم دیا۔

اعلیٰحضرت — ھو ضمیر کا مرجع قاضی ہے یعنی قاضی نے لوگوں کو افطار کا حکم دیا اور ظاہرِ روایت پر عمل کیا۔

طحطاوی ۱۰۵ — تنویر الابصار اور اس کی شرح درمختار میں بیان کیا گیا کہ مطالع کا اختلاف اور دن کو زوال سے پہلے یا بعد چاند کا دیکھنا ظاہر مذہب پر غیر معتبر ہے اور یہی اکثر مشائخ کا مختار ہے اور اسی پر فتویٰ ہے (یونہی) بحر الرائق نے خلاصہ سے بیان کیا، پس اہلِ مغرب کی رؤیت سے اہلِ مشرق

کے لئے (روزہ یا افطار) لازم ہوگا جب کہ ان کے لئے رویت کا ثبوت بطریق موجب ہو۔

علامہ طحطاوی فرماتے ہیں :۔

فیلزم اھل المشرق برؤیۃ اھل المغرب

میں یلزم کی ضمیر مرفوع متصل ثبوت ہلال کی طرف لوٹتی ہے چاہے ہلالِ صوم ہو یا فطر اور اھل المشرق، یلزم کا مفعول ہے۔

اعلیٰحضرت —— اہلِ مغرب کی رؤیت کو اہلِ مشرق کے لئے ثبوتِ ہلال کے قول میں ہلالِ فطر کو بھی شامل کیا اور کہا کہ بطریق موجب (یعنی دو شہادتیں) ہوں یا خبرِ مستفیض ہو، اس تعمیم اور پھر طریق موجب اور استفاضہ خبر کے ذکر سے معلوم ہوا کہ ہلالِ فطر بھی استفاضہ سے ثابت ہوتا ہے (اعلیٰحضرت فرماتے ہیں) میں کہتا ہوں کہ تمام چاندوں میں یہی حکم ہے۔

۱۰۶

طحطاوی —— تنویر الابصار میں ان کاموں کا ذکر کرتے ہوئے جن سے روزہ نہیں ٹوٹتا، کہا گیا ہے کہ اگر کان میں پانی داخل ہو جائے، چاہے خود روزہ دار کے فعل سے ہی ہے تو روزہ نہیں ٹوٹے گا، اس پر صاحب درمختار نے فرمایا یہ اسی طرح ہے جس طرح کوئی شخص لکڑی کے ساتھ کان کو کھجلائے پھر لکڑی باہر نکالے تو اس پر میل ہو تو چاہے کتنی ہی مرتبہ ایسا کرے، روزہ نہیں ٹوٹے گا۔ علامہ طحطاوی فرماتے ہیں کہ شرح الملتقی میں اس فعل سے روزے کے عدمِ فساد پر اجماع ذکر کیا گیا ہے۔

اعلیٰحضرت —— شرح الملتقی سے شاید سکب الانہر[1] مراد لی ہے جیسے مراقی الفلاح

---

[1] سکب الانہر (مخطوطہ)

کے حواشی پر ذکر کیا گیا ہے۔

طحطاوی ۱۰۷ ——— باب الہدی میں علامہ طحطاوی نے بحرالرائق کے حوالے سے ایک روایت نقل کر کے فرمایا کہ یہ روایت عباس بن مرداس راوی کی وجہ سے ضعیف ہے کیونکہ یہ راوی منکرالحدیث ساقط الاحتجاج ہے جس طرح اسے حفاظ نے ذکر کیا۔

اعلحضرت ——— اللہ تعالےٰ علامہ طحطاوی کی مغفرت فرمائے ہسبقتِ قلم سے انہوں نے ایسا لکھ دیا ورنہ حضرت عباس بن مرداس رضی اللہ عنہ صحابی ہیں اور علامہ طحطاوی کے علاوہ کسی دوسرے نے ان کے بارے حفاظ سے یہ بات نقل نہیں کی بلکہ یہ ابن حبان کا قول حضرت عباس بن مرداس کے بیٹے کنانہ کے بارے میں ہے علاوہ ازیں خود ابنِ حبان کے قول میں اختلاف ہے کہ اس نے کنانہ کو ضعفار میں شمار کر کے یہ بات لکھی اور ثقات میں بھی ذکر کیا اور تذثیق کی جس طرح علامہ ابنِ حجر عسقلانی نے ذکر کیا ہے و ذکرہ ابن حبان فی الثقات قلت وقال فی کتاب الضعفار حدیثہ منکر جدا الخ [1]

طحطاوی ۱۰۸ ——— مسجدِ نبوی کی فضیلت کے بیان میں شارح تنویرالابصار نے بیان کیا کہ حدیثِ پاک کی رو سے مسجدِ نبوی میں ایک نماز مسجدِ حرام کے علاوہ دیگر مساجد کے مقابلہ میں ایک ہزار کے برابر ہے (یہ مسئلہ شارح علیہ الرحمہ نے زیارۃِ روضہ اقدس کے ضمن میں فرمایا) کہا کہ مکہ مکرمہ مدینہ منورہ سے افضل ہے البتہ جس جگہ سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے جسمِ اقدس کے اعضائے مبارکہ متصل ہیں وہ مطلقاً افضل ہے یہاں تک کہ کعبۃ اللہ سے، عرش سے اور کرسی سے بھی اور آنحضرت

---

[1] تہذیب التہذیب ج ۸ ص ۴۴۹۔

صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے روضۂ انور کی زیارت مستحب ہے بلکہ جن لوگوں کو طاقت ہو ان کے لیے واجب ہے، اگر حج فرض ہو تو ابتداء حج سے کرے اور حج نفل ہو تو پھر اگر چہ اختیار ہے لیکن بہر حال اولیٰ یہ ہے کہ روضۂ انور کی زیارت کرے اور اسی کے ساتھ مسجد شریف کی زیارت کی نیت بھی کرے۔

علامہ طحطاوی نے ابن ہمام کا قول نقل کیا، ابن ہمام کہتے ہیں مجھ ناتواں کے نزدیک اولیٰ یہ ہے کہ محض روضۂ انور کی زیارت کی نیت کرے، جب اسے زیارت کا شرف حاصل ہو جائے گا تو مسجد شریف کی زیارت خود بخود ہو جائے گی۔ یا اللہ تعالیٰ سے سوال کرے کہ دوبارہ اسے یہ فضیلت حاصل ہو اور مسجد کی زیارت کی نیت کرے کیونکہ اس میں (اولا روضۂ اقدس کی زیارت میں) آں حضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی تعظیم و اجلال ہے (ابن ہمام کہتے ہیں) ہمارے اس قول کے مطابق آں حضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ارشاد بھی ہے کہ جو شخص میری زیارت کے لیے آئے اور سوائے زیارت کے دوسرا کوئی مقصود نہ ہو تو (میری رحمت و شفقت کے ذمہ) واجب ہے کہ میں قیامت کے دن اس کی شفاعت کروں۔ (حلبی)

ازاں بعد علامہ طحطاوی نے مسجد نبوی کی فضیلت میں حدیث پاک نقل فرمائی:

لا تشد الرحال الا لثلاثة مساجد المسجد الحرام ومسجدی هذا والمسجد الاقصیٰ (حلبی عن الفتح)۔

....

۱؎ فقہائے کرام کی تصریح کے باوجود روضہ انور کی زیارت سے انکار بدعت سیئہ نہیں تو اور کیا ہے؟ • رتب

۲؎ نجدیوں نے یہ سمجھا کہ ان تین مساجدوں کے علاوہ سفر کرنا، خواہ وہ کتنا ہی بابرکت ہو منع ہے اگر روضۂ انور ہی کیوں نہ ہو۔

اعلیٰحضرت ـــــ یعنی اس حدیث (لا تشدوا الرحال الخ) میں مسجدِ نبوی کی فضیلتِ عظیمہ پر دلالت موجود ہے جس طرح اس حدیث میں جس کو شارح علیہ الرحمہ نے نقل فرمایا۔

طحطاوی [۱۰۹] ـــــ نکاح بالاقرار کے انعقاد کے بارے میں تنویر الابصار میں دو قول بیان کئے گئے ہیں:

فلا ینعقد بالاقرار علی المختار وقیل ان کان بمحضر من الشهود صح وجعل انشاء وهو الاصح۔

اس پر علامہ طحطاوی فرماتے ہیں:۔

فتحصل ان فی انعقاد النکاح بالاقرار قولین مصححین۔

اعلیٰحضرت ـــــ بلکہ یہاں تیسرا قول بھی ہے جس کی تفصیل قاضی خاں سے گزر چکی ہے اور اسے فتح القدیر کے حوالے سے فتاویٰ شامی میں نقل کر کے کہا گیا ہے کہ یہ تفصیل حق ہے، فتاویٰ شامی کی عبارت یہ ہے:۔

وقال فی الفتح قال قاضی خان وینبغی ان یکون الجواب علی التفصیل ان اقر بعقد ماض ولم یکن بینهما عقد لا یکون نکاحا وان اقر الرجل انه زوجها وهی انها زوجها یکون نکاحا ویتضمن اقرارهما الانشاء بخلاف اقرارهما بماض لانه کذب وهو کما قال ابوحنیفة اذا قال لامرأته لیست لی امرأة ونوی به الطلاق

يقع كانه قال انى طلقتك ولو قال لم اكن تزوجتها ونوى الطلاق لا يقع لانه كذب محض الخ

يعنى اذا لم تقل لتشهد وجعلتما هذا نكاحا فالحق هذا التفصيل [۱]

ان اقوال میں توفیق ممکن ہے یعنی اگر عقدِ ماضی کا اقرار ہے حالانکہ عقد نہیں ہوا تو پھر انعقاد نہیں ہوگا اور اگر ایک دوسرے کے زوج اور زوجہ ہونے کا اقرار ہے تو یہ انشاء شمار ہوگا تو بات ایک ہی ہے، اگر اقرار سے ثبوت ہے تو انعقاد صحیح نہیں اور اگر انشاء کا مفہوم پایا جاتا ہے تو صحیح ہے۔

طحطاوی[۱۱۰] ——— حلبی کی ایک عبارت علامہ طحطاوی نے نقل فرمائی جس کے آخری الفاظ یہ ہیں :-

فتختص بكل لفظ لا يفيد الملك ولا ينعقد به النكاح الخ

اعلیحضرت ——— فتاوٰی شامی میں بکل لفظ یفید الملک ولا ینعقد به النکاح الخ ہے اور یہی صحیح ہے (گویا کہ علامہ طحطاوی کی نقل کردہ عبارت میں "لا" زائد ہے۔

طحطاوی[۱۱۱] ——— اگر باپ اپنی بالغہ لڑکی کا نکاح ایک گواہ کی موجودگی میں کرے تو اس وقت صحیح ہوگا جب وہ خود بھی موجود ہو کیونکہ اس صورت میں لڑکی خود عاقدہ ہوگی اور یہ دو گواہ ہوں گے لیکن اس کی عدم موجودگی میں صحیح نہیں کیونکہ گواہ دو نہیں (تنویر الابصار مع الدر المختار) علامہ طحطاوی فرماتے ہیں کہ یہ نکاح نافذ نہیں ہوگا بلکہ اجازت پر موقوف ہوگا

جیسے حموی میں ہے۔

اعلیٰحضرت ——— امامِ طحطاوی کا یہ قول صحیح نہیں جیساکہ ہم نے فتاوٰی شامی کے حاشیہ (ص ۴۴۹) پر تنبیہ کی ہے۔

(نوٹ) غالباً اعلیٰ حضرت کے ارشاد کا مطلب یہ ہوگا کہ یہ نکاح فاسد ہے کیونکہ گواہوں کی عدم موجودگی سے نکاح فاسد ہونا جیسے اسی حاشیہ طحطاوی میں درِ مختار کی عبارت ہے :۔

وھو الذی فقد شرطا من شرائط الصحۃ کالشھود الخ [1]

۱۱۲

طحطاوی ——— کتابیہ کے نکاح کے بارے میں صاحبِ تنویر الابصار نے فرمایا کہ صحیح ہے، صاحبِ درِ مختار نے وان کرہ تنزیہا (اگرچہ مکروہ تنزیہی ہے) کی قید لگائی ہے، علامہ طحطاوی نے فرمایا ظاہر ہے کہ یہ کراہت تنزیہی ہے کیونکہ کراہتِ تحریمیہ کے لئے نہی یا اس کے قائم مقام کی ضرورت ہے کیونکہ وہ واجب کے رتبہ میں ہے۔

اعلیٰحضرت ——— جس طرح کراہتِ تحریمی کے لئے نہی کی ضرورت ہے اسی طرح کراہتِ تنزیہی کے لئے بھی خاص نہی کا ہونا ضروری ہے ورنہ پھر اختلاف ہی نہیں ہوگا۔

(پھر اس مسئلہ کے بارے میں آپ فرماتے ہیں) اولیٰ وہ تحقیق ہے جو فتح القدیر میں موجود ہے)، فتح القدیر کی عبارت یہ ہے :۔

(دیجوز تزویج الکتابیات) والاولیٰ ان لایفعل

---

[1] حاشیۃ الطحطاوی ، ج۲، ص ۵۹

ولا یاکل ذبیحتھم الا للضرورۃ وتکرہ الکتابیۃ الحربیۃ اجماعا لانفتاح باب الفتنۃ من امکان التعلق المستدعی للمقام معہا فی دار الحرب وتعریض الولد علی التخلق باخلاق اھل الکفر وعلی الرق بان تسبی وھی حبلی فیولد رقیقا وان کان مسلما [1]

طحطاوی ۱۱۳ ـــــ اگر کسی عورت نے قاضی کے ہاں دعوٰی کیا کہ فلاں شخص نے اس سے نکاحِ صحیح کے ساتھ شادی کی ہے تو اس مدعا علیہ کیلئے اس مدعیہ کے ساتھ وطی جائز ہے۔ اس پر علامہ طحطاوی استفسار کے طور پر فرماتے ہیں کہ کیا پنچ (حَکَم) کو بھی قاضی کی مثل شمار کیا جائیگا۔

اعلیحضرت ـــــ میں کہتا ہوں، فقہاء نے تصریح کی ہے کہ حَکَم بھی قاضی کی طرح ہے البتہ قصاص اور حدود میں وہ حکم دینے کا مجاز نہیں۔

علامہ شامی اس سوال کے جواب میں فرماتے ہیں:-

قلت الظاھر نعم لانھم انما فرقوا بینھما فی انہ لا یحکم فی قصاص وحدود ودیۃ علی عاقلۃ [2]

فتح القدیر میں ہے:-

وینفذ حکمہ علیھما ولھذا اذا کان المحکم بصفۃ الحاکم لانہ بمنزلۃ القاضی ـــــ ولا یجوز

---

[1] فتح القدیر، ج ۳، ص ۱۳۵

[2] رد المحتار، ج ۲، ص ۲۹۵

التحکیم فی الحدود و القصاص ـــــ قالوا تخصیص الحدود والقصاص یدل علی جواز التحکیم فی سائر[1]

طحطاوی[114] ـــــ اگر ولی اقرب نے بالغہ لڑکی سے اذن نکاح چاہا اور وہ خاموش رہی پھر اس نے کسی کو نکاح کا وکیل بنایا تو اگر خاوند اور مہر معروف ہیں تو جائز ہے (درمختار)

اس پر بحرالرائق میں اعتراض اٹھایا گیا ہے کہ وکیل کو اجازت کے بغیر توکیل کی اجازت نہیں پس اس کا تقاضا عدم جواز ہے یا یہ صورت مستثنیٰ ہے۔

علامہ طحطاوی نے مزید بحث کرتے ہوئے نتیجہ کے طور پر یہ فرمایا کہ دوسری صورت متعین ہے یعنی یہ استثناء ہے۔

اعلیٰ حضرت ـــــ بندۂ ضعیف نے اپنے فتاوٰی میں اس مسئلہ کی تحقیق کی ہے کہ یہ تمام بحث لاحاصل ہے اور صحیح واجب الاعتماد بات یہ ہے کہ نکاح ناجائز ہے اور نکاح فضولی ہے۔

فتاوٰی رضویہ میں ہے :-

"وکیل بالنکاح کو شرعاً اتنا اختیار ہے کہ خود نکاح پڑھائے نہ کہ دوسرے کو پڑھانے کی اجازت دے جب تک ماذون مطلق یا صراحۃً دوسرے کو وکیل کرنے کا مجاز نہ ہو بغیر اس کے اگر اس نے دوسرے سے پڑھوایا تو صحیح مذہب پر بلا اذن ہوگا"

---

[1] فتح القدیر ، باب التحکیم ، ج ۶ ، ص ۴۰۸

بہرحال مذہبِ راجح پر یہ نکاح، نکاحِ فضولی ہوتے ہیں [۱]

۱۱۵
طحطاوی —— اگر نکاح کرنے والا لڑکی کا باپ یا دادا ہو تو صرف خاوند کا ذکر ہی کافی ہے کیونکہ وہ مہر میں کمی نہیں کرتے جبکہ ان کا غیر ہو تو مہر کا ذکر بھی ضروری ہے۔

اعلیحضرت —— یعنی باپ یا دادا کسی اعلیٰ غرض کے پیشِ نظر مہر میں کمی نہیں کریں گے، لہٰذا یہاں کچھ عبارت رہ گئی ہے، یا تو یہی الفاظ لغرض فوقہا ہیں یا اسی مفہوم کے کچھ اور الفاظ ہیں۔

۱۱۶
طحطاوی —— اگر باپ یا دادا، نابالغہ کا نکاح کر دیں تو چاہے غبن فاحش کے ساتھ یا غیر کفو میں ہی کیوں نہ ہو، لازم ہو جائے گا (تنویر الابصار مع الدر المختار)

علامہ طحطاوی فرماتے ہیں کہ غیر کفو میں امامِ ابوحنیفہ کے نزدیک جائز ہے لیکن صاحبین کے نزدیک ناجائز ہے۔

اعلیحضرت —— پس اس صورت میں نکاح منعقد نہیں ہوگا جیسا کہ ہدایہ میں ہے:۔

ومن زوج ابنتہ وھی صغیرۃ عبدا او زوج ابنہ وھو صغیر امۃ فھو جائز قال وھذا عند ابی حنیفۃ ایضا لان الاعراض عن الکفاءۃ لمصلحۃ تفوقہا وعندھما ھو ضرر ظاھر لعدم الکفاءۃ فلا یجوز واللہ اعلم [۲]

---

[۱] فتاویٰ رضویہ، ج ۵، ص ۵۵، ۵۶ ملخصاً

[۲] ہدایہ اولین، ج ۲، باب الاولیاء والاکفاء، ص ۳۲۲

۱۱۷

طحطاوی ـــــ اگر باپ اور دادا کے علاوہ کوئی دوسرا شخص غبنِ فاحش کے ساتھ یا غیر کفو میں نکاح کر کے دے تو صحیح نہیں، علامہ طحطاوی نے وان کان المزوج غیرھما میں ھما ضمیر کا مرجع بنایا۔

اعلیٰحضرت ـــــ تنویر الابصار مع در المختار میں بیان کیا گیا کہ اگر باپ اور دادا سوء اختیار سے اور خاوند سوءِ عسرت سے معروف نہ ہو تو اس صورت میں باپ دادا غیر کفو میں یا غبنِ فاحش کے ساتھ نکاح کر کے دے سکتے ہیں ورنہ نہیں۔

اعلیٰ حضرت فرماتے ہیں لیکن اگر نکاح کے بعد خاوند غیر کفو میں بدل جائے تو پھر کسی کو فسخِ نکاح کا اختیار نہیں لہٰذا نکاح کے عدمِ جواز کے لئے خاوند کا سوءِ عسرت سے معروف ہونا نکاح سے پہلے ضروری ہے، بعد کا اعتبار نہیں۔

۱۱۸

طحطاوی ـــــ نکاحِ فاسد کی تعریف میں صاحبِ در مختار نے فرمایا کہ وہ نکاح جس میں شرائطِ نکاح میں سے کوئی شرط مفقود ہو جیسے گواہوں کا نہ ہونا۔

علامہ طحطاوی نے نکاحِ فاسد کی چند مثالیں بیان فرما کر آخر میں فرمایا کہ نکاح فاسد سے نسب ثابت ہو جاتا ہے اور اس عورت پر عدت واجب ہو گی۔ ان مثالوں میں سے ایک مثال "کافر کا مسلمان عورت سے نکاح" بیان فرمائی۔

اعلیٰحضرت ـــــ (آپ فرماتے ہیں) باب ثبوت النسب کے آخر میں یہی مسئلہ بیان کیا گیا ہے کہ کافر کا مسلمان عورت سے نکاح فاسد نہیں بلکہ باطل ہے لہٰذا نہ تو نسب ثابت ہو گا اور نہ ہی عدت واجب ہو گی۔

صاحبِ درِ مختار فرماتے ہیں :

قلت و فی مجموع الفتاوی نکح کافر مسلمۃ فولدت منہ لا یثبت النسب منہ ولا تجب العدۃ لانہ نکاح باطل۔

اس کی تشریح کے طور پر علامہ طحطاوی فرماتے ہیں :۔

لانہ لیس بشبھۃ بقرینۃ عدم وجوب العدۃ منہ واللہ تعالیٰ اعلم واستغفر اللہ العظیم [۱]

لہٰذا علامہ طحطاوی کا یہ قول صحیح نہیں کہ نسب ثابت ہو جائے گا۔ فتاوٰی شامی میں ہے :۔

(لانہ نکاح باطل) ای فالوطئ فیہ زنی لا یثبت بہ النسب بخلاف الفاسد فانہ وطئ بشبھۃ فیثبت بہ النسب [۲]

۱۱۹ طحطاوی —— دس عقودِ فاسدہ کو ایک نظم میں بیان کیا گیا ہے، نظم کے اشعار میں سے ایک شعر یہ ہے ؎

والواجب الاکثر فی الکتابۃ
من الذی سماہ او من قیمۃ

حلبی کے حوالہ سے علامہ طحطاوی نے فرمایا الکتابۃ اور من القیمۃ میں "تا" کو مجرور پڑھا جائے گا اور وقف کرکے "تا" کو "ہا" نہیں پڑھیں گے

---

[۱] حاشیۃ الطحطاوی ۔ ج ۲ ، ص ۲۴۱

[۲] ردالمحتار ج ۲ ، باب ، فصل فی ثبوت النسب ، ص ۶۳۳

کیونکہ نظم میں رجز ہوتا ہے۔

اعلیٰحضرت ——— علامہ شامی نے حلبی کے حوالے سے عدمِ توقف کی وجہ بیان فرمائی اور وہ اختلافِ قافیہ سے احتراز ہے۔

۱۲۰
طحطاوی ——— ایک اور شعر کے آخری الفاظ الامانۃ اور القیمۃ کے بارے میں علامہ طحطاوی نے فرمایا کہ ان کو مرفوع پڑھا جائے گا اور سکون کے ساتھ وقف نہیں کیا جائے گا جیسے کہ اس سے قبل حلبی کے حوالے سے گزر چکا ہے۔

اعلیٰحضرت ——— علامہ طحطاوی نے لما مر قالہ الحلبی کہہ کر جس حوالے کی طرف اشارہ فرمایا، اعلیٰحضرت نے اسے علامہ طحطاوی سے غیر مستحسن قرار دیا اور اس کی وجہ یہ بیان فرمائی کہ چونکہ اس سے قبل علامہ طحطاوی نے صرف حکم بیان فرمایا تعلیل نہیں بیان فرمائی اس لئے یہاں تعلیل کا حوالہ دینا مناسب نہیں البتہ تعلیل علامہ شامی نے حلبی کے حوالے سے بیان فرمائی اور وہ یہ ہے:۔

لئلا تختلف القافیۃ [۱]

۱۲۱
طحطاوی ——— طلبِ مہر کی بنا پر عورت خاوند کو جماع سے منع کر سکتی ہے، اس کے علاوہ اسے منع کرنے کا حق نہیں پہنچتا اور خاوند اس کی مرضی کے بغیر بھی جماع کر سکتا ہے البتہ اگر مہر کے مطالبہ کی وجہ سے منع کرے تو امامِ ابو حنیفہ رحمۃ اللہ کے نزدیک جماع جائز نہیں اور صاحبین کے نزدیک جائز ہے لیکن یہ اس وقت جبکہ اس سے قبل اس کی مرضی سے جماع کر چکا ہو اور اگر اس سے قبل ایسا نہیں ہوا تو عدمِ جواز پر اتفاق ہے۔

---

[۱] ردالمحتار، ج ۱، ص ۳۵۲۔

اعلیحضرت ——— اسی طرح بعض وہ اشیاء جو عادتاً (عرفاً) مشروط سمجھی جاتی ہیں جیسے موزے (جرابیں وغیرہ) مکعب[1]، ریشمی چادر اور مٹھائی (جو تقسیم کی جاتی ہے) کے لئے رقم وغیرہ ان کی عدمِ ادائیگی کی وجہ سے بھی عورت جماع سے منع کر سکتی ہے کیونکہ وہ بھی غیر مصرح مہر کی طرح ہیں، فتاوٰی شامی میں اسکی تصریح اس طرح کی گئی ہے :-

وقد رأیت فی الملتقط التصریح بلزومہ کما قلنا حیث ذکر فی مسئلۃ منع المرأۃ نفسہا حتی تقبض المہر فقال ثم ان شرط لہا شیئا معلوما من المہر معجلا فاوفاہا ذٰلک لیس لہا ان تمنع نفسہا وکذٰلک المشروط عادۃ کالخف والمکعب ودیباج اللفافۃ ودراہم السکر علٰی ما ھو عادۃ اھل سمرقند [2]

۱۲۲

طحاوی ——— تنویر الابصار مع الدر میں ہے کہ اگر باپ اپنے چھوٹے فقیر لڑکے کا نکاح کسی عورت سے کرے تو باپ سے مہر کا مطالبہ نہیں کیا جائے گا البتہ اگر وہ خود ادائیگی کا ضامن بن جائے تو مطالبہ کیا جائے گا جس طرح نفقہ کے بارے میں ہے کہ باپ اسی صورت میں ادائیگی کرے گا جب وہ ضامن ہو۔

---

[1] مکعب کے معنٰی لغات میں زنبیل، ابھرے ہوئے پستان والی لڑکی وغیرہ ہیں، یہاں یا تو زنبیل مراد ہے یا پستان کے اوپر کا کپڑا یعنی باڈیس،

[2] رد المحتار علی الدر المختار، ج۲، ص ۳۴۹

اعلیحضرت ـــــــ باپ، قاضی کے فرض کرنے یا باہمی رضامندی سے نفقہ کا ضامن ہوگا کیونکہ فقہاء کرام کی تصریح موجود ہے کہ نفقہ یا تو باہمی رضامندی سے قرض بنتا ہے یا قاضی کے فرض کردینے سے اور کفالت کیلئے دَین ہونا شرط ہے اسی لئے فقہاء نے زوجہ کے نفقہ کی کفالت کو باطل قرار دیا ہے۔

علامہ شامی نے مختلف اقوال کے درمیان اسی طرح تطبیق دی ہے فتاویٰ شامی میں ہے :۔

ان الاب لا یطالب بنفقۃ زوجۃ ابنہ الا اذا ضمنہا مقید بالمفروضۃ والمقضیۃ توفیقا بین کلامہم [۱]

۱۲۴
طحطاوی ـــــــ جب تک مہرِ معجل ادا نہ کیا جائے عورت کو حق پہنچتا ہے کہ وہ خاوند کو جماع سے منع کردے۔ امام ابو یوسف کے نزدیک اگر پورا مہر مؤجل ہو تو پھر بھی عورت کو حقِ امتناع حاصل ہے کیونکہ عادۃً تمام مہر کی تاخیر کے سبب جماع مؤخر ہوتا ہے۔

اعلیحضرت ـــــــ امام ثانی کے قول پر فتویٰ کی وجہ عرف و عادت کا لحاظ ہے، لہٰذا جہاں عرف یہ ہوگا وہاں عورت کو حقِ امتناع حاصل ہوگا لیکن ہمارے ملک میں مہر کی ادائیگی سے پہلے دخول معروف ہے اس لئے یہاں باتفاقِ ائمہ عورت کو امتناع کا حق نہیں کیونکہ معروف مشروط کی طرح ہے اور یہی بات خود طحطاوی نے صراحۃً بیان کی کہ یہ اس وقت ہے جب پہلے سے مشروطہ ہو،

---

[۱] شامی، ج ۲، ص ۶۵۱

اگر حلولِ مہر سے قبل دخول کی شرط لگا دی جائے اور عورت بھی راضی ہو تو اسے روکنے کا حق بالاتفاق نہیں ہے۔

طحاوی ۱۲۴ —— ہر وہ نکاح جو مسلمانوں میں صحیح شمار ہوتا ہے، کفار کے مابین بھی درست ہے۔

اس کی دلیل کے طور پر صاحبِ درِ مختار نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد نقل کیا:

ولدت من نکاح لا من سفاح

جس کا مفاد یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے والدین کریمین (معاذ اللہ) غیر مسلم تھے۔ علامہ طحاوی نے اس استدلال کو غیر مناسب قرار دیتے ہوئے فرمایا کہ اس میں رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے والدین کریمین کی کفر کی طرف نسبت ہے جو سوءِ ادب ہے اور صحیح اعتقاد یہ ہے کہ وہ کفر سے محفوظ تھے، اللہ تعالٰی نے انہیں زندہ فرمایا اور وہ رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لائے جیسا کہ حدیثِ پاک میں وارد ہے اور اسی پر یہ بات بھی دلالت کرتی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ابوطالب کے بارے میں فرمایا کہ جہنم کے ادنٰی عذاب میں وہ شخص مبتلا ہے جسے آگ کے جوتے پہنائے گئے جن سے اس کا دماغ کھولتا ہے" اور یہ بات ابوطالب کے حق میں ہے اور یہ ادنٰی عذاب رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی تکریم و توقیر کے پیشِ نظر ہے۔

اعلیٰحضرت —— میں کہتا ہوں اس کی تفصیل یہ ہے کہ ابوطالب کفر پر قائم رہے اور اسی پر اس نے انتقال کیا، رسولِ پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی شانِ پاک کو خوب جانا کیونکہ بچپن میں آپ کی تربیت کی، سفر و حضر میں آپ کے

ساتھ رہے، آپ کے معجزات کو دیکھا، قرآنِ پاک کو سنا اور اس کا ذکر کیا۔ ان تمام باتوں کا تقاضا یہ ہے کہ عذاب زیادہ ہو لیکن اس کے باوجود خفیف کیوں ہے؟ یا تو اس کے بدلے میں ہے جو آپ نے رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی حمایت و مدد کرتے رہے، یا رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی تکریم کے پیشِ نظر ہے کیونکہ آپ طبعی طور پر ابوطالب سے محبت کرتے تھے اور وہ آپ کی حمایت میں کمربستہ رہے کیونکہ چچا باپ کی طرح ہوتا ہے۔

ظاہر ہے پہلی وجہ نہیں ہو سکتی کیونکہ قرآنِ پاک کے مطابق کفار کے اعمال کالعدم ہیں اور انہیں محض دنیا میں فائدہ پہنچتا ہے لہٰذا ابوطالب کے عذاب میں تخفیف صرف اور صرف رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی تکریم و توقیر کی وجہ سے ہے اور یہ بات بھی اظہر من الشمس ہے کہ آپکی تکریم والدین کے بارے میں کہیں زیادہ ہے اور اسی طرح ان کو پہنچنے والی تکلیف آپ کی پریشانی کا باعث ہے اور اگر معاذ اللہ وہ کفر پہ ہوتے تو ان کا عذاب ابوطالب کے عذاب سے بہت خفیف ہوتا حالانکہ حدیثِ پاک سے واضح ہے کہ ابوطالب کا عذاب سب سے خفیف ہے علاوہ ازیں آپ کے والدینِ کریمین نے نہ تو زمانۂ بعثت کو پایا اور نہ ہی اسے رد کیا پس ثابت ہوا کہ وہ مسلمان تھے اور ہم مسلمانوں کو اس بارے میں قطعاً کوئی شک نہیں، سیدھے راستے کی راہنمائی اللہ تعالیٰ ہی فرماتا ہے۔

۱۲۵ طحطاوی ——— والدین کریمین کے اسلام کے ضمن میں علامہ طحطاوی نے ایک فاضل کا واقعہ بھی نقل فرمایا کہ اسے علماء کے مختلف اقوال کے بارے میں کافی تفکر تھا چنانچہ اسی تفکر کے عالم میں وہ سو گیا، صبح ہوئی تو امیر شہر کا ایلچی اسے امیر کے پاس بطورِ مہمان لے گیا، راستے میں ایک شخص نے

اس کی پریشانی کو دور کرتے ہوئے مسئلہ بتایا کہ رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے والدین کریمین کو اللہ تعالیٰ نے زندہ فرمایا اور انہوں نے رسالت کی گواہی دی لہٰذا جو شخص اس حدیث کو ضعیف کہے وہ خود ضعیف ہے اور حقیقت کو سمجھنے سے عاری ہے۔

اعلیٰحضرت ——— ان یضیفہ میں ضمیر مرفوع متصل کا مرجع جندی یعنی امیر ہے اور ضمیر منصوب متصل کا مرجع وہ شخص فاضل ہے یعنی امیر نے اس فاضل کی دعوت کی،

۱۲۶

طحطاوی ——— جو نکاح حرمت محل (جس طرح محارم) کی وجہ سے حرام ہو منعقد ہو جائیگا لہٰذا انفقہ بھی واجب ہوگا اور قاذف کو حد بھی لگائی جائے گی، لیکن اس بات پر اجماع ہے کہ زوجین ایک دوسرے کے وارث نہیں ہونگے کیونکہ وراثت صرف نکاح صحیح میں ثابت ہے اور وہ بھی خلافِ قیاس، لہٰذا اپنے مورد پر بند رہے گی۔

اعلیٰحضرت ——— یعنی خاوند اور بیوی ایک دوسرے کے وارث نہیں ہونگے لیکن اولاد ماں باپ کی وارث ہوگی کیونکہ ان کی ولادت نکاحِ صحیح پر بھی موقوف نہیں اس لئے کہ نکاحِ صحیح تو خلافِ قیاس نہیں (کہ صرف اسی پر اقتصار ہو) لہٰذا جہاں نسب ثابت ہوگا وہاں وراثت بھی ثابت ہوگی اسی لئے نکاحِ باطل میں وراثت نہیں جیسے مسلمان کی اولاد بت پرست عورت سے باپ کی وارث نہیں ہوگی۔

۱۲۷

طحطاوی ——— صاحبِ درمختار نے فرمایا کہ کوئی شخص اپنی بیوی سے جماع کا انقطاع مدتِ ایلاء سے زیادہ اس کی مرضی کے بغیر نہ کرے۔

اس پر علامہ طحطاوی آزاد عورت کی مدتِ ایلاء چار ماہ اور لونڈی کی مدتِ ایلاء دو ماہ بیان کرنے کے بعد فرماتے ہیں کہ کیا ہر ایک میں اسکی

اپنی مدتِ ایلاء معتبر ہوگی یا آزاد عورت کی مدتِ ایلاء کا اعتبار کیا جائیگا۔

اعلیٰحضرت —— اعلیٰ حضرت قدس سرہ نے امامِ طحطاوی کی جانب سے تعینِ مدت میں تشکیک کو تعجب خیز قرار دیتے ہوئے واضح فرمایا کہ آزاد عورت کی مدتِ ایلاء کا اعتبار کیا جائے گا کیونکہ اگر آزاد اور لونڈی دونوں کی اپنی اپنی مدت کا اعتبار کیا جائے تو پھر لونڈی کی فضیلت لازم آتی ہے کیونکہ اس کے لئے دو ماہ میں ایک مرتبہ جماع کا حق ثابت ہوگا جب کہ آزاد عورت کے لئے چار ماہ میں ایک مرتبہ، اور یہ آزاد عورت پر زیادتی ہے اور یہ مطلوب کے خلاف ہے کیونکہ یہ تنقیص آزاد عورت پر ایسی زیادتی ہے جو ناپسندیدہ ہے۔

اعلیٰ حضرت نے اس کی تائید میں علامہ طحاوی کا قول جسے صاحبِ درمختار نے نقل فرمایا، بیان کیا کہ آزاد عورت کے لئے چار دنوں میں ایک دن اور لونڈی کے لئے سات دنوں میں ایک دن کا حق ہے، اسی طرح حضرتِ فاروقِ اعظم رضی اللہ عنہ کا مشہور واقعہ بھی آپ نے بطورِ تائید پیش فرمایا جس میں مجاہدین کو چار ماہ کے بعد گھر جانے کی اجازت کا حکم دیا گیا تھا اور اس میں آزاد اور لونڈی کی کوئی تمیز نہ تھی۔

اعلیٰ حضرت فرماتے ہیں کہ جب میں نے اپنی بحث مکمل کرنے کے بعد فتاویٰ شامی کو دیکھا تو وہاں بھی یہ بات مذکور تھی، شامی میں ہے:-

وهو اربعة اشهر يفيد ان المراد ايلاء الحرة ويؤيد ذٰلك ان عمر رضي الله تعالىٰ عنه لما سمع في الليل امرأة تقول الخ[1]

---

[1] شامی، ج۲، ص ۳۹۸

۱۲۸

طحطاوی —— "اگر عورت کی جانب سے نافرمانی کا ڈر ہو تو پہلے سمجھایا جائے پھر علیحدگی اختیار کی جائے پھر بھی باز نہ آئے تو مارا جائے۔" قرآنِ پاک میں بھی حکم دیا گیا ہے[1]۔ علامہ طحطاوی فرماتے ہیں کہ لفظِ ھجر کی مراد میں اختلاف ہے، بعض نے کہا کہ بستر علیحدہ کیا جائے الخ۔

اعلیٰحضرت —— واھجروھن سے بستر کی علیحدگی آیت کا ظاہری مفہوم ہے۔

۱۲۹

طحطاوی —— بعض کے نزدیک ترکِ جماع مراد ہے۔

اعلیٰحضرت —— آیتِ کریمہ میں اس معنیٰ کا بھی احتمال ہے۔

۱۳۰

طحطاوی —— امام طحطاوی فرماتے ہیں، زیادہ ظاہر یہ ہے کہ اگر ضرورت پڑے تو بستر کی علیٰحدگی اور ترکِ جماع کے ساتھ ترکِ کلام بھی کیا جائے۔

اعلیٰحضرت —— واھجروھن فی المضاجع کے ظاہر الفاظ سے تو یہ مفہوم بعید ہے، شاید دلالۃً یہ مفہوم اظہر ہو۔

۱۳۱

طحطاوی —— درِ مختار میں ہے کہ خاوند کا بیوی پر یہ حق ہے کہ ہر مباح کام میں خاوند کی اطاعت کرے۔

علامہ طحطاوی فرماتے ہیں ظاہر یہ ہے کہ جب خاوند اسے حکم دیگا تو یہ کام اس پر واجب ہو جائے گا جس طرح بادشاہ کا حکم رعایا کے لئے (وجوب کا درجہ رکھتا ہے)

اعلیٰحضرت —— اعلیٰ حضرت فرماتے ہیں کہ کتاب الجہاد کے شروع میں بحر الرائق کے

---

[1] والّتی تخافون نشوزھن فعظوھن واھجروھن فی المضاجع واضربوھن الآیۃ پ۵ ع۲ النساء

حوالے سے محشی نے نقل کیا کہ عورت پر خاوند کے احکام کی پابندی صرف انہی امور میں ہے جو نکاح سے متعلق ہیں اور فتح القدیر کے حوالے سے ہے کہ اطاعت واجب ہے لیکن ان امور میں نہیں جن میں روحانی خطرات ہوں۔ اعلیٰ حضرت کے کلام کا مفاد یہ ہے کہ امام طحطاوی کا مطلقاً خاوند کے حکم کی اطاعت کا یہ قول محشی کی نقل کردہ عبادات سے متصادم ہے۔

۱۳۲ طحطاوی ـــــــ علامہ طحطاوی نے فرمایا کہ اگر عورت باوجود (حیض ونفاس سے) پاک ہونے کے خاوند کے بلانے پر حاضر نہ ہو تو خاوند اسے سزا دے سکتا ہے۔

اعلیٰحضرت ـــــــ اعلیٰ حضرت فرماتے ہیں (صرف طہارت کی قید کافی نہیں بلکہ) مناسب تھا کہ ایسی مرض سے سلامتی کی قید لگائی جاتی جس کے ساتھ جماع موافق نہیں یا ضرر رساں ہے، اسی طرح عورت کا بالغ ہونا بھی ضروری ہے۔

۱۳۳ طحطاوی ـــــــ اگر طلاق کو طلاق نامہ کے آنے سے مشروط کرتے ہوئے کہا کہ جب تیرے پاس میری یہ تحریر آئے، تجھے طلاق ہے پس اس عورت کے پاس خاوند کی تحریر پہنچتے ہی طلاق واقع ہو جائے گی، چاہے وہ اسے پڑھے یا نہ پڑھے۔

اعلیٰحضرت ـــــــ علامہ طحطاوی نے جو عبارت خلاصہ کے حوالہ سے نقل فرمائی اس کے بارے میں اعلیٰحضرت فرماتے ہیں، یہ نامکمل ہے یا تو علامہ طحطاوی نے اختصار سے کام لیا ہے یا فتاویٰ عالمگیری کے نسخہ میں عبارت رہ گئی ہے ورنہ فتاویٰ قاضی خاں اور فتاویٰ ہندیہ میں مزید عبارت ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ جب تک وہ تحریر عورت کے پاس نہ پہنچے طلاق نہیں واقع ہو گی اور اگر اس نے کہا جب تیرے پاس میری یہ تحریر

پہنچے، پس تجھے طلاق ہے پھر اس کے بعد (طلاق کا ذکر نہ ہو بلکہ) دیگر ضروریات کا ذکر ہو تو بھی طلاق صحیح ہو گی۔ فتاویٰ قاضی خاں میں ہے:۔

وان علق طلاقها بمجیئ الکتاب بان کتب اذا جاءك کتابی هٰذا فانت طالق فان لم یجیئ الیها الکتاب لا یقع وان کتب اذا جاءك کتابی هذا فانت طالق وکتب بعد هٰذا حوائج فجاءها الکتاب وقرأت اولم تقرأ یقع الطلاق وان بدا له بعد ما کتب فمحا الحوائج وترك اذا جاءك کتابی هٰذا فانت طالق فجاءها الکتٰب وقع الطلاق لان قوله کتابی هٰذا اشارة الی ماکتب قبل الطلاق واذا وصل الیها ذلك وقع الطلاق وان بدا له بعد ماکتب فمحا اذا جاءك کتابی هٰذا فانت طالق وترك الحوائج فوصل الیها ذلك لا یقع الطلاق لان شرط وقوع الطلاق ان یصل الیها ماکتب قبل قوله هٰذا فاذا محا ذلك لم یصل الیها مایتعلق به الطلاق الخ [1]

۱۳۴ طحطاوی — علامہ طحطاوی نے فرع کے عنوان کے تحت یہ مسئلہ درج فرمایا کہ اگر کوئی شخص جھوٹی طلاق کا اقرار کرے تو دیانۃً طلاق واقع نہیں ہو گی البتہ قضاءً طلاق واقع ہو جائے گی۔

---

[1] فتاویٰ قاضی خاں بر حاشیہ فتاویٰ عالمگیری، ج ۱، ص ۴۷۱

اعلیٰحضرت —— آپ فرماتے ہیں کہ اس سے پہلے میں اس مسئلے پر فتویٰ دے چکا ہوں اور اس دلیل سے کہ ہر شخص کسی بھی بات کے اقرار میں خود مختار ہے لہٰذا اس کا اقرار صحیح قرار دیا جائے گا اور میں نے درِمختار کے حاشیے پر بھی اس کا ذکر کیا ہے (اب علامہ طحطاوی کا ذکر کردہ یہ مسئلہ دیکھا) الحمدللہ یہ معقول، منقول کے موافق ہوا اور یہ محض اللہ تعالیٰ بلند و بالا کی عطا فرمودہ قوت ہی سے ہے۔

۱۳۵

طحطاوی —— الفاظِ کنایہ کا ذکر کرتے ہوئے علامہ طحطاوی نے الحقی بوقبتك اور وھبتك لاھلك کا ذکر فرمایا۔

اعلیٰحضرت —— بوقبتك صحیح نہیں بلکہ بوفقتك صحیح لفظ ہے جس طرح فتاویٰ ہندیہ میں ہے :-

وفی الحقی بوفقتك یقع اذا نویٰ کذا فی البحرالرائق [1]

۱۳۶

طحطاوی —— طلاق کے ضمن میں الفاظِ کنایہ کا ذکر کرتے ہوئے علامہ طحطاوی نے الدرالمنتقیٰ اور فتاویٰ ہندیہ کے حوالہ سے چند کنایات بیان فرمائے جن میں سے ایک وھبتك لاھلك او ابیك او امك اور دوسرا عفوت عنك لاجلھم ہے۔

اعلیٰحضرت —— اعلیٰ حضرت فرماتے ہیں، ممکن ہے کہ الدرالمنتقیٰ میں وھبتك لاھلك کو الفاظِ کنایہ میں شمار کرنے کی وجہ غالباً یہ ہے کہ یہ الفاظ طلاق کا بھی احتمال رکھتے ہیں اور اس بات کا بھی کہ میں نے تیرے خاندان کی وجہ سے تجھے معاف کر دیا۔ پس علامہ طحطاوی سے عبارت دیکھنے میں لغزش واقع ہوئی

---

[1] فتاویٰ ہندیہ، ج ۱، ص ۳۷۵

(کیونکہ) الدر المنتقیٰ کے متن الملتقیٰ میں ہے وھبتك لاھلك، اسکی تشریح میں مجمع الانہر میں ہے "میں نے تجھے تیرے خاندان کی وجہ سے معاف کر دیا یا میں نے تجھے تیرے گھر والوں کے سپرد کر دیا کیونکہ میں نے تجھے طلاق دے دی یعنی عفوت عنك لاجلھم کو بطور احتمال بیان کیا گیا،

اصل الفاظ کنایہ کے طور پر بیان نہیں کیا جبکہ علامہ طحطاوی نے ان الفاظ کو مستقل الفاظِ کنایہ میں شمار کیا ہے

طحطاوی ۱۳۷ —— الفاظِ کنایہ میں سے ایک اظفری بمرادك ہے یعنی تو اپنی مراد کو پالے۔

اعلیٰحضرت —— گذشتہ کی طرح یہاں بھی دو احتمال ہیں جس طرح خود علامہ طحطاوی نے اس سے قبل صاحبِ درِ مختار کے قول افلحی کے تحت بحر الرائق کے حوالہ سے بیان کیا کہ اس قول میں نیت کے ساتھ طلاق واقع ہو جائے گی کیونکہ اس قول کا معنی "چلی جا" بھی ہے اور "اپنے مقصد میں کامیاب ہو جا" بھی ہے (لہٰذا جب دو معنوں کا احتمال ہے تو نیتِ طلاق سے طلاق واقع ہو جائے گی ۱ مرتب)

اعلیٰحضرت فرماتے ہیں کہ ان الفاظ سے وقوعِ طلاق اس وقت واضح ہے، جب عورت طلاق طلب کرے یا کہے کہ میں چاہتی ہوں تو مجھے مجھے طلاق دے تو جواب میں خاوند کہے اظفری بمرادك ظاہر ہے یہاں مراد سے مطلوب طلاق ہے۔

طحطاوی ۱۳۸ —— یہ عبارت درمختار کی ہے، صاحبِ درمختار نے تعلیقِ طلاق کی شرائطِ صحت کے ضمن میں پہلی شرط یہ بیان کی کہ جس شرط سے طلاق کو معلق کیا جائے وہ ایسی معدوم ہو جو وجود میں آسکتی ہو کیونکہ اگر وہ متحقق ہو تو

طلاق فی الفور واقع ہوجائے گی، معلق نہیں رہے گی اور اگر وہ محال ہو تو وہ
کلام لغو ہوجائیگی، محال کی مثال یہ ہے کہ خاوند بیوی کو کہے، اگر اونٹ سوئی
کے سوراخ میں داخل ہوجائے تو تجھے طلاق ہے چونکہ اونٹ کا داخل ہونا
محال ہے اس لئے یہ کلام لغو ہوجائے گی۔

دوسری شرط لفظِ طلاق اور شرطِ تعلیق کا اتصال ہے۔

اعلیحضرت ——— اعلیٰ حضرت کی کلام کا مفہوم یہ ہے کہ طلاق کو کسی امر محال سے
معلق کرنے سے لغویت ایک ظاہری اور بدیہی امر ہے لیکن اگر امرِ محال سے
عدمِ طلاق کو معلق کیا جائے تو کیا طلاق واقع ہوگی یا نہیں؟ مثلاً یہ کہے کہ
"اگر اونٹ سوئی کے سوراخ میں داخل ہوجائے تو تجھے طلاق نہیں" اس
صورت میں کلام کے مفہوم کا اعتبار کیا جائے تو طلاق تنجیزی واقع ہوگی کیونکہ
طلاق کو ایک وجودی سے معلق کیا گیا ہے لیکن محض نیت کرنے اور فرض کرنے
سے طلاق واقع نہیں ہوتی بلکہ طلاق کے الفاظ استعمال کئے جائیں تو وقوع
ہوتا ہے جس طرح اگر کوئی کہے لاحاجۃ لی الیک (مجھے تیری طرف
کوئی حاجت نہیں) تو طلاق واقع نہیں ہوگی کیونکہ یہ طلاق کے الفاظ نہیں
اسی طرح مذکورہ صورت میں بھی تعلیق کا مفہوم ہے الفاظ نہیں (لہٰذا طلاق
نہیں واقع ہوگی)

۱۳۹ طحطاوی ——— تنویر الابصار کے مصنف نے مسئلہ بیان فرمایا کہ اگر کوئی شخص
کسی اجنبی عورت سے کہے اگر تو زید کی زیارت کرے تو تجھے طلاق ہے
اب اسی عورت سے اس شخص نے نکاح کیا پھر عورت نے زید کی زیارت
کی تو طلاق واقع نہیں ہوگی بلکہ کلام لغو ہوجائے گی۔

اسی ضمن میں صاحبِ درِ مختار نے بحر الرائق کے حوالے سے بیان کیا کہ

ہمارے عرف میں عورت کی زیارت کا مفہوم یہ ہے کہ وہ اپنے ساتھ کھانے کا سامان لے کر جائے جسے وہاں جاکر پکایا جائے۔

علامہ طحطاوی فرماتے ہیں کہ مصر میں آجکل اس کے خلاف معروف ہے یعنی وہاں عورت زیارت کرنے والی شمار کی جائے گی اگرچہ اس کے پاس ایسی چیز بھی ہو جسے پکایا نہیں جاتا جیسے پھل وغیرہ۔

اعلیٰحضرت —— اعلیٰ حضرت فرماتے ہیں کہ ہمارے عرف میں زیارت کا مفہوم ان دونوں سے عام ہے کیونکہ ہمارے ہاں عورت زائرہ شمار ہوگی چاہے وہ اپنے ساتھ کچھ بھی نہ لے جائے۔

طحطاوی ۱۴۰ —— طلاقِ مریض کی بحث میں صاحبِ درمختار نے المجتبیٰ کے حوالے سے بیان کیا کہ اگر مقعد[1] مسلول[2] اور مفلوج[3] کی بیماری طویل ہو جائے اور اسے چلنے پھرنے سے معذور نہ کردے تو وہ صحیح کی طرح ہے، اس پر تفریع کے طور پر علامہ طحطاوی فرماتے ہیں کہ بیماری طویل نہ ہو یا طویل تو ہو لیکن چلنے پھرنے سے بھی معذور ہو تو وہ مریض ہے۔

اعلیٰحضرت —— علامہ شامی نے کتاب الوصایا میں درمختار کے اس قول واعتمد فی التجرید کی تشریح میں جو لکھا ہے وہ اس کے خلاف ہے، فتاوی شامی کی عبارت یہ ہے :-

---

[1] الذی اقعدہ المرض عن القیام۔

[2] من السل بالکسر مرض معروف۔

[3] من یحدث فی احد شقی البدن طولا فیبطل احساسہ وربما کان فی الشقین ویحدث بغتۃ۔ (حاشیۃ الطحطاوی، ج ۲، ص ۱۶۵)

والظاهر انہ مقید بغیر الامراض المزمنۃ

التی طالت ولم یخف منہا الموت کالفالج

ونحوہ وان صیرتہ ذا فراش ومنعتہ عن

الذہاب فی حوائجہ [1]

۱۴۱

طحطاوی ——— تنویر الابصار مع درِ مختار میں ہے کہ اگر کوئی شخص اپنی بیوی سے کہے انت علیّ مثل امی اور احترام یا ظہار یا طلاق کی نیت کرے تو اس کی نیت صحیح ہو گی کیونکہ یہ کنایہ ہے لہٰذا جو اس نے ارادہ کیا وہی واقع ہو گا، علامہ طحطاوی فرماتے ہیں کہ چاہے نیت کرے چاہے دلالتِ حال ہو، طلاق واقع ہو جائے گی۔

اعلیٰحضرت ——— صرف دلالتِ حال سے وقوعِ طلاق کے قول سے فقیر کو اختلاف ہے۔

۱۴۲

طحطاوی ——— کفارہ کے بیان میں کہا گیا ہے کہ جو شخص کسی ایسی مرض کی وجہ سے روزہ رکھنے سے عاجز ہو، جس کے صحیح ہونے کی امید نہ ہو یا بوڑھا ہو تو وہ ساٹھ مسکینوں کو کھانا کھلائے یا اس کے برابر قیمت ادا کرے اور اگر ان کو صبح و شام کے کھانے کا مالک بنائے یا ایک وقت کا کھانا اور دوسرے وقت کی قیمت ادا کرے یا دو صبح یا دو پہر یا ایک سحری اور شام کے وقت کھانا کھلائے تو جائز ہے (تنویر الابصار و درمختار)

علامہ طحطاوی فرماتے ہیں کہ اگر یہ کہا جائے کہ وہ کھانا جو مساکین کے لئے مباح کیا گیا، انہی کے ہاتھوں ضائع جائے تو جس نے مباح کیا

---

[1] شامی، ج ۵، ص ۴۲۳

اس کی ملک میں ضائع ہو گا یا جس کے ہاتھوں ضائع ہوا، علامہ طحطاوی فرماتے ہیں۔
" میں کہتا ہوں کہ جب وہ کھانے میں بدل گیا اور ماکول ہو گیا تو مباح کنندہ کی ملک زائل ہو گئی، اب وہ کسی کی ملک نہیں ہو گا۔"

اعلیٰحضرت ——— ضائع کا اسم وہ چیز ہے جو ہلاک (ضائع) ہو رہی ہے پس یہ اس کو بھی شامل ہو گا جب پانی کو مباح کیا جائے تاکہ اس کے ساتھ وضو کیا جائے غسل کیا جائے یا اس کے ساتھ کپڑے دھوئے جائیں اور اسی قسم کی دوسری اشیاء بھی (یعنی جب کوئی چیز کسی نے مباح کر دی تو وہ مبیح عنہ کی ملک نہیں رہے گی)

۱۴۳

طحطاوی ——— تنویر الابصار میں ہے :۔

لو اباحہ کل الطعام فی یوم واحد دفعۃ اجزأ عن یومہ ذلک فقط وکذا اذا ملکہ الطعام بدفعات فی یوم واحد علی الاصح۔

امام طحطاوی فرماتے ہیں کہ لو اباحہ میں اباحت سے مراد تملیک ہے یعنی اگر کفارہ ادا کرنے والے نے مسکین کو ایک ہی دن میں پورے طعام (کفارہ) کا مالک بنا دیا یا ایک ہی دن میں کئی بار کے ذریعے مالک بنایا تو فقط اسی دن کا کفارہ ادا ہو گا۔

اعلیٰحضرت ——— آپ فرماتے ہیں کہ امام طحطاوی کا اباحت سے تملیک مراد لینا صحیح نہیں کیونکہ اباحت کے مقابلے میں مصنف "او ملکہ" لائے ہیں (جس سے صاف ظاہر ہے کہ دونوں سے ایک معنی مراد نہیں ہے) امام طحطاوی نے یہ بات اس لئے بتائی کہ مصنف نے اولاً اباحۃ دفعۃ کہا پھر ملکہ بدفعات کہا جس سے علامہ طحطاوی نے گمان کیا کہ دونوں مسئلوں میں صرف دفعۃ

اور دفعات کا فرق ہے ورنہ اگر اباحت اور تملیک کو ہم معنیٰ نہ مانا جائے تو یہ قیود (دفعۃ اور دفعات) باطل ہیں لیکن امام شامی نے اس بات کا نہایت عمدہ جواب دیا ہے، وہ یہ ہے کہ یہ قبیلۂ احتباک سے ہے یعنی دونوں جگہوں میں مصنف نے اس بات کی تصریح کردی جسے دوسرے مقام پر ذکر نہیں کیا۔

امام احمد رضا بریلوی فرماتے ہیں کہ دونوں مقامات پر بدفعۃ اور دفعات مراد ہے یعنی دونوں مسئلوں میں عبارت مقدر ہے علامہ شامی کی عبارت یہ ہے :۔

(قولہ دفعۃ) ای او بدفعات وقولہ بدفعات ای او بدفعۃ کما افاد فی البحر فھو من قبیل الاحتباک حیث صرح فی کل من الموضعین بما سکت عنہ فی الموضع الآخر[1]

اب تنویر الابصار کی عبارت یوں ہوگی :۔

ولو اباحہ کل الطعام فی یوم واحد دفعۃ او بدفعات اجزأ عن یومہ ذٰلک فقط وکذا اذا ملکہ الطعام بدفعات او بدفعۃ فی یوم واحد علی الاصح۔

۱۴۴ طحاوی ——— عنین کے احکامات کے سلسلہ میں تنویر الابصار میں باب باندھا گیا؛ باب العنین وغیرہ، علامہ طحاوی نے وغیرہ کے تحت فرمایا :۔

شمل الخصی والشکاز والمسحور والخنثی المشکل والمعتوہ والشیخ الکبیر الخ۔

---

[1] رد المحتار علی الدر المختار، ج ۲، ص ۵۸۳

اعلیٰحضرت ـــــــ الشکاز کی تعریف کرتے ہوئے اعلیٰ حضرت فرماتے ہیں کہ یہ مبالغے کا صیغہ ہے اور اس سے مراد وہ شخص ہے جو اپنی بیوی سے معانقہ کرے، اسے چھوئے یا اسے بوسہ دے تو بلا دخول انزال ہو جائے (یعنی سرعت انزال کا مریض)

۱۴۵

طحطاوی ـــــــ صاحبِ درمختار نے عنین کا لغوی معنیٰ یہ بیان کیا :۔

من لا یقدر علی الجماع

صاحب تنویر الابصار نے اصطلاحی معنیٰ یہ بیان کیا :۔

من لا یقدر علی جماع فرج زوجتہ

علامہ طحطاوی فرماتے ہیں کہ لغوی معنیٰ اصطلاحی معنیٰ سے زیادہ عام ہے، کیونکہ اس میں تمام عورتوں سے جماع پر عدمِ قدرت کا مفہوم ہے جبکہ اصطلاحی معنی میں صرف زوجہ کا ذکر ہے۔

اعلیٰحضرت ـــــــ اعلیٰ حضرت فرماتے ہیں کہ ایک اعتبار سے تو لغوی معنی اعم نہیں بلکہ اخص ہے کیونکہ اصطلاحی معنی میں تو یہ کہا گیا ہے کہ وہ اپنی بیوی کے فرج میں جماع پر قادر نہ ہو اگرچہ اس کی دبر میں قادر ہو یا باقی تمام عورتوں کی فروج میں جماع پر پہلے قادر رہ چکا ہو اور لغوی معنیٰ خاص ہے کہ مطلقاً جماع پر قادر نہ ہو لیکن (دوسرے اعتبار سے لغوی معنی اعم ہے جس طرح علامہ طحطاوی نے فرمایا) لغوی معنیٰ کے اعتبار سے تمام عورتوں سے جماع پر عدمِ قدرت مراد لی گئی ہے اور اصطلاحی معنیٰ میں صرف اپنی بیوی کی فرج سے جماع پر عدمِ قدرت مراد ہے پس اس معنیٰ کے اعتبار سے لغوی معنی اعم ہے یعنی یہ (صرف بیوی کی فرج ہی نہیں بلکہ) ان فروج کو بھی شامل ہو گا جن سے جماع کی عدمِ قدرت کا بیان کیا گیا ہے۔

۱۴۶
طحطاوی ——— امامِ طحطاوی فرماتے ہیں، ابنِ عقیل نے کہا کہ عنین سے دبر میں جماع کی بھی نفی ہے کیونکہ یہ قُبُل (فرج) میں جماع سے بھی سخت ہے۔

اعلیحضرت ——— اعلیٰ حضرت فرماتے ہیں کہ فرج میں جماع کی عدمِ قدرت سے دُبر میں جماع کی عدمِ قدرت ثابت کرنا صحیح نہیں کیونکہ بعض اوقات جادو کے سبب، فرج میں جماع پہ قدرت نہیں ہوتی۔

۱۴۷
طحطاوی ——— عنین کو ایک سال کی مہلت دی جائے۔ علامہ طحطاوی فرماتے ہیں کہ قاضی مہلت دے، پھر فرماتے ہیں، حموی شرح کنز میں ہے اور اسکی کلام دلالت کرتی ہے کہ غیرِ قاضی کی تاجیل معتبر نہیں اور اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ محکم بھی ہو تو اسے بھی اختیار نہیں۔

اعلیحضرت ——— یہ بات فتاویٰ خیریہ کی تصریح کے خلاف ہے البتہ فتاویٰ خیریہ میں صرف ضابطۂ کلیہ بیان کیا گیا ہے، کوئی دلیل نہیں دی گئی اور وہ یہ ہے کہ حد اور قصاص کے علاوہ تحکیم جائز ہے [1]

۱۴۸
طحطاوی ——— باکرہ عورت کی پہچان کے لئے یہ طریقہ بیان کیا گیا ہے کہ وہ دیوار پر پیشاب کرے، اگر سیدھا دیوار پہ لگے تو وہ باکرہ ہے ورنہ ثیّبہ ہے۔ امامِ طحطاوی فرماتے ہیں کہ یہ بات تجربہ سے تعلق رکھتی ہے۔

اعلیحضرت ——— اعلیٰ حضرت وضاحت فرماتے ہیں کہ تجربہ سے ثیبہ اور باکرہ کے درمیان کیفیتِ پیشاب میں فرق ثابت ہوچکا ہے۔

۱۴۹
طحطاوی ——— تنویرالابصار مع درمختار میں ہے کہ زوجین میں کسی ایک کو دوسرے کے عیب کی وجہ سے رد کرنے کا اختیار نہیں اگرچہ وہ عیب زیادہ ہو مثلاً

---

[1] فتاویٰ خیریہ برحاشیہ فتاویٰ حامدیہ، ج ۲، ص ۲۷

جنون، جذام، برص، رتق اور قرن وغیرہ۔ ائمہ ثلاثہ نے ان پانچوں عیوب میں خاوند کے اختیار کی مخالفت کی ہے جبکہ امام محمد رحمۃ اللہ علیہ نے پہلے تین عیوب میں مخالفت کی ہے۔ علامہ طحطاوی فرماتے ہیں کہ ان کے ساتھ ہی قہستانی نے ہر اس عیب کو لاحق کیا جس کی وجہ سے عورت کے لئے خاوند کے ساتھ ٹھہرنا ناممکن ہو۔

اعلیٰحضرت ـــــ اسے زیلعی نے تبیین میں بیان کرتے ہوئے فرمایا کہ حضرت امام محمد رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ جب خاوند میں ایسا عیب ہو جس کے باعث عورت اپنا حق نہ پا سکتی ہو تو اسے رد کا اختیار ہے کیونکہ وہ اس عیب کی وجہ سے اپنا حق حاصل نہیں کر سکے گی پس وہ مجبوب اور عنین کی طرح ہو گا لیکن مرد کو یہ اختیار نہیں کیونکہ عورت میں عیب کی وجہ سے خاوند طلاق کے ذریعے ضرر سے بچ سکتا ہے اور یہ بھی ممکن ہے کہ وہ کسی دوسری عورت سے متمتع ہو۔

۱۵۰

طحطاوی ـــــ بچے کی تربیت عصبات کے بعد ذو الرحم کے ذمے ہے (در مختار)

علامہ طحطاوی نے ذوالرحم کو محرم کی قید سے مقید کیا اور اس کی وجہ یہ بیان فرمائی کہ اگر مطلقاً ذوالرحم مراد ہو تو یہ ان عورتوں کو بھی شامل ہو گا جو محرم نہیں جس طرح پھوپھی زاد اور خالہ زاد بہنیں اور یہ بات صحیح نہیں، کیونکہ یہ در مختار کے بعد والے قول ولاحق لولد عم وعمۃ وخال وخالۃ لعدم المحرمیۃ کے مخالف ہے۔

اعلیٰحضرت ـــــ لاحق لولد عم الخ مشتہاۃ کے حق میں ہے جب کہ چچازاد سے امن نہ ہو جس طرح خود علامہ طحطاوی نے بعد میں بحر الرائق سے نقل کیا ہے اس لئے دونوں عبارتوں میں کوئی تناقض نہیں ہے،

بحر الرائق کے حوالے سے علامہ طحطاوی نے یہ عبارت نقل کی ہے :۔

عبر بالولد لیعم الذکر والانثیٰ وھذا فی حق الانثیٰ المشتھاۃ اذا کان ابن العم غیر مامون الخ [1]

بحر الرائق میں ہے :۔

'لکن ینبغی ان یکون محل عدم الدفع الی ابن العم ما اذا کانت الصغیرۃ تشتھی وھو غیر مامون اما اذا کانت لا تشتھی کبنت سنۃ فلا منع لانہ لا فتنۃ وکذا اذا کانت تشتھی وکان مامونا [2]

طحطاوی ۱۵۱ ——— چچازاد، پھوپھی زاد، خالہ زاد اور ماموں زاد بھائیوں کو حقِ حضانت (تربیت) حاصل نہیں کیونکہ وہ محرم نہیں (درِ مختار)

علامہ طحطاوی فرماتے ہیں کہ عدمِ محرمیت کی علت کا تقاضا ہے کہ ان مذکورہ بالا کو حقِ پرورش حاصل نہیں اگرچہ بچی غیر مشتہاۃ ہی کیوں نہ ہو۔

اعلیٰحضرت ——— اعلیٰ حضرت فاضلِ بریلوی نے مختلف کتبِ فقہ کے حوالوں سے بیان فرمایا کہ چچازاد بھائیوں کو، بچہ یا چھوٹی بچی پرورش کے لئے نہ دی جائے (قاضی ملخصاً)، غیر محرم اور عصبہ فاسق کو بچی کی پرورش کا کوئی اختیار نہیں (کفایہ و ہندیہ) [3] محرم ہی کو بچی کی تربیت کا حق حاصل ہے۔ (فتاویٰ خیریہ عن المنہاج للعقیلی، خلاصہ، تاتارخانیہ)، چچازاد کو لڑکی کی پرورش کا کوئی

---

[1] حاشیۃ الطحطاوی، ج ۲، ص ۲۴۶

[2] بحر الرائق، ج ۴، ص ۱۶۹

[3] فتاویٰ ہندیہ، ج ۱، ص ۵۴۲

حق نہیں (خانیہ و فتح القدیر)[1]

ہدایہ میں ابنِ عم کے لئے عدمِ حق حضانت کو بلا تفصیل بیان کیا گیا ہے اگرچہ صاحبِ ہدایہ نے جو دلیل بیان کی ہے اس کے ظاہر الفاظ تفصیل کی طرف اشارہ کرتے ہیں کیونکہ صاحبِ ہدایہ نے ابنِ عم کو حقِ حضانت حاصل نہ ہونے کی دلیل "فتنے سے حفاظت" بیان کی[2] اور ظاہر ہے کہ فتنہ مشتہاۃ ہی سے پیدا ہوتا ہے۔

۱۵۲ طحطاوی —— علامہ طحطاوی نے فتاویٰ قاری الہدایہ کے حوالے سے نقل فرمایا کہ فقہاء کے قول ویصح اسلام الصبی العاقل میں صبی سے مراد وہ ہے جو سات سال یا اس سے زائد عمر کا ہو جائے، اس پر بطورِ دلیل فرمایا کہ رسولِ اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حضرتِ امیر المؤمنین علی المرتضٰی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو سات سال کی عمر میں دعوتِ اسلام دی۔

اعلیٰحضرت —— اعلیٰ حضرت فرماتے ہیں، صحیح یہ ہے کہ آپ کی عمر دس سال تھی۔

۱۵۳ طحطاوی —— پرورش کرنے والی ربیبہ کے غیر محرم سے نکاح کر لے تو حقِ حضانت ساقط ہو جائے گا (تنویر الابصار)

اس مسئلے کے ضمن میں درِ مختار میں قنیہ کے حوالے سے ہے کہ اگر بچے کی ماں کسی دوسرے شخص سے نکاح کر لے اور اس بچے کو اس کی نانی اس کے سوتیلے باپ کے گھر میں رکھے تو باپ کو بچہ واپس لینے کا حق ہے، بحر الرائق میں ہے، مجھے اس بارے میں تردد ہے کہ اگر بچے کو

---

[1] فتاویٰ خانیہ بر حاشیہ فتاویٰ ہندیہ، ج ۱، ص ۴۲۳ - فتح القدیر، ج ۴، ص ۱۸۶

[2] ہدایہ اولین ، ص ۴۳۵ (باب حضانۃ الولد ومن احق بہ)

اس کی خالہ یا اس جیسی کوئی رشتہ دار کسی اجنبی کے ہاں ٹھہرائے تو آیا حقِ حضانت ساقط ہو جائے گا؟ صاحبِ بحرالرائق فرماتے ہیں کہ ساقط ہو جائے گا لیکن نہرالفائق میں ہے کہ ساقط نہیں ہوگا کیونکہ زوج الام اور اجنبی میں فرق ہے۔

صاحب نہرالفائق کے قول کی وجہ علامہ طحطاوی نے بیان فرمائی کہ اگرچہ زوج الام اپنی بیوی کے بچے پر اپنا مال خرچ نہیں کرتا لیکن اس کے باوجود ماں سے تعلق کی بنا پر اسے ناپسند کرتا ہے اور بسا اوقات بعض اغراض کے تحت اپنی بیوی یا اس بچے کو منع کر دیتا ہے جبکہ اجنبی میں یہ چیز نہیں پائی جاتی۔

اعلیٰحضرت —— آپ نے اس دلیل کو اقویٰ قرار دیتے ہوئے وجہ بیان فرمائی کہ چونکہ عورت کا نفقہ خاوند کے ذمہ ہوتا ہے اور عام طور پر گھر کا سب سامان عورت کے اختیار میں ہوتا ہے اس لئے اجتناب کے باوجود ماں از روئے شفقت بچے کو خاوند کے مال میں سے بالخصوص پھل اور کھانا وغیرہ دے دیتی ہے چنانچہ خاوند بدگمانی کرتا ہے اور عورت کو متہم کرتا ہے اور اس بنا پر وہ بچے کو ناپسند کرتا ہے حتیٰ کہ بیوی اور خاوند کے درمیان اختلاف رونما ہو جاتا ہے جبکہ اجنبی میں یہ بات نہیں ہوتی کیونکہ عورتیں اجنبی کے مال سے اجتناب کرتی ہیں اور وہ بھی ان کو موردِ الزام نہیں ٹھہراتا، ان تمام باتوں کا مشاہدہ ہوتا رہتا ہے۔ ہم نے بارہا دیکھا کہ اجنبی لوگ چھوٹے بچوں پر مشفق ہوتے ہیں اور زوج الام کو بچے سے نفرت کرتے ہوئے دیکھا گیا ہے۔ المختصر اجنبی سے عداوت متصور نہیں جبکہ مربی علاقہ عداوت ہے لہذا دونوں میں فرق ہے۔

۱۵۴
طحطاوی —— ماں اور دادی کو بچی کے حیض آنے تک حقِ حضانت ہے اور ان کے غیر کو اس بچی کے مشتہاۃ ہونے تک حق ہے لیکن امام محمد علیہ الرحمہ

کے نزدیک ماں اور دادی کے لئے مشتہاۃ ہونے تک حقِ حضانت ہے۔ (تنویر الابصار) درِ مختار میں زیلعی کے حوالے سے اس کی وجہ کثرتِ فساد بیان کی گئی ہے۔

اعلیٰحضرت ——— امام محمد علیہ الرحمہ کی اس روایت پر عمل درآمد اس وقت ہوسکتا ہے جب بچی کا باپ یا کوئی عصبہ موجود ہو نیز حاضنہ سے کوئی بہتری کی امید نہ ہو اور عصبہ سے مراد محارم ہیں اور بچی ان کے علاوہ کسی دوسرے کے سپرد بھی نہ کی جائے۔

۱۵۵ طحطاوی ——— مسائلِ نفقہ کے ضمن میں علامہ طحطاوی نے ایک مسئلہ بیان کرتے ہوئے علامہ عبد القادر کی کتاب 'الواقعات' کا ذکر فرمایا۔

اعلیٰحضرت ——— یہ علامہ عبد القادر بن یوسف آفندی ہیں جو قدری وزری مشہور ہیں۔

۱۵۶ طحطاوی ——— کیا غیر اللہ کے ساتھ قسم کھائی جاسکتی ہے؟ بعض کے نزدیک مکروہ ہے اور بعض کے نزدیک مکروہ نہیں، بالخصوص ہمارے زمانے میں اسی پر فتویٰ ہے اور حدیثِ پاک میں جو نہی وارد ہوتی ہے اس کا مطلب یہ ہے کہ عادۃً اور تفاخر کے طور پر قسم نہ کھائی جائے اگر وثوقاً ہو تو کوئی حرج نہیں (درمختار)

اعلیٰحضرت ——— اعلیٰ حضرت فرماتے ہیں، حدیثِ پاک میں طلاق کے ساتھ قسم کی مذمت کی گئی، ابنِ بلبان نے تلخیص الجامع میں اس کی تصریح کی ہے جیسے علامہ شامی نے (ردالمحتار کے) ص ۶۹ پر نقل کی ہے اور ہم نے ردالمحتار کے حاشیے پر ص ۷۰ پر اس کی توجیہ کی ہے۔

۱۵۷ طحطاوی ——— یمینِ لغو کے بارے میں مصنفِ تنویر الابصار نے فرمایا کہ اس میں گناہ نہیں ہوگا لیکن امامِ محمد علیہ الرحمہ نے اس پر جزم نہیں کیا

بلکہ عدمِ مواخذہ کی امید سے معلق کیا۔

اب امامِ محمد علیہ الرحمہ پر اعتراض کیا گیا ہے کہ قرآنِ پاک میں اس آیت لا یؤاخذکم اللہ باللغو فی ایمانکم کے ذریعہ عدمِ مواخذہ پر جزم کیا گیا ہے اور امامِ محمد علیہ الرحمہ کا قول اس کے خلاف ہے۔

صاحبِ ہدایہ نے اس کا جواب یہ دیا کہ چونکہ یمینِ لغو کی تفسیر میں اختلاف ہے اس لئے عدمِ مواخذہ کو امامِ موصوف نے امید سے معلق کیا ہے۔ نہر الفائق میں اس کی یہ توجیہ کی گئی ہے کہ دو چیزیں ہیں، ایک کفارہ، دوسرا عذاب۔ تو جب آیت میں مواخذہ بالکفارہ کے ساتھ منفی ہو گی تو آیت میں آخرت کے بارے میں سکوت ہے اسی لئے امامِ موصوف نے رجاء سے معلق کیا ہے۔

امامِ حموی نے نہر الفائق کی عبارت نقل کر کے اس پر اعتراض کیا کہ امامِ شافعی تو امامِ محمد رحمۃ اللہ علیہ کے بعد ہوئے ہیں لہٰذا اس وقت اختلاف ہی نہ تھا تو کیسے کہا جا سکتا ہے کہ اختلافِ تفسیر کی بنا پر امامِ محمد علیہ الرحمہ نے امید کے ساتھ معلق کیا ہے۔

اعلیٰحضرت ——— یمینِ لغو کی تفسیر میں صرف امام شافعی ہی کا اختلاف نہیں بلکہ امام شافعی بلکہ امامِ محمد رحمہما اللہ سے پہلے ائمہ مجتہدین میں اختلاف تھا۔

طحطاوی [۱۵۸] ——— وسلطان اللہ۔ کے الفاظ اسی وقت قسم بن سکتے ہیں جبکہ قدرت کی نیت کی جاتی۔ اگر بادشاہی یا قوتِ مراد لی جائے تو قسم نہیں بنیں گے۔

اعلیٰحضرت ——— لہٰذا عرف کے اعتبار سے فرق کیا جائے گا یعنی جہاں سلطان کے معنیٰ قدرت لئے جاتے ہیں وہاں قسم منعقد ہو جائے گی اور جہاں نہیں وہاں نہیں۔

اعلیٰحضرت ——— ردالمحتار[۱] میں اس کی بہترین توجیہ کی گئی اور وہ یہ کہ ...

---

[۱] ردالمحتار، ج ۳، ص ۵۴

قد بہتہ کے الفاظ کے ساتھ اس کلام سے احتراز کیا گیا، جب السلطان کے ساتھ البرھان و الحجۃ کے الفاظ بھی ہوں کیونکہ لفظ برہان اللہ تعالیٰ کی صفت نہیں ہے۔

۱۵۹

طحاوی ——— وہ زنا جس سے حد واجب ہوتی ہے اس کی تعریف صاحب تنویر الابصار نے یہ فرمائی :-

وطیٔ مکلف ناطق طائع فی قبل مشتہاۃ خال عن ملک و شبہۃ فی دار السلام او تمکینہ من ذٰلک او تمکینہا۔

محیط میں اس کے ساتھ العلم بالتحریم کی بھی قید لگائی گئی، صاحب فتح القدیر نے فرمایا کہ زنا ہر ملت میں حرام ہے۔ امام طحاوی فرماتے ہیں کہ صاحب فتح القدیر کا رد ظاہر نہیں کیونکہ ہر ملت میں حرمت کا ثبوت اس بات کے مخالف نہیں کہ بعض لوگ اس سے لاعلم ہوں، نیز کسی صاحب نے ہر ملت میں اس کے حلال ہونے کا دعویٰ بھی نہیں کیا اور اسی کے ساتھ حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کا ارشاد کہ اگر وہ شخص جانتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے زنا کو حرام کیا ہے تو اسے کوڑے لگاؤ اور اگر نہیں جانتا تو اسے بتاؤ کہ پھر ارتکاب زنا کرے تو کوڑے لگاؤ [۱]

اعلیٰحضرت ——— امام طحاوی کے اس جواب کے ساتھ کہ بعض لوگوں کی جہالت اس کی حرمت ثابتہ کے مخالف نہیں، یہ بات بھی ظاہر ہے کہ جو لوگ نئے نئے اسلام میں داخل ہوتے ہیں تو شریعت حقہ کے بہت سے احکام کو اپنی باطل

---

[۱] امیر المومنین نے یہ حکم اس شخص کے بارے میں فرمایا جس نے یمن میں زنا کا ارتکاب کیا۔ مرتب

شریعت کے مخالف دیکھتے ہیں لہٰذا نو مسلم کا اپنے دین میں کسی بات کی حرمت
کو جاننے سے پہلے یہ لازم نہیں آتا کہ وہ دینِ اسلام میں اس کی حرمت کو بھی جانتا ہو

۱۶۰
طحطاوی ——— زنا کے ثبوت کے لئے جو چار گواہ گواہی دیں ان سے قاضی پوچھے
ماھو وکیف ھو واین ھو ومتی زنٰی وبمن زنٰی۔ "ماھو"
سے زنا کی شرعی تعریف یعنی "ایلاج" کا سوال ہوگا تاکہ غیر ایلاج سے احتراز
ہو جائے، کیف ھو سے یہ مطلب ہے کہ آیا ارتکابِ زنا اطاعت کے ساتھ
ہوا یا اکراہ کے ساتھ، علامہ طحطاوی فرماتے ہیں کہ جب زنا موجبِ حد کی
تعریف میں لفظِ "طائعًا" کے ذریعے مکرہ سے احتراز ہوگیا تو یہاں
اس کی کیا ضرورت ہے؟

اعلیٰحضرت ——— اعلیٰ حضرت فرماتے ہیں کہ کیف ھو کے ذریعے سوال صحیح
ہے کیونکہ ایک زنا وہ ہے جس سے حد واجب ہوتی ہے اور اس کو
جمیع قیود کے ساتھ علماء ہی جانتے ہیں۔ اس تعریف سے مکرہ کا خارج
ہونا اسے مطلقًا زنا کی تعریف سے تو خارج نہیں کرتا اور زنا کی شرعی
تعریف جس کے بارے میں گواہوں سے سوال کیا جاتا ہے محض آنکھوں
اور ہاتھوں کے زنا نیز ران یا ناف کے جماع سے احتراز کے لئے
ہے اسی لئے شارح نے اسے محض ایلاج قرار دیا ہے اور ظاہر ہے
کہ مکرہ سے زنا میں فرج میں ذکر کا دخول پایا جاتا ہے لہٰذا یہ سوال ضروری
ہوگیا کہ کیف ھو تاکہ اس کے ذریعے مکرہ وغیرہ کو حدِ زنا سے خارج کیا جا سکے۔

۱۶۱
طحطاوی ——— امامِ طحطاوی نے "تتمہ" کے عنوان کے تحت فتوحاتِ مکیہ کے
حوالے سے بیان فرمایا کہ اہلِ جنت کی صفات میں سے ہے کہ ان کے دُبر نہیں ہونگے
کیونکہ یہ دنیا میں ناپاک فضلے حاجت کے لئے بنائے گئے ہیں اور جنت

ناپاکی کی جگہ نہیں۔

علت اعلیحضرت ——— مذکورہ بالا علت پر قیاس کرتے ہوئے عورتوں کی شرمگاہوں کے بارے میں بھی یہی بات مناسب ہے کیونکہ وہ پیشاب کے سوراخ ہیں۔

۱۶۲ طحاوی ——— تنویر الابصار میں ہے کہ بچے، غلام اور عورت پر جہاد فرض نہیں ہے، امام طحاوی فرماتے ہیں کہ اگر خاوند اپنی بیوی کو یا مالک اپنے غلام کو جہاد کا حکم دے تو ان کے حکم کی تعمیل میں فرض ہوگا۔ بحرالرائق میں اس پر اعتراض کرتے ہوئے کہا گیا ہے کہ یہ بات مسلمان غلام کے بارے میں تو کہی جا سکتی ہے لیکن عورت کے بارے میں نہیں کیونکہ عورت پر صرف انہی احکام میں خاوند کی اطاعت واجب ہے جو نکاح سے متعلق ہیں۔

علت اعلیحضرت ——— نکاح سے متعلق امور جن میں بیوی پہ خاوند کی اطاعت واجب ہے، یہ ہیں، زیبائش اختیار کرنا، جماع کی طرف بلائی جائے تو حاضر ہونا بشرطیکہ جماع اپنی شروط کے ساتھ ہو، خاوند کے گھر سے ناجائز باہر نہ جانا، کسی کے ہاں چاہے باپ ہی کیوں نہ ہو، رات نہ گذارنا البتہ اگر باپ کو بالخصوص اس کی ضرورت ہو تو وہاں رات گذار سکتی ہے، نفلی روزے ترک کر دینا، لباس اور بدن کو عطر وغیرہ سے خوشبو لگانا اور حیض کے بعد شرمگاہ کو خوشبودار روئی وغیرہ سے صاف کرنا وغیرہا۔

۱۶۳ طحاوی ——— اگر دار حرب سے قیدیوں کو خریدنے کا ارادہ کیا جائے اور قیدیوں میں مرد، عورتیں، علماء اور جہال ملے جلے ہوں تو انہیں کس ترتیب سے خریدا جائے، اس بحث میں علامہ طحاوی نے الدر المنتقیٰ کے حوالے سے فرمایا کہ مردوں کو مقدم کیا جائے تاکہ دشمنوں سے دفاع کے سلسلہ میں ان سے فائدہ اٹھایا جا سکے

علت آنحضرت — اس صورت میں کہا جاسکتا ہے کہ اگر امام کو تکثیر لشکر کی ضرورت ہو تو مردوں کو پہلے خریدے ورنہ عورتوں کی خرید کو مقدم کرے تاکہ ان کی عصمت محفوظ ہو سکے۔

طحاوی[۱۶۴] — مالِ غنیمت میں سے بعض لوگوں کے لئے حصہ مقرر ہے جبکہ بعض کے لئے کچھ عطیہ ہے، مؤخر الذکر افراد میں سے ایک وہ ذمی ہے جو راستہ دکھائے (تنویر الابصار)

صاحبِ درِ مختار فرماتے ہیں، اس سے معلوم ہوا کہ ضرورت کے وقت کفار سے استعانت جائز ہے اور خود رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی یہودیوں کے خلاف یہودیوں سے مدد لی اور مالِ غنیمت میں سے بھی انہیں کچھ حصہ دیا۔

علامہ طحاوی نے مسئلہ مذکورہ کے ضمن میں فتح القدیر کی عبارت نقل فرمائی جس کا مطلب یہ ہے کہ مشرکین کے خلاف مشرکین سے استعانت جائز ہے جبکہ وہ خوشی سے آمادہ ہوں نیز نہ تو ان کو حصہ دیا جائے اور نہ ہی ان کیلئے جھنڈا ہو، رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے بھی یہ بات ثابت نہیں کہ آپ نے ان کو پورا حصہ دیا ہو بلکہ کچھ مال دیا۔ اس اعتراض کے جواب میں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جنگِ بدر میں بعض افراد کو واپس کردیا، صاحبِ فتح القدیر نے فرمایا:۔

ولعل رده من رده فی غزوة بدر رجاء ان یسلم الخ [۱]

---

[۱] فتح القدیر، ج ۵، ص ۲۴۳۔

اعلیٰحضرت ــــــــ "لعل سہادمن الخ" فتح القدیر کی کلام نہیں بلکہ صاحبِ فتح القدیر نے اسے امامِ شافعی رحمہ اللہ سے نقل فرمایا ہے جیسا کہ انہوں نے اسے نصب الدرایہ میں بیان کیا۔

۱۶۵

طحطاوی ــــــــ بزازی نے کہا کہ اگر کوئی شخص شراب پیئے، ارتکاب زنا کرتے یا قطعی حرام کھاتے وقت بسم اللہ پڑھے تو اس نے کفر کیا کیونکہ اس نے اللہ تعالیٰ کے اسمِ مبارک کی توہین کی۔

علامہ طحطاوی فرماتے ہیں کہ بزازی کے قول لانہ استخف باسم اللہ تعالیٰ میں اس بات کی صراحت ہے کہ کفر کی وجہ استخفاف ہے اور استخفاف کا تعلق دل سے ہے لہٰذا اگر استخفاف ثابت ہو جائے تو کفر ہے ورنہ کفر نہیں ہو گا۔

اعلیٰحضرت ــــــــ موجباتِ کفر مختلف ہیں بعض میں دونوں جانبیں (استخفاف و عدمِ استخفاف) برابر ہیں اور استخفاف صرف دلیل ہی سے ثابت ہو سکتا ہے جیسے کوئی شخص رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ظاہری جمال کی کم پرواہ کرے اور لباس مبارک کے میلا ہونے کو اگر القاء پر یا اس بات کے اظہار پر کہ دنیا قابلِ التفات نہیں یا کسی دوسرے اچھے مقصد سے تعبیر کیا جائے تو یہ تعبیر محمود ہے اور اگر اس بات کا ذکر رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی توہین کے انداز میں ہو تو کفر ہے اور یہ بات ظاہر سے معلوم ہوئی۔

بعض موجبات وہ ہیں جن میں جانبِ استخفاف راجح ہے تو جب تک اس کے خلاف پر دلیل نہ ہو، استخفاف ہی سمجھا جائے گا جیسے قرآن پاک کو (معاذ اللہ) نجاست میں ڈالنا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ذکرِ پاک کے وقت اپنا ستر کھولنا، پس اس ضابطے کو اچھی طرح محفوظ کر لے جزئیات

میں تجھے نفع دے گا، اللہ تعالےٰ بہتر جاننے والا ہے اور درالمختار ج ۳ ص ۳۸۴ میں ملاحظہ کریں۔

۱۶۶
طحطاوی ——— بحرالرائق کے حوالہ سے علامہ طحطاوی نے باب المرتد میں بیان فرمایا

ویکفر بقولہ لم تعص الانبیاء حال النبوۃ و لا قبلھا لمرد ہ النصوص۔

اعلیٰحضرت ——— الاشباہ میں لم تعص کی بجائے لم یعصوا ہے اور امام حموی نے فرمایا ظاہر یہ ہے کہ یہ لفظ لم یعصوا ہے (عصیان سے نہیں بلکہ عصمت سے ہے) کیونکہ اکابر محققینِ اہلِ سنت کا مسلک یہ ہے کہ انبیاء علیہم السلام نہ تو نبوت کے بعد اور نہ ہی پہلے کبھی عصیان کے مرتکب ہوئے، ان محققین میں سے ایک حضرتِ علامہ قاضی عیاض رحمۃ اللہ علیہ بھی ہیں۔

میں کہتا ہوں کہ علامہ ابن حجر مکی نے بھی افضل القریٰ اور الزواجر میں یہی نقل فرمایا، حموی کی عبارت یہ ہے :-

وقد یقال ان المیم سقطت من ثنایا الاقلام فاوجبت فساد الکلام وان الاصل کان ولو قال الانبیاء لم یعصموا حال النبوۃ ولا قبلھا کفر لانہ رد النصوص والمراد بالنصوص حینئذٍ الادلۃ الدالۃ علی عصمتھم المذکورۃ فی علم الکلام واللہ الھادی الی بلوغ المرام [1]

۱۶۷
طحطاوی ——— بحرالرائق میں ہے کہ اگر کوئی شخص کہے کہ اگر ہمارے نبیِ اکرم

---

[1] الاشباہ والنظائر مع الحموی، ص ۱۷۹

صلی اللہ علیہ وسلم نہ ہوتے تو حضرتِ آدم علیہ السلام کی پیدائش نہ ہوتی ۔ اس قول سے وہ کافر تو نہ ہرگز البتہ یہ بات خطا ہے ۔

اعلیحضرت ـــــ میں کہتا ہوں یہ بات (خطا نہیں بلکہ) صحیح اور متفق علیہ ہے اور صحیح احادیث میں مذکور ہے لہٰذا اس قولِ خطا سے بچنا چاہئے ۔

۱۶۸

طحطاوی ـــــ کسی شخصِ معین کی بعثت سے انکار کفر نہیں ۔

اعلیحضرت ـــــ یہ بات محلِ غور ہے کیونکہ نصوصِ متواترہ کثیرہ سے ثابت ہے کہ جس طرح مطلقاً بعثت ثابت ہے اسی طرح بعثتِ مطلقہ[1] کا ثبوت بھی ہے اور یہ مسئلہ ضروریاتِ دین سے ہے ۔

۱۶۹

طحطاوی ـــــ تنویر الابصار مع الدر المختار میں ہے کہ دو شریکوں میں سے ایک کا مال ضائع ہو گیا، پھر دوسرے نے اپنے مال سے سامان (تجارت) خریدا، اگر انہوں نے عقدِ شرکت میں وکالت کی تصریح کی ہے بایں طور کہ ہم میں سے جو بھی اپنے مال سے جو کچھ خریدے گا وہ دونوں میں مشترک ہوگا تو حسبِ شرائط خریدا ہوا مال دونوں میں مشترک ہوگا کیونکہ وکالت باقی ہے اور اگر انہوں نے محض شرکت کا ذکر کیا تھا اور وکالت کا ذکر نہیں کیا تھا تو پھر وہ مال صرف اسی کا ہوگا جس نے خریدا ہے، یہاں درمختار اور طحطاوی دونوں میں ولم یتصادقا علی الوکالۃ کے الفاظ ہیں ۔

اعلیحضرت ـــــ صحیح عبارت لم ینصا علی الوکالۃ فیھا ہے جیسے علامہ شامی نے طحطاوی سے نقل کی ہے [2]

---

[1] بعثتِ مطلقہ کا تقاضا یہ ہے کہ تمام انبیاء کی بعثت کا اقرار کیا جائے اور کسی ایک کی بعثت کا انکار سب کا انکار ہے ۔

[2] ردالمحتار ج ۳ ص ۳۴۴ ، فتح القدیر ، ج ۵ ، ص ۴۰۰ ۔

۱۷۰
طحطاوی ——— تعلیقِ وقف کی بحث میں علامہ طحطاوی نے بحر الرائق کی ایک طویل عبارت نقل فرمائی جس میں وقفِ مریض کا ذکر ہے، پھر خود ہی سوال اٹھایا کہ اگر کوئی شخص کہے کہ منقولہ عبارتِ وقفِ مریض کے بارے میں ہے اور تمہاری کلام تعلیقِ وقف کے سلسلہ میں ہے تو اس کا جواب علامہ طحطاوی نے یہ دیا کہ اس سے قبل صاحبِ بحر الرائق نے طحاوی کے حوالے سے بتایا کہ مرضِ موت میں وقف، وصیت بعد الموت کی طرح ہے۔

اعلیٰحضرت ——— یہ صحیح ہے کہ بحر الرائق نے طحاوی سے نقل کیا لیکن اس کے بعد اس کے خلاف کو صحیح قرار دیا، اس لئے علامہ شامی نے فرمایا کہ اس شخص پر تعجب ہے جس نے بحر الرائق کی ابتدائی عبارت نقل کی لیکن پوری عبارت نہیں دیکھی۔

۱۷۱
طحطاوی ——— مسجد کا بانی فوت ہو جائے تو اس کے ورثاء کو اس بات کا حق نہیں پہنچتا کہ وہ اہلِ مسجد کو مسجد میں کمی زیادتی سے منع کریں اور اگر وہ راستے میں سے کچھ حصہ مسجد میں داخل کر کے مسجد کو وسیع کرنا چاہیں تو کر سکتے ہیں۔

اعلیٰحضرت ——— یہ اجازت اس وقت ہے جب راستہ بطورِ علامت ہو اور گزرنے والے کو اس کی وجہ سے تکلیف نہ پہنچے نیز مسجد کو توسیع کی ضرورت ہے، زیلعی اور الدر وغیرہما میں اسی طرح بیان کیا گیا ہے۔

۱۷۲
طحطاوی ——— اگر کسی بستی کے خراب ہونے اور وہاں کے ماحول کے خراب ہو جانے کی وجہ سے مسجد غیر آباد ہو جائے تو امام یوسف رحمہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک قاضی کی اجازت سے اس کا سامان بیچ کر دوسری مساجد میں صرف کیا جائے۔ زیلعی[1] نے اس کی تصریح کی ہے۔

---

[1] شامی، ج ۳، ص ۳۷۱

علامہ ابن عابدین ــــــ امام زیلعی نے لفظِ عند کے ساتھ ذکر کیا جو ظاہر روایت کے اوپر دلالت کرتا ہے لیکن الدر سے اس کے غیر کا پتہ چلتا ہے۔

۱۷۳
طحطاوی ــــــ شرح الملتقیٰ میں ہے کہ اگر متولی کسی غیر کو مختار بنائے تو صحیح نہیں۔

علامہ ابن عابدین ــــــ اگر کسی کو تولیت کی وصیت کرے تو جائز ہے اور وہی وصی، متولی ہوگا جس طرح فتاویٰ خیریہ اور اسی فتاویٰ طحطاوی میں ہے۔

۱۷۴
طحطاوی ــــــ وقف میں اگر کوئی شخص اپنی ذمہ داری سے کسی دوسرے کے لئے فارغ ہو تو مفروغ لہ کے لئے حق اس وقت تک ثابت نہیں ہوگا جب تک قاضی کی طرف سے تقرری نہ ہو۔

علامہ ابن عابدین ــــــ اور یہ فارغ ہونے والا شخص بھی واقف یا قاضی کے علم کے بغیر (اپنے آپ) معزول نہیں ہو سکتا جیسے عنقریب متن میں آئے گا:

ولو عزل الناظر نفسہ ان علم الواقف او القاضی صح والا لا [۱]

۱۷۵
طحطاوی ــــــ اگر کسی معین شخص کو نگران مقرر کیا پھر حاکم کو نگران بنایا گیا۔ اب اس شخصِ معین نے کسی دوسرے شخص کی تقرری کی، پھر وہ مر گیا تو کیا اختیارات حاکم کی طرف لوٹیں گے؟ تو اس کا جواب یہ ہے کہ اگر تفویض صحت کی حالت میں ہوئی تو حاکم کو اختیار حاصل ہو جائے گا اور اگر حالتِ مرض میں تفویض کئے گئے تو جب تک مفوض الیہ زندہ ہے، حاکم کو اختیارات حاصل نہیں ہو سکتے۔

علامہ ابن عابدین ــــــ حموی نے اس بات کی مخالفت کی ہے کیونکہ یہ شرط واقف

---

[۱] در مختار مع حاشیۃ الطحطاوی، ج ۲، ص ۵۵۷

کو باطل کرنے کی طرف لے جاتی ہے (واقف نے تو اس کے بعد حاکم کا تقرر کیا ہے لہٰذا اس صورت میں واقف کی شرط باطل ہو جائیگی)

۱۷۶
طحطاوی —— علامہ شیخ قاسم سے سوال کیا گیا کہ سلطان حقمق نے بیت المال سے مصالح مسجد کے لئے زمین مہیا کی تو کیا یہ وقف صحیح ہے؟ علامہ موصوف نے فتویٰ دیا کہ یہ وقف صحیح ہے اور دوسرے سلطان کو اس کے باطل کرنے کا کوئی اختیار نہیں [۱]

اعلیحضرت —— یعنی یہ اسی طرح لازم ہو جائے گی جس طرح وقف لازم ہوتا پس دوسرے سلطان کو اس کے باطل کرنے کا کوئی حق نہیں لیکن یہ وقف شرعی نہیں جس میں شروط کا اعتبار کیا جائے جیسے علامہ شامی نے بیان فرمایا ہے، فتاویٰ شامی میں ہے :-

افتی المولیٰ ابوالسعود بان اوقاف الملوك والامراء لا یراعی شرطها لانها من بیت المال وتؤول الیه —— ولعل مراد العلامة القاسم بقوله ان الوقف صحیح ای لازم لا ینقض علی وجه الارصاد المقصود منه وصول المستحقین الی حقوقهم ولم یرد حقیقة الوقف الخ [۲]

۱۷۷
طحطاوی —— صاحب درمختار نے نہر الفائق کے حوالہ سے نقل کیا کہ مصر میں امراء کے اوقاف عام طور پر زمین کے وہ ٹکڑے ہوتے ہیں جو بیت المال کے

---

[۱] تفصیل کے لئے دیکھیے الاشباہ والنظائر مع الحموی ، ص ۱۸۸

[۲] ردالمحتار ، ج ۳ ، ص ۳۹۳

وکیل سے صورۃً خریدے ہوئے ہوتے ہیں۔

اس کی تشریح کرتے ہوئے علامہ طحطاوی فرماتے ہیں، اس سے معلوم ہوا کہ جب ان کا خریدنا صحیح نہیں تو وقف بھی صحیح نہیں، پھر علامہ طحطاوی التحفۃ المرضیہ سے نقل کرتے ہیں کہ بیت المال سے خریدی ہوئی زمین کا حال معلوم نہ ہو تو اسے اصل پر محمول کرتے ہوئے صحیح قرار دیا جائے گا۔

اعلیٰحضرت ——— یعنی جب یہ معلوم ہو کہ خریدی گئی ہے لیکن یہ معلوم نہ ہو کہ خریدنا صحیح ہے یا نہیں تو اسے اصل پر محمول کرتے ہوئے صحیح قرار دیا جائے گا لیکن جب نفسِ شراء کا بھی علم نہ ہو تو پھر صحت پر محمول نہیں کیا جائے گا، اب یہ صورۃً وقف ہو گی کیونکہ وقف سلطان کے لئے خریدنا لازم نہیں ہے جیسے علامہ شامی نے تحقیق فرمائی، فتاوی شامی میں ہے :-

وان کان الواقف لها السلطان من بیت المال من غیر شراء فافتی العلامۃ قاسم بان الوقف صحیح [۱]

طحطاوی ۱۷۸ ——— الاشباہ والنظائر میں ہے (چند مسائل کے علاوہ) خاموشی کلام کی طرح ہے، ان میں سے ایک مسئلہ سکوت البکر عند استیمار ولیها قبل التزویج و بعدها بیان کیا گیا [۲]۔ علامہ طحطاوی فرماتے ہیں کہ لفظِ وبعدہ کا عطف عند استیمار پر ہے۔

اعلیٰحضرت ——— اس مسئلہ یعنی عطفِ بیان میں علامہ طحطاوی نے حموی کی پیروی

---

[۱] ردالمحتار علی الدرالمختار، ج ۳ ، ص ۳۹۲

[۲] الاشباہ والنظائر مع الحموی ، ص ۱۱۴

کی ہے اور جو کچھ ہم نے اس پر لکھا ہے اسے ملاحظہ کریں، حموی میں ہے:۔

و بعده عطف علیٰ قوله عند استيمارها لا على قبله كما هو ظاهر لمن تدبر[1]

۱۷۹
طحطاوی ——— لفظِ "قبل" پر بھی عطف جائز ہے اور اس سے کوئی مانع نہیں۔

اعلیحضرت ——— بلکہ یہی (یعنی لفظِ "قبل" پر عطف ہی) متعین ہے جسطرح ہم نے اپنے مقام پر بیان کیا ہے۔

۱۸۰
طحطاوی ——— مجبور شخص کی خرید و فروخت فاسد ہے یعنی کسی کو کسی چیز کے اصل قیمت سے زیادہ کے ساتھ خریدنے پر مجبور کیا جائے اور یونہی اسے مجبور کر کے اس سے کچھ خریدا جائے۔

اعلیحضرت ——— الاشباہ میں جو حکایت امام صاحب کی اعرابی کے ساتھ پانی فروخت کرنے کے بارے میں مذکور ہے اس میں دیکھیں، شاید وہ امام صاحب سے ثابت نہیں۔

۱۸۱
طحطاوی ——— تنویر الابصار مع الدر المختار میں ہے کہ دراہم و دنانیر آٹھ مسائل میں ایک ہی جنس ہیں جن میں سے ایک ادائیگی قرض ہے۔

علامہ طحطاوی نے اس کی ایک صورت یہ بیان فرمائی کہ ایک شخص کے دراہم دوسرے کے ذمے قرض ہیں اور وہ مقروض ادائیگی نہیں کرتا، دریں اثنار اس کے مال سے دنانیر قاضی کے قبضہ میں آجاتے ہیں تو قاضی کو حق پہنچتا ہے کہ ان دنانیر کو دراہم کی جگہ صرف کرے اور قرض خواہ کا قرض بھی ادا کرے لیکن امامِ اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک صرف دیناروں ہی میں

---

[1] الاشباہ والنظائر مع الحموی، ص ۱۱۴

اس طرح کر سکتا ہے اور صاحبین کے نزدیک غیر دینار بھی اسی حکم میں ہیں۔

اعلیٰحضرت ——— ظاہر روایت کے مطابق قرض خواہ خود بخود دینار نہیں لے سکتا جبکہ اس کا قرض درہم ہوں اور یونہی بالعکس، قاضی خاں نے باب الصرف میں اسے صحیح قرار دیا ہے اور ہمارے زمانے میں فتویٰ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے مذہب پر ہے جسطرح باب الحجر میں آرہا ہے:۔

والفتوٰی الیوم علی جواز الاخذ عند القدرة من ای مال کان لاسیما فی دیارنا لمداومتہم العقوق [1]

فتاوٰی قاضی خاں کی عبارت یہ ہے:۔

وان ظفر بدنانیر مدیونہ فی ظاہر الروایۃ لیس لہ ان یأخذ الدنانیر و ذکر فی کتاب العین والدین لہ ان یأخذ و الصحیح ہو الاول [2]

۱۸۲

طحطاوی ——— غصب شدہ کھانا اگرچہ پکانے کے سبب اسے اپنی اصل سے بدل دیا گیا ہو جب تک اس کی قیمت نہ ادا کی جائے یا ضمانت نہ دی جائے یا معاف نہ کرایا جائے، خریدنا حرام ہے۔

اعلیٰحضرت ——— امام طحطاوی کی یہ تعمیم صاحبین کے مذہب پر صحیح ہے کیونکہ ان کے نزدیک غاصب، مغصوب کے تبدیل یا ہلاکت ہونے سے مالک نہیں بنتا جب تک اس کی قیمت ادا نہ کرے یا ضمانت نہ دے لیکن امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک غاصب مغصوب کا مالک ہے اگرچہ بسبب ملک میں خبث ہے لہذا یہ اسیطرح

---

[1] حاشیۃ الطحطاوی، ج۴، ص۸۶

[2] قاضی خاں برحاشیہ عالمگیری، ج۲، ص۲۵۲

ہوگا جیسے بیعِ فاسد میں خریدا ہوتا ہے یعنی مشتری کے لئے طیب ہے کیونکہ خبث کا تعلق صرف غاصب کے ساتھ ہے لہذا مغصوب کے تبدیل ہونے یا ہلاکت پذیر ہونے سے اس کا تعلق مغصوب منہ کے ساتھ نہیں ہوگا کیونکہ وہ تعلق ضمانت کی طرف منتقل ہو گیا بلکہ ہماری تحقیق کے مطابق غاصب کی ملکیت پر تمام ائمہ کا اجماع ہے جیسے کہ ہم نے ردالمحتار کے حاشیہ پر بیان کیا ہے۔

۱۸۳
طحطاوی —— بیعِ فضولی کے ضمن میں بحر الرائق عن البزازیہ کے حوالہ سے علامہ طحطاوی نے ایک عبارت نقل فرمائی :-

والصحیح انہ اذا اضیف العقد فی احد الکلامین الی فلان یتوقف علی اجازۃ فلان کذا فی البحر عن البزازیۃ [1]

اعلیٰحضرت —— فتاویٰ بزازیہ میں کتاب البیوع کی فصل عاشر کے آخر میں یہ عبارت ہے لیکن وہاں لفظِ الصحیح نہیں ہے [2]

۱۸۴
طحطاوی —— فتاویٰ ہندیہ میں ہے کہ اگر کوئی قرضخواہ مقروض کے دراہم حاصل کرنے میں کامیاب ہو جائے اور قرض معجل بھی ہو اور نہ ہی یہ دراہم اس کے دراہم سے زیادہ کھرے ہوں تو وہ لے سکتا ہے ورنہ نہیں جیسے اسے اگر مدیون کے دینار مل جائیں اور مقروض کے ذمہ دراہم ہوں تو نہیں لے سکتا۔

---

[1] بحر الرائق ، ج ۶ ، ص ۱۴۹

[2] فتاویٰ بزازیہ علیٰ حاشیہ فتاویٰ ہندیہ ، ج ۴ ، ص ۴۹۰

اعلیحضرت ——— فتاوی خانیہ کے باب الصرف میں بھی یہ مسئلہ اسی طرح مذکور ہے[۱]

۱۸۵
طحطاوی ——— کسی شخص سے ایک مقررہ وعدہ پر کوئی چیز بنوانا بیع سلم ہے بشرطیکہ وقتِ مقررمیں عجلت نہ ہو بلکہ مہلت ہو (تنویر الابصار مع الدر المختار)

اس کی تفصیل میں علامہ طحطاوی فرماتے ہیں اجل، یا تو اجلِ سلم کی طرح ہوگا جس طرح ایک مہینہ یا زائد تو یہ بلاتفصیل سلم ہے اور اگر اجل سلم کی صلاحیت نہ رکھتا ہو تو پھر دو صورتیں ہیں، اس میں تعامل جاری ہوسکتا ہے یا نہیں، اگر جاری ہو سکتا ہے تو پھر طلبِ صفت ہے ورنہ پھر دو صورتیں ہونگی، اگر اجل بطورِ عجلت ہے تو بھی طلبِ صفت کہلائیگی لیکن اگر بطور مہلت ہو تو اجل فاسد ہوگی۔

اعلیحضرت ——— امام طحطاوی کی عبارت سے پتہ چلتا ہے کہ یہ تجزیہ اس صورت میں ہے جب تعامل جاری نہ ہو سکتا ہو تو اس صورت میں فساد کی دو شرطیں ہیں، اجل کا ذکر بطورِ مہلت کیا جائے اور تعامل بھی نہ ہو سکے اور صحت کے سلسلہ میں دو باتوں سے ایک بات ضروری ہے، تعامل یا ذکر بطورِ عجلت، حالانکہ ایسا نہیں بلکہ معاملہ اس کے برعکس ہے پس صحت کے لئے دو شرطیں ہیں، تعامل اور نہ اجل بلا مہلت اور ان دونوں میں سے ایک کے پائے جانے سے حصولِ فساد ہے۔

۱۸۶
طحطاوی ——— استصناع بطور بیع صحیح ہے، بطور معاہدہ صحیح نہیں ہے۔ (تنویر الابصار) علامہ طحطاوی فرماتے ہیں کہ اہلِ مذہب سے ایک جماعت نے بطورِ معاہدہ صحیح ہونے کا قول کیا ہے۔

---

[۱] حاشیۃ الطحطاوی ، ج ۳ ، ص ۱۲۶

اعلیحضرت ——— اس جماعت میں سے حاکم شہید بھی ہیں جیسا کہ قہستانی میں ہے۔

(نوٹ، بحر الرائق میں بھی اسی طرح ہے :-

فقد اختلفوا فی کونہ مواعدۃ ومعاقدۃ فعند الحاکم الشہید والصفار ومحمد بن سلمۃ وصاحب المنشوۃ مواعدۃ [1] (مرتب)

۱۸۷

طحطاوی ——— درمختار میں بیع الوفا کی یہ صورت بیان کی گئی کہ کوئی شخص کسی عین چیز کو مثلاً ایک ہزار درہم پر بیچے اور یہ بات طے ہو جائے کہ جب وہ چیز واپس لوٹائے گا تو رقم واپس کر دی جائے گی"۔ اس کے بعد کہا گیا "ثم اذا ذکر الفسخ فیہ او قبلہ الخ

علامہ طحطاوی فرماتے ہیں کہ جب بیع وفا کی صورت میں علی ان اذا رد علیہ الثمن الخ کہہ دیا تو پھر ثم اذا ذکر الفسخ صحیح نہیں لہٰذا اسے حذف کرنا اولی ہے تاکہ اختلاف صحیح ہو سکے۔

اعلیحضرت ——— میں کہتا ہوں کہ جب بیع مطلق ہوا اور نفسِ عقد میں شرطِ فسخ اور عدمِ لزوم کا نہ تو صراحۃً ذکر ہوا اور نہ دلالۃً اور عقد کے بعد اس کا معاہدہ ہوا اور اس بیع میں بائع کے علم میں غبنِ فاحش یا اصل ثمن پر زائد منافع بھی نہ ہو تو وہ بیع رہن نہ ہوگی اور یہ بات بھی گزر چکی ہے کہ بیع وفا وہ ہے جس میں نفسِ عقد میں فسخ کا ذکر ہو جس طرح بحر الرائق اور دیگر کتبِ فقہ میں ہے اور اسی میں اختلاف جاری ہوتے ہیں اور درمختار میں تیسرے قیل کے تحت جو کچھ بیان کیا گیا ہے وہ مسئلہ کی مختلف اجمالی صورتیں ہیں اگرچہ بعض صورتیں

---

[1] بحر الرائق ج ۶، ص ۱۷۱

بیعِ وفا کی نہیں ہیں لہذا علامہ طحطاوی کا قول سیأتی الخلاف ساقط ہوجائیگا۔

طحطاوی ۱۸۸ ——— اگر کوئی شخص کسی دوسرے شخص سے کہتا ہے کہ حاکم سے میرا فلاں کام کرادو اور رشوت کا ذکر نہیں کرتا پھر کام بن جانے پر کچھ دیتا ہے تو کیا یہ عطیہ لینا جائز ہے؟ بعض کے نزدیک ناجائز ہے اور بعض کہتے ہیں جائز ہے اور یہی صحیح ہے کیونکہ بدلۂ احسان ہے۔

اعلیحضرت ——— علامہ طحطاوی کے لئے مناسب تھا کہ جواز سے عطیہ معہودہ کی استثنار کرتے کیونکہ جو چیز معروف ہو وہ مشروط کی طرح ہے۔

طحطاوی ۱۸۹ ——— اگر کوئی شخص اپنے مقروض سے کہے کہ میرا فلاں کام بادشاہ سے کرادو اور میں نے قرض سے تمہیں بری الذمہ کردیا تو یہ ابراء صحیح نہیں کیونکہ یہ اصلاح مہم کی خاطر ہے اور اصلاح مہم قرض دار کا اخلاقی فرض ہے۔

اعلیحضرت ——— اس سے یہ فائدہ حاصل ہوا کہ جس کام کا کرنا اخلاقی فرض ہے اس پر کوئی چیز لینا جائز نہیں ہے۔

طحطاوی ۱۹۰ ——— لفظِ بحر سے قبل بحر الرائق کی عبارت ہے اور اس کے بعد فتاویٰ ہندیہ کی عبارت شروع ہوتی ہے۔

اعلیحضرت ——— علامہ طحطاوی کے قول "تتمہ" سے لے کر یہاں تک تمام عبارت بحر الرائق سے منقول ہے۔

طحطاوی ۱۹۱ ——— یتیموں کے مال میں وصی کے لئے مصانعت جائز ہے۔

اعلیحضرت ——— مصانعت کا مطلب ہے ظالموں کے ظلم کو دور کرنے کیلئے کوئی چیز بطور رشوت دینا یعنی جب وصی کو معلوم ہو کہ اگر وہ یتیم کے مال سے بطور رشوت نہ دے تو مشقت زیادہ ہوگی یا مال کم ہوجائے گا تو وہ

ظالم کو کچھ دے کر بچاؤ کر سکتا ہے، فتاویٰ ہندیہ میں ہے :-

وفی فتاوی النسفی فی مسائل المیراث الوصی اذا طولب بجبایات دار الیتیم وکان بحیث لو امتنع عن ادت المؤنۃ فدفع من الترکۃ جبایۃ دارہ کا فلا ضمان علیہ وکان کالمصانعۃ [1]

۱۹۲

طحاوی ——— خلاصہ میں ہدیہ کی تین صورتیں بیان کی گئی ہیں :-

(۱) لینا دینا دونوں حلال اور یہ باہمی میل جول کی خاطر ہے۔

(۲) لینا دینا دونوں حرام اور وہ ظلم پر مدد کی خاطر کچھ لیا جائے۔

(۳) دینا حرام نہیں البتہ لینا حرام ہے اور وہ ظلم سے نجات حاصل کرنے کیلئے دیا جائے اور اس کا حیلہ، حیلۂ استجار ہے جس کا ذکر پہلے ہو چکا ہے۔

اعلیحضرت ——— خلاصہ کی عبارت یہ ہے :

(ترجمہ) اور تیسری (قسم) اپنے نفس سے ظلم دور کرنے کے لئے ہدیہ دینا اور یہ لینے والے کے لئے حرام ہے اور حیلہ یہ ہے کہ اس کو تین دن کے لئے یا اس کی مثل کے لئے اجرت پر حاصل کر لے تاکہ وہ اس کے لئے کام کرے پھر اس سے کام لے (لیکن یہ حیلہ اس وقت ہوگا) جبکہ وہ کام جائز ہو، مثلاً پیغام پہنچانا وغیرہ اور اگر مدت کا تعین نہ ہو تو جائز نہیں ہے"

میں کہتا ہوں کہ یہ عبارت اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ دفع ظلم کے لئے کچھ لینا جائز نہیں چاہے ظالم کوئی دوسرا شخص ہی کیوں نہ ہو

---

[1] فتاویٰ ہندیہ ، ج۶ ، ص ۱۵۰

کیونکہ حیلۂ استئجار امرِ جائز میں ہوتا ہے اور مظلوم سے دفع ظلم تو شرعاً ہر اس شخص پر لازم ہے جو اس کی طاقت رکھتا ہو لہٰذا اس پر اجر لینا جائز نہیں اور یہی مراد بحر الرائق کے اس قول کی ہے جو گذر چکا ہے کہ کسی کی مشکلات حل کرنا دیانۃً لازم ہے اور اس کی دلیل فتاوٰی ہندیہ کا وہ قول ہے جو محیط کے حوالے سے گذر چکا ہے کہ اگر معاملہ کو ٹھیک کرنے اور ظلم سے نجات دلانے کے بعد کچھ دیا تو دینا اور لینا دونوں صحیح ہیں (اس تفصیل کے بعد) اب اس قول کی حاجت نہیں رہے گی جو میں نے بحر الرائق کے قولِ مذکور ص ۸۶ پر لکھا ہے کہ شاید اصلاح المھم مستحق علیہ دیانۃً اس وقت ہو جب وہ بادشاہ کی جانب سے اس کام پر بانتخواہ متعین ہو، پس بحکم اجارہ اس پر واجب ہو گا"، اور جو کچھ شامی ج ۴، ص ۱۷۴ پر لکھا ہے اسے ملاحظہ کریں۔

طحطاوی ۱۹۳ ——— بعض لوگوں کے نزدیک غیر انبیاء پر خلیفۃ اللہ کا اطلاق جائز نہیں کیونکہ ان کے نزدیک یہ انبیاءِ کرام علیہم السلام کے لئے مخصوص ہے جس طرح قرآنِ پاک میں حضرتِ آدم علیہ السلام اور حضرتِ داؤد علیہ السلام کے لئے لفظِ خلیفہ استعمال ہوا۔

اعلیٰحضرت ——— حدیثِ پاک میں حضرتِ امام مہدی کے لئے خلیفۃ اللہ کا لفظ آیا ہے جس سے غیر انبیاء علیہم السلام پر اس لفظ کے اطلاق کا جواز ثابت ہے۔

طحطاوی ۱۹۴ ——— صاحب تنویر الابصار نے فرمایا کہ "بادشاہ عادل ہو یا جائر اس کی طرف سے عہدۂ قضا قبول کرنا جائز ہے"

علامہ طحطاوی نے اس کی مثال بیان کرتے ہوئے فرمایا کہ جیسے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے حضرتِ معاویہ رضی اللہ عنہ سے یہ عہدہ قبول کیا

حالانکہ حضرتِ علی المرتضٰی رضی اللہ عنہ حق پر تھے۔

اعلیٰحضرت ——— یہ مثال نہایت غیر مناسب ہے کیونکہ کہیں اس سے فاسق، ظالم اور عیب جو قسم کے لوگ جن کے دلوں میں بیماری ہے، صحابہ کرام کے ساتھ اپنے بغضِ عظیم کی تسکین کے لئے توہین کی جرأت نہ کریں حالانکہ مسلمانوں کے نزدیک جابر اس شخص کو کہا جاتا ہے جو کسی چیز کو اپنی جگہ پر نہ رکھے جیسے عادل، کسی چیز کو اپنی جگہ پر رکھنے والے کو کہتے ہیں۔ حضرتِ علی المرتضٰی اور حضرتِ امیر معاویہ رضی اللہ عنہما دونوں برحق امام اور سچے خلیفہ تھے البتہ حضرتِ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ پر حضرت علی المرتضٰی رضی اللہ عنہ کے احکامات کی سماعت وطاعت لازم تھی لیکن انہوں نے اس کے برعکس دعویٰ کر کے خلافت کو اس کے غیر مقام پر رکھا اور یہ لفظ اس لفظ سے زیادہ تعجب خیز بھی نہیں جو رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے حواری، پھوپھی زاد بھائی اور عشرہ مبشرہ میں سے ایک حضرت زبیر بن عوام رضی اللہ عنہ کے لئے استعمال کیا اور فرمایا کہ تو حضرتِ علی رضی اللہ عنہ سے لڑائی لڑے گا اور تو ظالم ہوگا تو ایمان کا تقاضا یہ ہے کہ ان دونوں لفظوں سے مراد وہی شخص ہے جو کسی چیز کو اس کے غیر مقام پر رکھتا ہے۔

اب اگر یہ وضعِ عناد سے ہو تو قابلِ مذمت ہے اور اجتہاد میں خطا ہو تو مجتہد معذور مستحق اجر غیر عاصی ہوگا (حضرتِ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ سے بھی خطائے اجتہادی واقع ہوئی) پس یہ لفظ قبیح ہے کیونکہ اس سے صحابہ کرام کی توہین کا دروازہ کھل جائے گا، اللہ تعالیٰ ہم سب کی توبہ قبول فرمائے ہر قسم کی قوت، اللہ بلند و بالا کے لئے جو نہایت توبہ قبول کرنے والا بخشنہار، مہربان ہے۔

۱۹۵
طحطاوی ——— اجتہادی مسئلہ میں اگر اپنے مذہب کے خلاف فیصلہ کیا تو مطلقاً نافذ نہیں ہوگا اور اسی پر فتوٰی ہے (تنویر الابصار)

امام طحطاوی نے کمال کا قول نقل کیا کہ اگر قصداً اپنے مذہب کے خلاف فیصلہ کرتا ہے تو یہ اچھے مقصد کے لئے ایسا نہیں کر رہا بلکہ باطل خواہش کے تحت ایسا کر رہا ہے اور بھول کر ایسا فیصلہ کرنے والے کا فیصلہ اس لئے نہیں قبول کیا جائے گا کہ مقلد نے اس کی تقلید اس لئے کی وہ اس کے مذہب کے مطابق فیصلہ کرے، اس لئے نہیں کہ وہ غیر کے مذہب پر فیصلہ کرے۔

اعلیٰحضرت ——— مقلد سے مراد وہ شخص ہے جس نے اس قاضی کو فیصلہ کیلئے قاضی بنا کر اس کی تقلید کی۔

۱۹۶
طحطاوی ——— بابِ شہادت میں فرع (جس کا عدل ظاہر ہے) کا اپنے اصل کا عدل ثابت کرنا کافی ہے جس طرح دو گواہوں میں سے ایک کا دوسرے گواہ کی عدالت ثابت کرنا کافی ہے کیونکہ فرع اصل کا ناقل ہونے کی وجہ سے اس کی مثل ہو گیا اور مثل کی تعدیل سے عدل تہمت سے ملوث نہیں ہوتا

امام طحطاوی فرماتے ہیں کہ اس تعلیل لان العدل لا یتھم بمثلہ کا مطلب ظاہر نہیں۔

اعلیٰحضرت ——— الحمدللہ! اس تعلیل کا مطلب واضح ہے کیونکہ وہ شخص جس کے قول پر اکتفا نہیں کیا جاتا (بلکہ دوسرے کے قول کی بھی ضرورت ہوتی ہے) وہ اپنے اصل یا اپنے ساتھی کی تعدیل اس لئے کرتا ہے کہ اس کی اپنی گواہی چل سکے کیونکہ دوسرے کی عدم موجودگی میں وحدت کی وجہ سے اس کی گواہی مردود ہے۔

طحطاوی ۱۹۷ ——— زمین کے دعوٰی میں حد بندی شرط ہے جس طرح اس کے خلاف گواہی میں شرط ہے اگرچہ زمین مشہور ہو البتہ جب گواہ زمین کو بالتعیین جانتے ہوں، اس وقت حد بندی کی ضرورت نہیں (تنویر الابصار)

علامہ طحطاوی فرماتے ہیں کہ مقصود یہ ہے کہ قاضی کو علم ہو جائے اور گواہوں کی معرفت سے یہ مقصد حاصل نہیں ہوتا۔

اعلیٰحضرت ——— الا اذا عرف الشہود میں عرف بابِ تفعیل (تعریف) سے ہے، معرفۃ (مجرد) سے نہیں لہٰذا امام طحطاوی کا اعتراض ساقط ہو گیا، ردالمحتار پر جو کچھ ہم نے لکھا ہے اس کا مطالعہ کیا جائے۔

طحطاوی ۱۹۸ ——— اگر مضارب، رب المال کی ہدایات کے خلاف عمل کرے تو غصب ہو گا چاہے رب المال بعد میں اجازت بھی دے دے کیونکہ مخالفت کی وجہ سے وہ غاصب شمار ہوتا ہے (تنویر الابصار مع درمختار)

علامہ طحطاوی فرماتے ہیں لتصیرورتہ غاصبا بالمخالفۃ کے الفاظ سے جو علت بیان کی گئی ہے وہ تعلیل الشی بنفسہٖ ہے۔

اعلیٰحضرت ——— میں کہتا ہوں یہاں یہ کہا جا سکتا ہے کہ مالک کی اجازت نہ ہونا اس کے غصب کی دلیل ہے، مخالفت کے باعث اس کا غاصب ہونا دلیل نہیں تاکہ عین دعوٰی کا دلیل ہونا لازم آئے، اب معنٰی یہ ہو گا کہ جب وہ غاصب ہو گیا تو مالک اس کی اجازت سے غصب کو مضاربت میں بدلنے کا اختیار نہیں رکھتا، اس کو بغور دیکھیں، شاید حق اس سے متجاوز نہ ہو گا۔

طحطاوی ۱۹۹ ——— اجارۂ فاسدہ میں مضارب کو نفع میں سے کچھ نہیں دیا جائے گا بلکہ عمل کے مطابق اجر ہو گا، امامِ ابو یوسف علیہ الرحمہ فرماتے ہیں کہ اگر نفع حاصل نہ ہو تو اجرِ عمل بھی نہیں دیا جائے گا اور یہ صحیح ہے تاکہ اجارۂ صحیحہ پر اجارۂ فاسدہ

کی فضیلت لازم نہ آئے۔

اعلیٰحضرت ——— کیونکہ جب اجارۂ صحیحہ میں فائدہ نہ ہو تو اسے کچھ نہیں دیا جاتا۔

۲۰۰ طحطاوی ——— اگر کوئی شخص یہ کہے منحتک ثوبی او جاریتی ھٰذہ وحملتک علیٰ دابتی ھٰذہٖ تو یہ عاریت ہوگی بشرطیکہ ہبہ کا ارادہ نہ کرے کیونکہ یہ الفاظ عاریت کے لئے صریح ہیں۔

اعلیٰحضرت ——— کہا گیا ہے کہ یہ الفاظ بادشاہ کی جانب سے ہوں تو ہبہ ہوگا جیسے کہ فتاویٰ ہندیہ میں ہے:-

وقیل ھو من السلطان ھبۃ کما فی الظھیریۃ [۱]

۲۰۱ طحطاوی ——— امام طحطاوی نے فتاویٰ ہندیہ کے حوالے سے فرمایا کہ موہوب لہ کے لئے ملک کا ثبوت قبضہ کے ساتھ مشروط ہے، اس کے بعد تفریع میں "قبض" کی بجائے لفظِ "قبول" ہے۔

اعلیٰحضرت ——— میرے پاس فتاویٰ ہندیہ کا جو نسخہ ہے اس میں لفظِ قبض کی بجائے لفظِ قبول ہے اور یہی اس تفریع کے لئے ظاہر ہے جو آگے آرہی ہے:-

حتی لو حلف لا یھب فوھب ولم یقبل الاٰخر حنث [۲]

۲۰۲ طحطاوی ——— قہستانی نے اس مسئلہ کی تائید کی ہے جو محیط میں ہے کہ اگر کسی شخص نے اپنا مال راستے میں رکھا تاکہ وہ اٹھانے والے کی ملک ہوجائے

---

[۱] فتاویٰ ہندیہ ج۴، ص ۳۷۵ فتاویٰ خانیہ ج۳، ص ۲۶۳

[۲] حاشیۃ الطحطاوی ج۳، ص ۳۹۰

تو ہبہ جائز ہے (اس سے معلوم ہوا کہ قبولیت شرط نہیں ۔)

اعلیٰ حضرت —— میرے پاس جو نسخہ ہے اس میں (محیط کی) تائید نہیں بلکہ محیط میں مذکورہ مسئلہ کی مخالفت ہے اور اگر مان بھی لیا جائے (کہ تائید ہے) تو بھی ثابت ہوتا ہے کہ قبولیت شرط نہیں ہے مع ہذا محیط میں رکنیت کا انکار ہے شرط کا انکار نہیں اور قہستانی کے اس استدلال کا جواب ہم نے ردالمحتار کے حاشیے پر دیا ہے ۔

۲۰۳

طحطاوی —— صاحبِ تنویر الابصار نے ارکانِ ہبہ میں سے ایک رکن شرطِ خیار کا نہ ہونا بتایا، اس پر بطورِ تفریع صاحبِ درمختار فرماتے ہیں کہ اگر اس نے شرط لگادی تو صحیح ہو جائے گی اگر وہ جدا ہونے سے پہلے اختیار کرلے۔

امامِ طحطاوی فرماتے ہیں کہ عدم صحتها بخیار الشرط کے الفاظ اولیٰ ہیں کیونکہ تفریع اس پر قرینہ ہے ورنہ معنیٰ یہ ہوگا کہ ہبہ مطلقاً صحیح ہے اور شرط باطل ہے ۔

اعلیٰ حضرت —— امام قاضی خاں نے فتاویٰ خانیہ میں فرمایا ہے کہ اگر کسی شخص نے کوئی چیز اس شرط پر ہبہ کی کہ واہب کو تین دن کا اختیار ہے تو ہبہ صحیح ہو جائیگا اور اختیار باطل ہوگا کیونکہ ہبہ عقدِ غیر لازم ہے لہٰذا اس میں شرطِ خیار صحیح نہیں‘ (تنویر الابصار کے) متن سے یہی بات صراحۃً معلوم ہوتی ہے البتہ (درمختار کی) تفریع اس کے خلاف ہے۔ پھر میں نے فتاویٰ خانیہ میں اسی مسئلہ منقولہ کے متصل دیکھا کہ اگر کوئی شخص غلام یا کوئی اور چیز ہبہ کرے اور موہوب لہ کو تین دن کا اختیار دے (تو اس صورت میں) اگر موہوب لہ مجلس برخاست ہونے سے قبل جائز قرار دے تو جائز ہے ورنہ نہیں (اور اختیار باطل ہے) اور جب اختیار واہب کو ہو تو اس وقت شرط صحیح نہیں اور

جب اختیار موہوب لہ کو ہو تو ہبہ صحیح نہیں، پس مصنف علیہ الرحمہ کی کلام محلِ تخصیص میں مطلق ہے (کسی ایک کی تخصیص نہیں) اور شارع کی تفریع علیٰ وجہ الاختلاف ہے۔

میرے لئے (بیع اور ہبہ) دونوں میں فرق اس طرح ہے کہ ہبہ بنفسہٖ لازم نہیں ہوتا لہذا واہب کے لئے شرطِ خیار لغو ہے جس طرح فتاوٰی خانیہ کے اس قول سے ظاہر ہے کہ یہ عقد غیر لازم ہے لیکن بیع عقد لازم جازم ہے لہذا بائع مشتری کے لئے اور اسی طرح مشتری بھی خیار کی شرط لگا سکتے ہیں اور اگر موہوب لہ کے لئے اختیار ہو تو یہ عطیہ کے ذریعے تکلیف پہنچانا اسے تین دن تک اپنے مال میں تصرف سے روکنا اور انتظار کرنا کہ آیا موہوب لہ قبول کرتا ہے یا رد کرتا ہے، پس اس میں قلبِ موضوع ہے، علاوہ ازیں قبولیت میں اختیار دینا ہلکا پن ہے، بیع میں خیارِ شرط حاجت کو پورا کرنے کے لئے ہے تاکہ زیادتی نہ ہو اور یہاں کوئی حاجت نہیں لہذا جائز نہیں اور اگر شرطِ خیار ہو تو اصلاً قبولیت کے منافی ہے کیونکہ اس کی بناء رکاوٹ، تردد اور شک پر ہے پس جب موہوب لہ کو اختیار دیا گیا اور اسی حالت میں وہ جدا جدا ہوئے تو گویا کہ وہ بغیر قبولیت کے جدا ہوئے اور یہ بات معلوم ہے کہ جب تک مجلس میں موہوب شے قبول نہ کی جائے، ہبہ صحیح نہیں۔

۲۰۴

طحطاوی ——— فتاوٰی بزازیہ میں ہے کہ اگر کوئی شخص کسی دوسرے سے کہے کہ میرے مال میں سے تیرے لئے کھانا، لینا یا کسی کو دینا حلال ہے تو اس کے لئے قائل کے مال میں سے کھانا لینا اور کسی کو دینا جائز ہے۔

اعلٰیحضرت ——— فتاوٰی خانیہ اور ہندیہ میں وغیرہما میں ہے کہ کھانا تو حلال ہے

لیکن لینا یا کسی کو دینا جائز نہیں اور اس کی دلیل فتاویٰ خانیہ میں ہے اور وہ یہ ہے :-

لان اباحة الطعام المجهول جائزة و تمليك المجهول باطل (ملخصاً) [1]

۲۰۵ طحطاوی —— مشترکہ چیز جو ابھی تقسیم نہیں ہوئی، کیا ہبہ کی جاسکتی ہے؟ عام کتبِ فقہ میں ہے اور یہی مذہب ہے کہ چاہے شریک کے لئے ہو یا اجنبی کیلئے ہبہ نہیں کی جاسکتی، اور ایک قول یہ ہے کہ شریک کے لئے جائز ہے اور یہی مختار ہے (تنویر الابصار مع ردِ مختار)

امام طحطاوی فرماتے ہیں کہ فقہاء کی عبارات سے قول کا معتمد علیہ ہونا ظاہر ہوتا ہے یہاں تک کہ شیخ الاسلام نے اہلِ مذہب سے اطلاق کی حکایت کے بعد دوسرے قول کو ابنِ ابی لیلیٰ کی طرف منسوب کیا ہے۔

اعلیحضرت —— امام قاضی خاں نے بھی یونہی ابن ابی لیلیٰ کی طرف منسوب کیا ہے۔

۲۰۶ طحطاوی —— مشترکہ مال سے قرض دینا بالاجماع جائز ہے۔

اعلیحضرت —— اس کی مثال یہ ہے کہ ایک شخص کو ایک ہزار روپیہ دیا کہ نصف قرض ہے اور نصف مضاربت کے لئے ہے۔

۲۰۷ طحطاوی —— یہ عبارت تنویر الابصار کی ہے، مطلب یہ کہ اگر موہوب لہ کو مشترکہ چیز ہبہ کر کے اس کے حوالے کر دی جائے تو وہ نہ تو اس کا مالک ہو گا اور نہ ہی وہ اس میں تصرف کر سکتا ہے۔

اعلیحضرت —— یہی صحیح و مختار ہے، یہی ظاہرِ روایت کے مطابق ہے اور اسی پر

---

[1] فتاویٰ خانیہ بر فتاویٰ ہندیہ ، ج۳ ، ص ۲۶۱

عمل ہے، علامہ شامی کا بھی اسی پر اعتماد ہے جبکہ فتوٰی اس کے خلاف ہے جو بعض فتاوٰی میں مذکور ہے، اسے "ظاہرِ روایت پر جو صحیح ہے" ترجیح نہیں دی جا سکتی اگرچہ دوسری جانب " وبہ یفتی " کے الفاظ ہیں مکمل بحث فتاوٰی شامی میں ملاحظہ کی جائے۔

۲۰۸

طحطاوی ——— محبت میں بعض اولاد کو بعض پر فضیلت دینے میں کوئی حرج نہیں کیونکہ یہ عملِ قلب ہے (اور اس میں انسان مجبور ہے) اسی طرح اگر ارادہ ضرر نہ ہو تو عطیات میں بھی بعض کو بعض پر فضیلت دی جا سکتی ہے اور اگر ارادہ ضرر ہو تو پھر امامِ ابو یوسف علیہ الرحمہ کے نزدیک لڑکے اور لڑکی کو برابر دے اور امامِ محمد علیہ الرحمہ کے نزدیک (میراث کی طرح) لڑکے کو دوگنا دے (درِ مختار مع الطحطاوی)

بزازیہ میں ہے کہ لڑکے اور لڑکی کو ہبہ کرنے میں تثلیث افضل ہے یعنی میراث کی طرح لڑکے کو دوگنا دے اور امامِ ابو یوسف علیہ الرحمہ کے نزدیک نصف نصف ہے اور یہی مختار ہے اور اگر تمام مال اپنے بیٹے کو دے دیا تو قضائً جائز ہے لیکن واہب گنہگار ہو گا (بزازیہ)

امامِ طحطاوی فرماتے ہیں کہ بزازیہ کی نص قصدِ اضرار سے خالی ہے۔

اعلیحضرت ——— ایک کو دوسرے پر فضیلت تفضیل کی صورت میں ہے لیکن جب ایک کو تمام مال ہبہ کر دیا جائے تو مطلقاً ضرر پہنچانا ہے۔ اس مسئلہ میں علامہ طحطاوی نے بزازیہ کی نص کا ذکر نہیں کیا بلکہ بزازیہ کے قول وعند الثانی التنصیف وھو المختار سے اس کا قصدِ اضرار سے خالی ہونا مراد لیا جبکہ درِ مختار میں یہ بات گزر چکی ہے کہ تسویہ قصدِ اضرار کی صورت میں ہو گا (ورنہ تفضیل جائز ہے)

۲۰۹
طحطاوی —— سید حموی نے المفتاح نامی کتاب کے حوالے سے تملیک اور ہبہ کے بارے میں بحث کی ہے جسے علامہ طحطاوی نے "تنبیہ" کے عنوان سے نقل فرمایا، وہ یہ ہے : تملیک ہبہ کے معنی میں ہے اور قبضہ سے مکمل ہوتی ہے، جب قبضہ اور تسلیم نہ پائے جائیں تو اس کے جواز وعدم جواز میں علماء کا اختلاف ہے، بعض نے ہبہ پر قیاس کرتے ہوئے عدم جواز کا قول کیا ہے جبکہ اکثر مشائخ کے نزدیک بغیر تسلیم کے بھی جائز ہے، اور یہ غیر ہبہ ہے کیونکہ ہبہ اور تملیک دو علیحدہ علیحدہ چیزیں ہیں، نام کا اختلاف تو ظاہر ہے اور حکم میں اختلاف یوں ہے کہ اگر کوئی شخص کسی کو درخت پر موجود پھل ہبہ کرے تو جائز نہیں اور اگر تملیک کا اقرار کرے تو جائز ہے، اس سے ثابت ہوا کہ تملیک بغیر تسلیم کے صحیح ہے اور یہ ہبہ کا غیر ہے، اسی پر فتولی اور لوگوں کا عمل ہے، نیز مقر کی موت تسلیم کے قائم مقام ہے اور اسی پر اتفاق ہے (مفتاح)

اعلیٰحضرت —— یہ نقل مجہول غیر معقول اور غیر مقبول ہے، جہالت اس لئے کہ مفتاح نامی کتاب کتبِ مذہب سے نہیں ہے اور غیر معقول اس لئے کہ تملیک فی الحال کی چار صورتیں ہیں :

(۱) تملیک عین بالعوض

(۲) تملیک عین بلاعوض

(۳) تملیک منافع بالعوض

(۴) تملیک منافع بلاعوض

تملیک عقلی طور پر ان چار صورتوں میں منحصر ہے اور یہ بات بالبداہۃ معلوم ہے کہ جس تملیک کا یہاں ذکر ہے وہ نہ تو تملیکِ عین بعوض ہے نہ تملیک منافع بالعوض اور نہ ہی تملیک منافع بلاعوض بلکہ تملیک عین بلاعوض ہے

اور یہی تو ہبہ ہے، متونِ فقہ میں اسی طرح تفسیر کی گئی ہے۔ قاضی زادہ نے نتائج الافکار میں فرمایا کہ ہبہ کا شرعی مفہوم مال کی بلا عوض تملیک ہے، اسی طرح عام شروح بلکہ متون میں مذکور ہے۔

نیز شریعتِ مطہرہ میں ایسا کوئی عقد نہیں کہ جس میں تملیکِ عین بلا عوض فی الحال ہو اور وہ ہبہ بھی نہ ہو، اگر کوئی ایسا عقد ہوتا تو اس کے لئے کتبِ فقہ میں کوئی کتاب، باب، فصل یا کچھ عنوان مختص ہوتا جیسے کتب میں بیع، ہبہ، عاریہ اور اجارہ وغیرہ کے لئے باب باندھے گئے ہیں لیکن عام کتب مذہب اس بات کی طرف ادنیٰ اشارے سے بھی خالی ہیں لہذا یہ عقد شریعت میں غیر معروف ہے بلکہ لوگوں کے درمیان یقینی طور پر یہ بات مشہور ہے کہ اگر کہا جائے کہ زید نے عمرو کو اپنے مکان کا بلا عوض مالک بنایا تو اس سے کوئی شخص بھی، ہبہ سے سوا کوئی دوسرا مفہوم نہیں سمجھے گا اور کسی عقلمند بچے اور نہ ہی کسی فاضل عالم کے دل میں اس کے سوا (ہبہ کے سوا) کوئی دوسری بات کھٹکے گی۔

ہدایہ اور دیگر متعلقہ کتب میں ہبہ کے قبضہ کے ساتھ مشروط ہونے کی تعلیل یہ بیان کی گئی ہے کہ ہبہ عطیہ پر مبنی عقد ہے اور قبضہ سے پہلے ملک ثابت کرنے میں معطی پر ایسی چیز لازم کی جا رہی ہے جو عطیہ کے خلاف ہے اور وہ مالِ موہوب کا سپرد کرنا ہے اور یہ بات صحیح نہیں ہے۔

(صاحبِ مفتاح کا مسئلۂ اقرار سے استدلال اس بات کی واضح دلیل ہے کہ یہ کلام بغیر سمجھے کے واقع ہوئی کیونکہ یہاں (صورتِ اقرار میں) مطالبہ اقرار کی وجہ سے ہے تو کیا اس سے یہ استدلال کیا جائے گا کہ مملک کے قبول کئے بغیر تملیک صحیح ہو جائے، پھر اس بات میں ذرہ برابر شک نہیں کہ

بیع کا اقرار جائز ہے تو کیا اس سے یہ استدلال کیا جائے کہ بیع صرف بائع سے پوری ہو جاتی ہے کیونکہ یہاں مشتری کی جانب سے تو کوئی بات بھی نہیں بلکہ وہ بات جس سے استدلال مذکورہ میں غفلت برتی گئی ہے، یہ ہے کہ اقرار کی دو صورتیں ہیں، ایک لحاظ سے خبر ہے اور ایک لحاظ سے انشاء، پس خبر سے مشابہت کی وجہ سے اقرار کی صورت میں مطالبہ ہوتا ہے، اس لئے مطالبہ نہیں ہوتا کہ یہ کوئی نیا عقد ہے جو قبضہ کا محتاج نہیں ہے، اس کی مثال یہ ہے کہ اگر کوئی شخص اپنے غیر منقسم گھر کے نصف حصے کا غیر کے لئے اقرار کرے تو صحیح ہے جس طرح درد وغیرہ میں ہے تو یہ صحت محض اقرار کے خبر سے مشابہ ہونے کی وجہ سے ہے، اگر یہ انشاء ہوتی تو یہ قول صحیح نہ ہوتا جیسے کہ اس پر فقہاء کی نص وارد ہے۔

اگر اس واہم (صاحب مفتاح) کے وہم کو صحیح تسلیم بھی کیا جائے تو بھی اقرار کے باب میں اس سے قبل یہ بات متن اور شرح میں گزر چکی ہے کہ اگر کوئی شخص یہ کہے کہ میرا تمام مال یا جس مال کا میں مالک ہوں، فلاں کے لئے ہبہ ہے تو یہ اقرار نہیں ہوگا پس تسلیم ضروری ہوگی بخلاف اقرار کے [1]

جمیع مالی او ما املکہ لہ ھبۃ لا اقرار فلابد

من التسلیم بخلاف الاقرار۔

لام تملیک سے معلوم ہوا کہ یہ ہبہ ہے اور تسلیم شرط ہے اور اقرار میں تسلیم کی شرط کا نہ ہونا اس لئے ہے کہ وہ ایک لحاظ سے خبر ہے، اس واسطے نہیں کہ وہ ایک ایسا عقد ہے جو تسلیم کا محتاج نہیں، اس میں نکتہ یہ ہے کہ تملیک بیع اور ہبہ

---

[1] حاشیۃ الطحطاوی، ج ۳، ص ۳۳۰

دونوں کو شامل ہے، پس جب کسی نے کسی دوسرے کے لئے تملیک کا اقرار کیا تو دیکھا جائے، اگر درختوں پر موجود پھلوں کی تملیک کا اقرار کیا ہے تو اس سے مراد بیع ہوگی اور اقرار کی وجہ سے اس سے مطالبہ کیا جائے گا تاکہ اس کی کلام ممکن حد تک صحیح قرار پائے لیکن ہبہ کے اقرار کی صورت میں اس نے اس چیز کی تصریح کی ہے جو بوجہ مشغولیت (پھل کا درخت پر ہونا) پوری نہیں کی جاسکتی، اور یونہی ہر بات میں ہوگا کہ جب کوئی اقرار کرے کہ میں نے اس سے قبل فلاں کو مالک بنایا اور اس نے مشغولیت یا اجزار یا ان کے علاوہ کسی قسم کی تفصیل بیان نہیں کی کیونکہ تملیک کے اقرار سے اس کی ملکیت ختم ہوگئی اور جس کے لئے اقرار کیا اس کی ملکیت ثابت ہوگئی اور عطیات میں یہ بات بلا قبضہ صحیح نہیں لہذا ایسا اقرار ہبہ کا اور اسی وقت قبضہ دینے کا اقرار ہوگا لیکن اگر وہ یہ اقرار کرے کہ میں نے فلاں کو ہبہ کیا تو واہب سے ہبہ کا صدور قبضہ دینے کو مستلزم نہیں پس وہ موہوب لہ کے لئے حصولِ ملک کا اقرار نہیں ہوگا اور دونوں اقراروں میں یہی فرق ہے۔

یہ مطلب جو صاحبِ مفتاح نے سمجھا کہ تملیک میں قبضہ ضروری نہیں، اگر موصوف یہ دلیل ذکر کرتے تو ہم تعین کرتے کہ یہ نقل اور فتوٰی مشائخ پر افترا ہے لیکن استدلال سے ظاہر ہوا کہ مسئلہ کے سمجھنے میں خطا واقع ہوئی۔

اس سے قبل ہم نصوصِ قاطعہ سے یہ بات ثابت کر چکے ہیں کہ یہاں تملیک سے مراد ہبہ ہے اور اس بات کا اس فاضل (علامہ طحطاوی) نے بھی کلام کے شروع میں اعتراف کیا کہ تملیک ہبہ کے معنٰی میں ہے اور قبضہ سے تام ہوتی ہے [1]

---

[1] حاشیۃ الطحطاوی، ج ۳، ص ۳۹۲

لہذا جب قبضہ کے بغیر یہ تام نہیں ہوتی تو بلا تسلیم کیسے مکمل ہو گی پھر نہایت تعجب کی بات تو یہ ہے کہ اختلاف تو اس بات میں ہے کہ اگر کوئی شخص کہے کہ میں نے تجھے اس چیز کا مالک بنایا، آیا یہ ہبہ ہوگا یا یہ کلام بالکل صحیح نہیں ہو گی کیونکہ تملیک عام ہے جیسے ہم ردالمحتار سے پہلے نقل کر چکے ہیں اور تملیک بلا قبضہ کو بالکل صحیح قرار دینا اور مفتیٰ بہ قول بتانا تو نہایت تعجب خیز ہے۔

تتمہ — جامع الفصولین، خیر رملی اور عقود الدریہ میں یہ نص موجود ہے کہ کسی دستاویز میں یہ تحریر ہو کہ فلاں نے فلاں کو تملیکِ صحیح کے ساتھ مالک بنایا تو یہ تملیک فاسد غیر مقبول ہے کیونکہ جہتِ تملیک مجہول ہے[۱] اور یہ عقدِ جدید من گھڑت ہے۔ جس کا شریعت اور عرف میں کوئی وجود نہیں البتہ جو شخص اس قول کو ہبہ پر محمول کرتے ہوئے قبول کرے تو مقبول ہو جائے گا اور یہ بات کہ اقرار کرنے والے کی موت بالاتفاق تسلیم کے قائم مقام ہے، اس اجماع کے خلاف ہے کہ تسلیم سے پہلے عاقدین میں سے کسی ایک کی موت عقد کو باطل کر دیتی ہے، پس حق بات یہ ہے کہ یہ نقل مجہول لامعقول ہے جس پر نہ صرف یہ کہ اعتماد جائز نہیں بلکہ یہ لائقِ توجہ ہی نہیں، عصمت و توفیق صرف اللہ تعالیٰ کی جانب سے ہے۔

طحطاوی [۲۱۰] — مفتاح کی گذشتہ عبارت کے ذکر کے بعد علامہ طحطاوی فرماتے ہیں کہ تملیک کو ہبہ کے مقابلہ میں لانے کی صورت میں مناسب یہ تھا کہ کہا جاتا ولو ملکہ۔ کیونکہ اقرار بالملک کی صورت یہ ہے کہ کہے یہ چیز

---

[۱] فتاویٰ خانیہ برحاشیہ فتاویٰ ہندیہ، ج ۳، ص ۲۶۱ پر ہے وتملیک المجهول [illegible]

فلاں کے لئے ہے تو یہ خبر ہے، تملیک نہیں ہے [1]

اعلیٰحضرت ——— قرۃ العیون میں بھی امامِ طحطاوی کے حاشیہ سے اسی طرح نقل کیا گیا ہے اور یہی بہتر ہے۔

طحطاوی ۲۱۱ ——— اگر کوئی شخص کسی دوسرے کو خط لکھے اور اس میں لکھے کہ جواب اسکی دوسری طرف لکھ دو تو مکتوب الیہ کے لئے وہ کاغذ لوٹانا ضروری ہے اور اسے اس میں تصرف کا کوئی حق نہیں۔

اعلیٰحضرت ——— اسی طرح اگر اس مکتوب میں لکھے کہ اسے پڑھ کر فلاں کو پہنچادو تو مکتوب الیہ کے لئے اس میں تصرف جائز نہیں، اب یا تو وہ کاتب کی طرف لوٹادے یا اس (جس کے بارے میں کہا گیا ہے) کی طرف بھیجدے۔

طحطاوی ۲۱۲ ——— تنویر الابصار مع درِ مختار میں ہے کہ اجارۂ فاسدہ میں اجرِ مثل واجب ہوگا اگر مقررہ اجر معلوم ہو۔

علامہ طحطاوی فرماتے ہیں (کہ درِ مختار کے قول) لو المسمی معلوما سے بظاہر معلوم ہوتا ہے کہ اجرِ مقرر کی صورت میں اجرِ مثل واجب ہوگا چاہے وہ کتنا ہی زیادہ کیوں نہ ہو حالانکہ یہ مطلب نہیں بلکہ مفہوم یہ ہے کہ جب مقررہ اجرت معلوم نہ ہو تو اجرِ مثل واجب نہیں ہوگا حالانکہ عدمِ علم کی صورت میں اجرِ مثل ہی واجب ہوگا چاہے وہ کتنا ہی کیوں نہ ہو۔

یہاں امامِ طحطاوی کے الفاظ یہ ہیں:

معانہ یجب بالغا ما بلغ

اعلیٰحضرت ——— یجب بالغا ما بلغ کا مطلب یہ ہے کہ چاہے وہ مقررہ اجرت

---

[1] مخطوطہ میں یہاں علامہ طحطاوی کی عبارت موجود نہیں، تتبع کے بعد اعلیٰحضرت کی طرف سے اسی قول کو حاشیہ کے طور پر درج کرنا مناسب سمجھا گیا۔ واللہ اعلم

سے زائد ہی کیوں نہ ہو۔

۲۱۳ طحطاوی ——— امام طحطاوی نے حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ایک روایت نقل کرتے ہوئے فرمایا کہ بزاز اور طیالسی نے بھی اسے روایت کیا اور طبرانی نے بھی حلیۃ الاولیاء میں حضرت ابنِ مسعود رضی اللہ عنہ کے ذکر میں اسے بیان کیا، یہ بات المقاصد الحسنہ[۱] میں ہے۔

علامات الحصر ——— علامہ شامی نے بھی (ردالمحتار میں) اسی طرح المقاصد الحسنہ کے حوالے سے بلا تبصرہ نقل فرمایا حالانکہ حلیۃ الاولیاء، حافظ ابونعیم (احمد بن عبداللہ اصبہانی (م ۴۳۰ھ) کی تصنیف ہے، حافظ ابوقاسم سلیمان طبرانی اس کے مؤلف نہیں ہیں [۲]

۲۱۴ طحطاوی ——— تنویر الابصار مع درِ مختار میں ہے کہ کوئی شخص کسی دوسرے کے ہاتھ پر مسلمان ہوا اور اس نے اسی شخص یا کسی دوسرے سے یہ عقد باندھا کہ وہ اس کا وارث ہوگا اور اس کی طرف سے جنایت کی دیت دے گا، تو یہ عقد عقدِ موالات کہلاتا ہے۔

امامِ طحطاوی نے ابراہیم نخعی کا قول نقل کیا کہ جب کوئی شخص کسی کے ہاتھ پر مسلمان ہوا اور اس سے عقدِ موالات باندھا تو وہ اس کا وارث ہوگا اور اسکی طرف سے دیت ادا کرے گا۔

امام طحطاوی مزید فرماتے ہیں کہ امامِ نخعی کے قول سے یہ بات ثابت ہوتی

---

[۱] کشف الظنون ج ۲ ص ۱۷۷۹ میں شیخ ابوعبداللہ محمد بن عبدالرحمٰن السخاوی (م ۹۰۲ھ) کی تصنیف کے بارے میں ہے: المقاصد الحسنۃ فی کثیر من الاحادیث المشتہرۃ علی الالسنۃ۔

[۲] کشف الظنون ج ۱ ص ۶۸۹

ہے کہ صحتِ موالاۃ، وراثت اور دیت کی شرط پر موقوف نہیں بلکہ صرف عقد ہی کافی ہے کیونکہ حاکم نے وراثت اور دیت کو بطور شرط ذکر نہیں کیا بلکہ صحتِ عقد کے بعد ان دونوں کو حکم قرار دیا ہے۔

اعلیٰحضرت ——— کسی بات کا حکم ہونا اس کے شرط ہونے کے منافی نہیں کیونکہ جب کسی چیز میں تمام شروط پائی جاتی ہیں اس وقت اس پر حکم نافذ ہوتا ہے جب کہا جاتا ہے عقد کذا تو اس کا مطلب ہوتا ہے کہ اس نے تمام شرائط کو پورا کیا لہذا اگر وراثت اور دیت کو شرط قرار دیا جائے تو ابراہیم نخعی کے قول والاہ کا مطلب یہ ہوگا کہ اس نے کہا" میں نے تجھ سے عقد باندھا کہ تو میرا وارث ہوگا اور میری طرف سے دیت ادا کرے گا جیسے کوئی کہے الرجل الرجل الخ تو اس سے مراد وہ شخص ہوگا جو مجہول النسب غیر عربی ہوگا جس کے لئے نہ تو ولایتِ عتاقہ ہو اور نہ ہی کسی کے ساتھ عقدِ موالات ہو جو اس کی طرف سے دیت ادا کرے۔

۲۱۵

طحطاوی ——— اگر کوئی شخص والیتک کہے یعنی میں نے تجھ سے عقد باندھا اور دوسرا کہے قبلتُ میں نے قبول کیا" تو اس صورت میں عقدِ موالات منعقد ہو جائے گا۔ (التحفہ بحوالہ شرنبلانی)

اعلیٰحضرت ——— تحفہ کی یہ عبارت دو باتوں کا احتمال رکھتی ہے، یا تو اس مجموعۂ عبارت کا عوض ہے جو اوّلاً ذکر کی گئی یا صرف انت مولای کا بدل ہے اس دوسری صورت میں بقیہ عبارت ضروری ہے کیونکہ ملک العلماء جو صاحبِ تحفہ کے تلمیذ ہیں، انہوں نے اپنی شرح البدائع، جسے انہوں نے اپنے استاذ کے سامنے پیش کیا تو استاذ نے ان سے اپنی بیٹی کا رشتہ کر دیا، میں لکھا ہے کہ یا کوئی کہے والیتک اور جواباً دوسرا شخص عقد میں وراثت اور دیت کے

تذکرہ کے بعد کہے قبلت، میں نے قبول کیا۔

۲۱۶
طحطاوی ——— علامہ طحطاوی نے ابراہیم نخعی کی عبارت سے ارث اور دیت کی شرط کے بغیر عقد کو ثابت کرتے ہوئے صاحب تحفہ کی تفسیر کو بطور تائید پیش کیا، (جس کا ذکر پیچھے ہوچکا ہے) اسے قاضی زادہ نے رد کرتے ہوئے کہا کہ اس عبارت میں ایسی کوئی بات نہیں جو ارث اور دیت کے عدم شرط ہونے پر دلالت کرے۔

اعلیٰحضرت ——— یعنی عبارت میں صراحتاً ایسی بات نہیں۔

۲۱۷
طحطاوی ——— امام طحطاوی فرماتے ہیں کہ قاضی زادہ کا رد محقق بالدلائل نہیں بلکہ محض جواز اور امکان پر مبنی ہے۔

اعلیٰحضرت ——— اس کا جواب ہم نے ردالمحتار کے حاشیے پر دیا ہے۔

۲۱۸
طحطاوی ——— عقدِ موالاۃ کی شرائط کے بیان میں صاحب درِ مختار نے فرمایا:۔

والخامس ان یشترطا العقل والارث

امام طحطاوی فرماتے ہیں کہ اس شرط کے بارے میں بحث گزر چکی ہے۔

اعلیٰحضرت ——— قد سبق کی بجائے قد سلف فیہ کے الفاظ مناسب ہیں[۱]

۲۱۹
طحطاوی ——— صاحبِ درِ مختار نے مجمع الفتاویٰ سے ایک مسئلہ نقل فرمایا کہ اگر کوئی شخص اپنی بیمار بیوی کو اپنے ماں باپ کے پاس جانے سے روکے اور اجازت کے لئے مہر کے ہبہ کا مطالبہ کرے، اس صورت میں اگر عورت بعض مہر ہبہ کردے تو ہبہ باطل ہوگا کیونکہ وہ عورت بمنزلہ مجبور ہے۔

صاحبِ درِ مختار فرماتے ہیں کہ اس جزیہ سے اس نو بید فتویٰ کا جواب

---

[۱] کیونکہ سبقت کے معنی کسی سے آگے بڑھنا اور سلف کے معنی محض گذشتہ ذکر کے ہیں (مرتب)

بھی حاصل ہوگیا کہ اگر کوئی شخص اپنی باکرہ لڑکی کا نکاح کرے اور زفاف سے منع کرتے ہوئے اس سے گواہی حاصل کرے کہ اس (لڑکی) نے اپنے باپ سے ماں کی وراثت حاصل کرلی ہے، پھر جب لڑکی اقرار کرلے تو وہ اسے شب باشی کی اجازت دے تو اس صورت میں اقرار صحیح نہیں کیونکہ وہ مجبور کے حکم میں ہے۔

علامہ طحطاوی فرماتے ہیں کہ یہ علت اس وقت ظاہر ہوگی جب خاوند اس عورت پر دوسری شادی کرنا چاہے یا لونڈی سے شب باشی کا ارادہ کرے کیونکہ اس سے اس میں صبر کی طاقت باقی نہیں رہتی۔

اعلیٰحضرت ——— ہم نے اس کا جواب ردالمحتار کے حاشیے پر دیا ہے چنانچہ وہاں ملاحظہ کیا جائے۔

طحطاوی ۲۲۰ ——— جو بات محض نفع بخش ہو اس میں بچہ بالغ کی طرح ہے لہذا اس کا (کسی کی طرف سے) ہبہ قبول کرنا اور اسلام لانا صحیح ہے۔

اعلیٰحضرت ——— بچے کا اسلام اسی وقت صحیح ہے جب کہ وہ سمجھدار ہو ورنہ نہیں جس طرح مجنون کا اسلام صحیح نہیں کیونکہ اسلام اقرار اور اعتقاد کا نام ہے اور ان دونوں کے لئے اذعان ثابت نہیں۔

طحطاوی ۲۲۱ ——— ناسمجھ اگر اپنا مال غلط کاموں میں ضائع کرتا ہے تو وہ فاسق ہے، اس کی شہادت قبول نہیں کی جائیگی۔

اعلیٰحضرت ——— جو شخص اپنا مال ناجائز کاموں میں ضائع کرے وہ فاسق ہے اس کی گواہی قبول نہیں کی جائے گی، اس سے ان لوگوں کا حکم بھی معلوم ہوا جو شب برات وغیرہ میں آتش بازی کرتے ہیں یا پتنگ بازی کرتے ہیں اور یہ دونوں کام ہندوستان بلکہ دوسرے مقامات پر بھی عام ہیں، اللہ تعالیٰ

ہماری حفاظت فرمائے۔

۲۲۲ طحطاوی ——— صاحبِ درمختار نے نقل فرمایا کہ بزازیہ میں ہے، اگر کوئی شخص کسی کی جیب سے درہم غصب کرے، پھر اسے بتائے بغیر واپس کر دے تو بری الذمہ ہو جائے گا۔

اعلیٰحضرت ——— فتاویٰ ہندیہ میں ہے کہ اگر کوئی شخص کسی بچے سے کچھ درہم لے اور اپنی ضرورت میں خرچ کرے، پھر ان کی مثل دراہم واپس لوٹائے تو عہدہ برآ نہیں ہوگا جب تک کہ بچہ بالغ ہو کر اسے بری الذمہ قرار نہ دے۔

۲۲۳ طحطاوی ——— اگر کوئی شخص مالِ مغصوب یا مالِ ودلیعت میں تصرف کر کے نفع حاصل کرے تو اسے صدقہ کر دے جبکہ وہ دراہم اشارہ کے ساتھ یا ودلیعت وغصب کے دراہم کے ساتھ خریدنے اور نقد قیمت ادا کرنے کی وجہ سے متعین ہو جائیں اور اگر اس کی طرف اشارہ کیا اور نقد سودا کیا، پھر بھی صدقہ کرے کیونکہ نقدیت کی وجہ سے خبث پیدا ہو گیا اگرچہ وہ اشارہ کے ساتھ متعین نہیں ہوا۔

اعلیٰحضرت ——— مجھے اس بات سے اختلاف ہے جس کا ذکر میں نے ردالمحتار کے حاشیے پر کیا ہے۔

۲۲۴ طحطاوی ——— دراہم مغصوب و ودلیعت کے غیر متعین ہونے کی صورت میں چار صورتیں بیان کی گئی ہیں اور کہا گیا ہے کہ امامِ کرخی کے نزدیک تین صورتوں میں نفع صدقہ کیا جائے اور اسی پر فتویٰ کا قول کیا گیا ہے۔

امامِ طحطاوی فرماتے ہیں کہ جب نفع میں چار صورتیں جاری ہوتی ہیں تو اس چیز کے حصول میں بھی یہی چار صورتیں پیدا ہونگی جو خریدی گئی ہے کیونکہ نفع اپنے اصل کے تابع ہے۔

اعلیٰحضرت ——— رد المحتار میں تبیین کے حوالے سے ہے کہ ادائیگی ضمانت سے پہلے حلال نہیں، بعد میں جائز ہے مگر جو کچھ قیمت سے زائد ہے اور وہ نفع ہے وہ (کسی صورت میں) جائز نہیں، اسے صدقہ کردے۔

اس سے معلوم ہوا کہ بعض صورتوں میں حکمِ نفع، حکمِ اصل کے خلاف ہے، پھر فتاوٰی ہندیہ میں تبیین کے حوالے سے دیکھا وہاں صراحت ہے کہ ضمانت کی ادائیگی کے بعد اصل کا حاصل کرنا جائز ہے لیکن صورتِ نقد میں نفع کا استعمال جائز نہیں۔ امام کرخی کا مذہب ذکر کرنے کے بعد کہا کہ ہمارے مشائخ نے اسے ہر حال میں غیر طیب قرار دیا ہے، چاہے ضمانت سے قبل ہو یا بعد، ہر حال میں نفع کا استعمال اچھا نہیں اور یہی مختار ہے۔

میں کہتا ہوں ممکن ہے کہ علامہ طحطاوی کا کلام اس صورت کے بارے میں ہو کہ جب ضمانت ادا نہ کی جائے کیونکہ اس صورت میں اصل اور نفع دونوں ناپاک ہیں اسی لئے اس پر خبث کا حکم لگایا گیا ہے یعنی امام کرخی کے نزدیک اس وقت جب اشارہ کیا جائے اور نقد ادائیگی ہو اور مختار قول کے مطابق مطلقاً ناجائز ہے۔

۲۲۵
طحطاوی ——— حموی میں صدر الاسلام سے ہے کہ اگر غصب شدہ ہزار روپے سے کھانے کا سامان خریدا تو کھانا جائز ہے۔

اعلیٰحضرت ——— یعنی ضمانت ادا کرنے سے پہلے (جائز ہے)

۲۲۶
طحطاوی ——— صدر الاسلام کا قول نقل کرنے کے بعد علامہ طحطاوی فرماتے ہیں کہ صحیح یہ ہے کہ ایسا کھانا حلال نہیں کیونکہ سبب میں ایک قسم کا خبث پایا جاتا ہے، پھر اس پر تفریع کے طور پر فرماتے ہیں کہ بعض ظالم غیر عابد چیزیں خریدتے ہیں، پھر اپنی حاجات پوری کرنے کے بعد قیمت ادا کرتے ہیں۔

اعلیحضرت ——— عدمِ ملک کی وجہ سے خبث پایا گیا، پس یہی خبث نقود میں بھی منتقل ہو گا البتہ ضمانت کی ادائیگی کے بعد چونکہ یہ خبث زائل ہو جاتا ہے لہذا یہ کھانا بھی حلال ہے اور مغصوب مال سے خرید کردہ لونڈی سے وطی بھی صحیح ہے جیسا کہ ہم نے ردالمحتار کے حاشیے پر تحقیق کی ہے۔

طحطاوی ۲۲۷ ——— اگر کسی شخص نے کپڑا وغیرہ غصب کیا اور اس سے لونڈی خریدی تو اس کے ساتھ وطی حلال نہیں اور اگر اس مغصوبہ کپڑے کے ذریعے شادی کی تو جائز ہے۔

اعلیحضرت ——— یہ خلاف صحیح ہے یعنی امام طحطاوی کا یہ قول کہ لونڈی سے وطی جائز نہیں، یہ ضمانت کی عدم ادائیگی تک ہے، بعد ادائے ضمانت صحیح ہے۔

طحطاوی ۲۲۸ ——— اگر ان دونوں میں سے ایک کے ذریعے عورت سے نکاح کیا یا کپڑا وغیرہ خریدا اور ضمانت ادا کر چکا ہے تو نفع حلال ہے۔

اعلیحضرت ——— ھما کا مرجع دراہم غصب و ودلیعت ہیں یعنی ان دونوں میں سے کسی ایک کے ساتھ خریدا۔

طحطاوی ۲۲۹ ——— مختصر کے حوالے سے علامہ طحطاوی نے ایک عبارت نقل فرمائی جس کا کچھ ذکر پیچھے ہو چکا ہے کہ اگر مغصوبہ کپڑے سے لونڈی خریدے تو وطی حلال نہیں البتہ اس مغصوبہ کپڑے کے ذریعے کسی عورت سے شادی کی تو وطی جائز ہے۔

اسکے تحت علامہ طحطاوی فرماتے ہیں کہ جب دراہم غصب جو معین بھی ہوں اور نقد بھی، کے ساتھ کچھ خریدا تو اس کا استعمال حرام نہیں کیونکہ عین کے ساتھ عقد کا تعلق نہیں۔

اعلیحضرت ——— یہ بات جو علامہ طحطاوی نے بیان فرمائی، اس ضابطہ کے موافق ہے

جو بیع فاسد میں ذکر کیا گیا کہ اگرچہ کلام اس میں ہو جس میں ضمانت ادا کی گئی تو اس وقت وہ ملک ہو گی اگرچہ ملک خبث ہی سہی اور یہ بات پہلے گزر چکی ہے کہ اگر خبث فسادِ ملک کے سبب سے ہو تو غیر معین میں حلال نہیں پس نفع بغیر عقد و نقد کی تفصیل کے حلال ہو گا اور مطلقاً جواز کے قول سے بظاہر جو فائدہ نظر آتا ہے کہ چاہے ضمانت ادا کی جائے یا نہ، وہ ضابطہ کے خلاف ہے، ضابطہ میں کہا گیا ہے کہ جب خبث عدمِ ملک کے سبب سے ہو تو متعین و غیر متعین دونوں میں عمل ہو گا، پس اس بات کو سمجھنا ضروری ہے کیونکہ یہ مقامِ لغزش ہے اور ہم نے ردالمحتار کے حاشیہ پر کتاب الغصب اور بیع فاسد کے بیان میں اس بات کی تحقیق کی ہے۔

۲۳۰
طحطاوی ——— کسی شخص نے ورق غصب کیا اور اس پر کچھ لکھا آیا مالک کی ملک منقطع ہو جائیگی؟ اس میں اختلاف ہے، سغدی نے کہا صحیح یہ ہے کہ ملک منقطع نہیں ہو گی۔

اعلیٰحضرت ——— خلاصہ میں ہے کہ منقطع ہو جائے گی۔

۲۳۱
طحطاوی ——— کتاب بحرِ ذاخر میں ہے کہ مغصوبہ بکری کو پکایا یا بھونا تو قیمت کا ضامن ہو گا اور اگر مالک غائب ہو یا حاضر ہو لیکن ضمانت پر راضی نہ ہو تو غاصب کے لئے قیمت کی ضمانت ادا کرنے یا اس کے ذمہ قرض ہو جانے سے قبل نہ تو کھانا جائز ہے اور نہ ہی کسی دوسرے کو کھلانا، یونہی کسی دوسرے کو کھانا جائز نہیں۔ (مکی)

اعلیٰحضرت ——— السراج الوہاج کے ص۵۵ پر "غصب الشاۃ" کے ذکر میں یہ مسئلہ زیادہ بیّن اور واضح ہے۔

۲۳۲
طحطاوی ——— تنویر الابصار مع درمختار میں ہے کہ کسی شخص نے کوئی چیز غصب کی

اسے تبدیل کردیا یہاں تک کہ اس کا نام بدل گیا اور وہ زیادہ نفع بخش ہوگئی یا وہ مغصوبہ چیز غاصب کی ملک سے مخلوط ہوگئی اور امتیاز ناممکن ہوگیا تو اس صورت میں غاصب کو ضمانت دینی پڑے گی اور وہ چیز کا مالک ہوجائے گا لیکن ادائیگی ضمانت سے قبل نفع حاصل کرنا جائز نہیں، صاحبِ درمختار فرماتے ہیں، قیاس یہ ہے کہ کہ ضمانت کی ادائیگی سے قبل بھی انتفاع حلال ہے۔

علامہ طحطاوی اس کی تشریح کرتے ہوئے فرماتے ہیں، زیلعی نے کہا قیاس یہ ہے کہ اس سے انتفاع جائز ہے اور یہ قول امام زفر، امام حسن رحمہما اللہ کا ہے اور امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ سے بھی ایک روایت یونہی ہے

اعلیٰحضرت ——— یہ بات واضح طور پر امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ سے مروی ظاہر روایت کے خلاف ہے لیکن خلاصہ، ہندیہ اور دیگر کتب میں اسے امام اعظم رحمہ اللہ تعالیٰ ہی کا قول قرار دیا گیا ہے، صاحبین کا قول استحسان ہے اور اسی پر فتویٰ ہے لیکن فتاویٰ بزازیہ میں ہے کہ امام نجم الدین نسفی اس قول کی امام اعظم کی طرف نسبت سے انکار کرتے تھے۔ اگر اسے امام اعظم رحمہ اللہ ہی کا قول قرار دیا جائے اور یہ سوال کیا جائے کہ اس صورت میں اور بیع فاسد کے ساتھ مبیع میں کیا فرق ہوگا کیونکہ اس سے انتفاع امام صاحب کے نزدیک حلال نہیں حالانکہ اس میں ملک ثابت ہے اگرچہ ملک خبیث ہی ہے، تو اس کا جواب یہ ہے کہ ان دونوں میں اس طرح فرق کیا جائے گا کہ مغصوب میں تبدیلی ہوجائے تو رد نہیں کی جاسکتی جبکہ بیع فاسد کے مبیع کا رد کرنا حق شریعت کے تحت واجب ہے کیونکہ یہ بیع فسخ ہے پس غیر کا حق اس چیز کی ذات سے ہے جبکہ بدلے ہوئے مغصوب میں یہ بات نہیں۔

طحطاوی ۲۳۳ ——— مغصوبہ زمین کے مسائل کو صاحبِ درمختار نے تفصیل سے بیان فرمایا۔ علامہ طحطاوی فرماتے ہیں کہ یہ تفصیل علامہ کرخی نے اپنی بعض کتب میں ذکر فرمائی اور فرمایا کہ کتاب میں جو کچھ ہے اس سے یہی مراد ہے۔

اعلیٰحضرت ——— کتاب کے مطلقاً ذکر سے معلوم ہوتا ہے کہ البدایہ مراد ہے اور ہوسکتا ہے کہ مبسوط مراد ہو لیکن مختصر القدوری مراد لینا ممکن نہیں جیسے عام طور پر فقہاء مطلقاً ذکرِ کتاب کے وقت مختصر القدوری مراد لیتے ہیں کیونکہ امامِ قدوری کو امام کرخی سے تین واسطوں سے شرفِ تلمذ حاصل ہے۔

طحطاوی ۲۳۴ ——— ضمانت غصب کے ضمن میں صاحبِ درمختار نے چند مثالیں بیان فرمائیں مثلاً زمین غصب کی اور اس پر مکان تعمیر کیا یا درخت لگائے یا مرغی نے کسی کا موتی نگل لیا وغیرہ وغیرہ تو ان صورتوں میں زیادہ قیمت والے کو اختیار ہے، چاہے تو کم قیمت والی چیز لیکر مالک کو قیمت دے دے یا وہ چیز چھوڑ دے اور کم قیمت والے سے اپنے چیز کی قیمت وصول کرے (مثلاً زمین غصب کی اس پر مکان بنایا، اب قیمت زیادہ ہوگئی اب یا تو زمین کی قیمت دے یا مکان بھی چھوڑ دے اور اسکی لاگت وصول کرلے، امامِ محمد علیہ الرحمہ کا یہی قول ہے اور مصنف نے بھی اپنی شرح میں یونہی ذکر کیا ہے۔

اعلیٰحضرت ——— فتاویٰ خانیہ میں جو کچھ اس بارے میں مذکور ہے وہ بھی اس قول کو رد کرتا ہے کہ صاحبِ اکثر صاحبِ اقل کو قیمت کا مالک بنائے [1]

طحطاوی ۲۳۵ ——— کسی غیر کی زمین میں عمارت تعمیر کی یا درخت لگائے تو درخت

---

[1] فتاویٰ خانیہ بر فتاویٰ ہندیہ ج ۳ ص ۲۴۲

کاٹنے اور زمین واپس کرنے کا حکم دیا جائے گا۔

امام کرخی فرماتے ہیں کہ یہ حکم نہیں دیا جائے گا اور وہ غاصب قیمت کی ضمانت دے گا، اسی پر بعض متاخرین، مثلاً صدر الاسلام وغیرہ کا فتویٰ ہے اور یہ احسن ہے۔

اعلیٰحضرت —— قہستانی اور عقود میں ان سے اسم تفضیل کے ہمزہ کے بغیر (صرف) "حسن" مروی ہے۔

۲۳۶

طحطاوی —— درِ مختار میں ہے کہ کسی انسان کے گھر میں اس کی اجازت کے بغیر داخل ہونا جائز نہیں لیکن جہاد میں (جائز ہے)

علامہ طحطاوی نے الا فی الغزو کے دو احتمال بیان کر کے فرمایا کہ تفکرات اور پریشانیوں کی کثرت کی وجہ سے میری سوچ میں ضعف ہے لہذا کسی دوسری جانب رجوع کیا جائے۔

علامہ طحطاوی نے پہلا احتمال یہ ذکر فرمایا کہ غازی، اہلِ حرب کے گھروں میں بلا اجازت داخل ہو سکتا ہے اور دوسرا مطلب یہ ہو سکتا ہے کہ جب جہاد فرض ہو جائے اور بعض لوگ پہلو تہی کریں تو سربراہ کو اختیار ہے کہ وہ کسی کو بھیجے جو لوگوں کے گھروں میں داخل ہو کر انہیں نکال لائے۔

اعلیٰحضرت —— علامہ شامی نے تیسری توجیہ یہ بیان فرمائی کہ جب کسی شخص کا گھر دشمنوں سے بلندی پر واقع ہو تو مجاہدین کے لئے وہاں داخل ہونا جائز ہے تاکہ وہ وہاں سے دشمن کے ساتھ جنگ کریں۔

میں کہتا ہوں کہ ایک چوتھی توجیہ میرے لئے ظاہر ہوئی اور وہ یہ کہ بعض کفار کسی ذمی یا مسلمان کے گھر میں پناہ لیں اور مجاہدینِ اسلام اسے قتل کرنا چاہتے ہوں جبکہ صاحبِ خانہ ان کو اندر آنے کی اجازت نہ دیتا ہو

تو مسلمانوں کے لئے اندر داخل ہونا جائز ہے اگرچہ گھر میں مستورات ہوں کیونکہ خود گھر والا مسلمانوں کو روک کر مستورات کے بے پردہ کرنے کا باعث بنا۔

پانچویں توجیہ یہ ہے کہ مجاہدین کسی حاجت یا مصلحت کے تحت اندر جانا چاہتے ہوں، اور یہ تمام توجیہات ممکن ہیں کیونکہ ضابطہ یہ ہے کہ ضرورت کے مقامات مستثنیٰ ہیں جیسے تجنیس کے حوالے سے غمز میں ہے۔

طحطاوی ۲۳۷ ——— درمختار میں ہے کہ اگر غاصب مغصوبہ مال کو اجرت پر دے اور اجرت مالک کی طرف لوٹا دے تو یہ مالک کے لئے پاکیزہ ہے کیونکہ اجرت کا لینا جائز ہے۔

اعلیحضرت ——— یہ عجیب بات ہے کیونکہ اجازت کا تعلق معدوم چیز کے ساتھ نہیں ہوسکتا اور اجازت کی صحت کے لئے معقود علیہ کا قائم ہونا شرط ہے اور وہ اس صورت میں نفع ہے جو معدوم ہے البتہ یہ تعلیل اس صورت میں جاری ہوسکتی ہے جب تاجر کے مالِ اجرت سے نفع حاصل کرنے سے پہلے اجرت حاصل کر لی جائے اور مالک کی طرف لوٹا دی جائے۔

طحطاوی ۲۳۸ ——— صاحبِ درمختار نے فروع کے عنوان سے چند مسائل بیان فرمائے جن میں سے ایک مسئلہ یہ ہے کہ سوائے جہاد کے (جس کا ذکر پیچھے ہوچکا ہے) کسی انسان کے گھر میں بلا اجازت داخل ہونا ناجائز ہے۔

اعلیحضرت ——— یہ مسائل الاشباہ سے منقول ہیں اور حموی (شارحِ اشباہ) نے الا فی الغزو پر کوئی بحث نہیں کی۔

طحطاوی ۲۳۹ ——— امام ابو یوسف رحمہ اللہ تعالیٰ کے بارے میں علامہ طحطاوی نے شرح النقایہ اور تشنیع المصنف کے حوالے سے ایک عبارت نقل فرمائی جو یہ ہے :-

وقد ایدلا ماصح عندنا انہ افضل العلماء فی
زمانہ واکمل العرفاء فی اوانہ زین السلمۃ والدین
وقد رأی بعضھم فی المنام انہ شافعی المذہب الخ

اعلیٰحضرت اصل عبارت جو ص۳۴۴ پر منقول ہے وہ یہ ہے [۱]

طحطاوی ۲۸۳ —— اہلِ ہوا اور بدعتی کی تکفیر میں اختلاف ہے، اگر بدعتی کا مذہب کفر کی طرف پہنچاتا ہو اور اس کی کوئی تاویل ممکن نہ ہو تو وہ بالاجماع کافر ہے البتہ جس کی بدعت اس طرح نہ ہو اس کے بارے میں اختلاف ہے۔ ابن ہمام نے شرح ہدایہ میں فرمایا کہ اہلِ مذاہب کی کلام میں ایسے بہت سے لوگوں کی تکفیر ثابت ہے لیکن یہ ان فقہاء کی کلام نہیں جو منصبِ اجتہاد پر فائز ہیں اور غیر مجتہد کا اعتبار نہیں، فقہاء و مجتہدین سے عدمِ تکفیر منقول ہے۔

اعلیٰحضرت —— غیر فقہاء کی کلام جب فقہاء کے اقوال کے خلاف ہو، اس وقت غیر معتبر ہوگی (مطلقاً نہیں)

طحطاوی ۲۸۱ —— مذبوحہ جانور کے پیٹ سے بچہ نکلا تو صاحبین کے نزدیک اگر اس کے اعضاء مکمل ہو گئے ہوں تو کھایا جائے گا ان تم خلقہ کی قید سے یہ پتہ چلا کہ ناتمام کو نہیں کھایا جائے گا اور یہ بھی احتمال ہے وہ بمنزلہ جزءِ جانور

---

[۱] امام طحطاوی کی منقولہ عبارت میں انہ میں ضمیر کے اضافے ابوبکر الیابناری کے عدم ذکر اور وقد رأی میں واؤ کے اضافے سے عبارت کا مفہوم بالکل بدل گیا اور امام ابوبکر کی بجائے امام ابو یوسف مراد لے لئے گئے اور خواب دیکھنے والے خود ابوبکر ہیں جبکہ امام طحطاوی کی عبارت سے خواب کسی دوسرے کی طرف منسوب ہو جاتی ہے (محمد صدیق ہزاروی)

نوٹ:۔ آگے خواب کا ذکر ہے جو امامِ ابو یوسف کی عظمت کا منہ بولتا ثبوت ہے۔

کے سبب ہے لہٰذا حلال ہے۔

اعلیحضرت ——— یہ احتمال صحیح نہیں کیونکہ نص سے ثابت ہے کہ مضغہ ناپاک ہے اسی طرح وہ بچہ بھی جس نے پیدا ہونے کے بعد کوئی آواز نہیں نکالی اور یہ بات بھی معلوم ہے کہ ہر نجس حرام ہے۔

طحطاوی ۲۴۲ ——— شرمگاہ، کپورے اور مثانہ مکروہ ہیں اور یہ کراہت تحریمی ہے یا تنزیہی، اس کے بارے میں دو قول ہیں۔

اعلیحضرت ——— مادہ جانور کی شرمگاہ اور پتّہ؛ دونوں کا بھی مکروہ ہیں جیسا کہ اسی کتاب کے آخر میں مختلف مسائل کے ذکر میں آئے گا۔[1]

طحطاوی ۲۴۳ ——— اسی طرح وہ خون بھی مکروہ ہے جو گوشت سے نکلتا ہے۔

اعلیحضرت ——— ردالمحتار میں والدم المسفوح کے الفاظ ہیں نیز وہ خون جو ذبح کے بعد رگوں میں رہ جاتا ہے مکروہ نہیں اور اسے خود علامہ طحطاوی نے مسائلِ شتّٰی کے باب میں بیان کیا ہے۔[2]

طحطاوی ۲۴۴ ——— کیا یہ کراہت تحریمی ہے؟ اس میں دو قول ہیں۔

اعلیحضرت ——— یعنی شرمگاہ اور اس کے بعد مذکورہ اشیاء کی کراہت کے بارے میں دو قول ملتے ہیں۔

طحطاوی ۲۴۵ ——— مچھلی کی ایک قسم الجریث کا ذکر کرتے ہوئے علامہ طحطاوی نے ابوالسعود کے حوالے سے بتایا کہ عینی سے الجریث جیم کے کسرہ کے ساتھ مروی ہے۔

---

[1] حاشیۃ الطحطاوی، ج ۴، ص ۳۶۰

[2] ایضاً

اعلیحضرت ــــــ صحیح لفظ الوانی ہے کیونکہ ابوسعود کی عبارت میں عینی سے جو منقول ہے وہ الجریث سمکۃ ہے اور الوانی سے الجریث بکسر الجیم منقول ہے۔

۲۲۶
طحاوی ــــــ اگر ماکول اللحم جانور نے شراب پی اور پھر اسی وقت اسے ذبح کر دیا گیا تو اس کا گوشت حلال ہے البتہ مکروہ ہے۔

امام طحاوی فرماتے ہیں، یہ بات معلوم ہے کہ جب مطلقاً کراہت کا لفظ بولا جائے بالخصوص کتاب الحظر میں تو اس سے مراد مکروہ تحریمہ ہے۔

اعلیحضرت ــــــ حلت کے ساتھ مقید کراہت مطلقہ نہیں ہوتی اور اس کی تحقیق ردالمحتار کے حاشیہ پر ہم نے کی ہے لہذا وہاں ملاحظہ کی جائے۔

۲۲۷
طحاوی ــــــ عورت اپنے خاوند کی محبت کے حصول کے لئے تعویذ کرے اور اس سے قبل وہ اس سے بغض رکھتا ہے تو یہ عمل حرام ہے، حلال نہیں، جامع اصغر میں اسی طرح ہے۔

اعلیحضرت ــــــ جامع صغیر میں امام محمد رحمۃ اللہ تعالیٰ کے الفاظ ہیں التولہ تا کے کسرہ اور واؤ کے فتحہ کے ساتھ، ایک قسم کا جادو ہے جو محبت کے حصول کے لئے کیا جاتا ہے ــــــ اور اس کے حرام ہونے میں کوئی شک نہیں لیکن وہ تعویذ جو اللہ تعالیٰ کے اسماء مبارکہ یا کسی قرآنی آیت سے کیا جائے ظاہر ہو یا پوشیدہ، جیسا کہ عام طور پر لوگ کرتے ہیں، اس میں کوئی حرج نہیں کیونکہ اسمائے باری تعالیٰ میں تاثیر پائی جاتی ہے ... بیر محبت، اللہ تعالیٰ کے نزدیک محبوب چیز ہے، البتہ اگر عورت کا ارادہ یہ ہو کہ حاکمیت کے لئے خاوند کو مطیع بنایا جائے تو اس مقصد کے لئے یہ تعویذ یا دوسری کوئی بھی کوشش حرام ہے اور اس کی حرمت میں کوئی شک نہیں کیونکہ

اس میں شرعی موضوع کو بدلنا ہے جو مرد کے حق میں ہے اور وہ قرآنِ پاک کا ارشاد ہے کہ مرد، عورتوں پر حاکم ہیں کیونکہ بعض کو بعض پر فضیلت دی گئی ہے اور اس صورت میں حرمت ایک دوسری وجہ سے ہے۔

۲۴۸
طحطاوی ——— ہر ملاقات کے وقت مصافحہ مستحب ہے اور صرف صبح اور عصر کو نماز کے بعد، کے ساتھ تخصیص کوئی شرعی مسئلہ نہیں (امامِ نووی)

ابوالحسن البکری کہتے ہیں کہ شاید یہ اس زمانے میں لوگوں کی عادت ہو۔

اعلیحضرت ——— یعنی فجر اور عصر کے ساتھ تخصیص اس زمانے (امامِ نووی کے زمانے) میں لوگوں کی عادت ہو۔

۲۴۹
طحطاوی ——— امامِ نووی کے زمانے میں لوگوں کی عادت تھی کہ وہ صبح اور عصر کے بعد مصافحہ کرتے تھے۔

اعلیحضرت ——— امام ابوالحسن البکری کی کلام کا تتمہ یہ ہے کہ (یہ امامِ نووی کے زمانے کی عادت ہو گی) ورنہ تمام نمازیں اسی طرح ہیں یعنی ہر نماز کے بعد مصافحہ مستحب ہے۔

۲۵۰
طحطاوی ——— جو چیز بازار میں فروخت کی جا رہی ہے، اگر گمان غالب ہو کہ یہ ظلماً حاصل کی گئی ہے اور پھر بازار میں بیچی گئی ہے تو وہ چیز نہیں خریدنی چاہئے۔

اعلیحضرت ——— علامہ طحطاوی نے یہاں فتاویٰ ہندیہ کے الفاظ نقل کئے ہیں کہ ہر وہ چیز جو قائم ہے اور خریدنے والے کو ظنِ غالب ہے کہ یہ غیر سے ظلماً حاصل کی گئی ہے اور پھر بازار میں بیچی گئی ہے تو اس کا خریدنا مناسب نہیں اگرچہ بار بار فروخت ہوتی چلی آئی ہو۔

یہ بات مقصود کو نہایت واضح طور پر ظاہر کرتی ہے یعنی وہ مغصوبہ چیز خریدنی جائز نہیں جس کے بارے میں گمانِ غالب ہو کہ یہی مغصوبہ ہے۔

۲۵۱
طحطاوی ——— مغصوبہ چیز نہیں خریدنی چاہیئے اگرچہ کئی ہاتھوں سے ہو کر آئے۔

اعلیٰحضرت ——— پھر مذہبِ مختار کے مطابق اس حکم میں سامان اور نقود برابر ہیں کیونکہ خبث عدمِ ملک کی وجہ سے ہے لہذا متعین اور غیر متعین دونوں میں عمل کرے گا لیکن امام کرخی کے مذہب کے مطابق نقودِ مغصوبہ کا بدل خریدنا جائز ہے جبکہ ان نقود پر عقد نہ ہو لیکن لعینہٖ مالِ مغصوب کا خریدنا جائز نہیں اور قرض میں لینا، امانت رکھنا یا کسی بھی انداز میں لینا، جائز نہیں جب تک غاصب عہدہ برآنہ ہو جائے یا ضمانت نہ ادا کردے۔ اس پر اجماع ہے کیونکہ نفسِ مغصوب سے خبث کے ازالہ کی یہی صورت ہے۔

۲۵۲
طحطاوی ——— اگر یہ معلوم ہو کہ مغصوبہ چیز لعینہٖ قائم ہے لیکن دوسری چیز سے اس طرح مخلوط ہو چکی ہے کہ امتیاز ناممکن ہے تو امامِ ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک اگرچہ غاصب کی ملک ہو جائے گی لیکن جب تک مخالف عوض لے کر راضی نہ ہو جائے، یہ مغصوبہ چیز خریدنی مناسب نہیں۔

اعلیٰحضرت ——— میں کہتا ہوں اگر غاصب نے مغصوبہ چیز کو کسی دوسری شئے سے بدل دیا تو اس کا بدل خریدنا بھی جائز نہیں جبکہ مغصوب متعین ہو کیونکہ وہ ملکِ خبیث کے ساتھ اس کا مالک ہوا لہذا اسی مذہب کے مطابق براءت سے پہلے انتفاع جائز نہیں اور جب خبث، فسادِ ملک کی وجہ سے ہو تو متعین میں عمل ہو گا البتہ ایک ضعیف روایت اس کے خلاف ہے اور وہ یہ کہ محض تغیر اور مخلوط ہو جانے سے انتفاع حلال ہو جاتا ہے۔ اگر غیر متعین ہو تو بدل کا خریدنا جائز ہے کیونکہ خبث فسادِ ملک کی وجہ سے ہے اور غیر متعین میں عمل صرف ان لوگوں کے قول پر ہو گا جو رد کرنے یا ضمانت دینے سے قبل خلط اور تغیر کو ملک کے لئے مفید نہیں سمجھتے۔

امام مفتی الثقلین نے فرمایا کہ ہمارے اصحاب میں سے محققین نے اس بات پر اجماع کیا ہے، پس اس وقت عدم تعین کی وجہ سے خبثِ ملک پایا گیا لہذا اس میں عمل ہوگا اور ابدال اسی وقت جائز ہوگا جب اس مغصوب سے عہدہ برآ ہو جائے یا ضمانت دے دے۔

۲۵۳

طحطاوی ——— رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے انگور نچوڑنے والے پر لعنت کی سلہ

صاحبِ درِ مختار نے فرمایا کہ شراب کے لئے انگور کا نچوڑنا جائز نہیں کیونکہ اصل کے ساتھ معصیت قائم ہے۔

امامِ طحطاوی فرماتے ہیں کہ اس سے قبل صاحبِ درمختار نے فرمایا:

لان المعصية لا تقوم بعينه

لہذا دونوں قولوں میں منافات ہے اور معصیت کی دلیل المنح میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اس حدیث پاک کو قرار دیا گیا ہے:۔

ان النبي صلى الله عليه وسلم لعن العاصى

اعلیحضرت ——— مطلقاً نچوڑنے والا ملعون نہیں بلکہ وہ جو گناہ کا ارادہ کرے اور شارح علیہ الرحمہ کے قول میں بھی یہی مراد ہے لہذا یہ تعلیل (جو حدیثِ پاک سے بیان کی گئی ہے) صحیح ہے کیونکہ وہ اس کے ذریعے قصدِ گناہ کرتا ہے، چنانچہ ان دو اقوال میں سے منافات بھی زائل ہو گئی۔

۲۵۴

طحطاوی ——— صاحبِ درمختار نے فرمایا کہ گانے بجانے والے کو کچھ دینا حرام ہے۔

امامِ طحطاوی فرماتے ہیں کہ جو کچھ وہ بلا شرط لیتے ہیں، جائز ہے اور یہ بات پہلے گزر چکی ہے۔

اعلیٰحضرت ——— یہ بات معلوم ہے کہ معروف، مشروط کی طرح ہوتا ہے[1] اور شاید یہ مسئلہ محشی (امامِ طحطاوی) نے باب الاجارہ میں تحریر فرمایا ہے۔

طحطاوی ۲۵۵ ——— صاحبِ درِ مختار نے وہبانیہ سے چند اشعار نقل کئے جن میں سے ایک کا مفہوم یہ ہے کہ اگر کوئی شخص پرندہ چھوڑے اور یہ کہے کہ جو اسے پکڑے وہی اس کا مالک ہے، تو یہ جائز ہے اور اگر بغیر کسی کی تملیک کے ارادے کے آزاد کیا تو بعض ائمہ نے اس کا انکار کیا ہے۔

امامِ طحطاوی فرماتے ہیں کہ شارح نے اس کا مفہوم یہ بیان کیا ہے کہ اکثر ائمہ نے اسے جائز قرار دیا حالانکہ یہ منقول نہیں بلکہ ظاہر مذہب کے مطابق حرام ہے۔

اعلیٰحضرت ——— لیکن احادیثِ مبارکہ سے (بلا تملیک چھوڑنے کا) جواز اور استحباب ثابت ہوتا ہے اور شارح علیہ الرحمہ نے جو اس سے پہلے حج کے باب میں بیان کیا ہے وہ بھی ملاحظہ کیا جائے۔

درِ مختار میں ہے :-

شریٰ عصافیر من الصیاد واعتقہا جاز ان قال من اخذہا فہی لہ الخ[2]

طحطاوی ۲۵۶ ——— المجتبیٰ کے حوالے سے درِ مختار میں ایک مسئلہ بیان کیا گیا کہ صاحبِ مال قرضدار کا مال بلا اجازت رہن رکھ سکتا ہے اور کہا گیا ہے کہ جب نا امید ہو جائے تو اپنا قرض پورا کرتے ہوئے اسے لے سکتا ہے

---

[1] لہٰذا جہاں گویّوں کو کچھ دینا معروف ہے وہاں اسے مشروط ہی تصور کیا جائے گا۔ (مرتب)

[2] حاشیۃ الطحطاوی ج ۲، ص ۵۳۴

لفظِ "قیل" کے ساتھ دوسرا قول بیان کر کے آخر میں کہا گیا و اقرہ المصنف،
امام طحطاوی فرماتے ہیں کہ مصنف کی نقل میں لفظِ قیل نہیں ہے۔

اعلیٰحضرت —— لیکن فتاوٰی شامی ؒ میں درمختار کا یہی قول (قیل کے ساتھ) نقل کرنے کے بعد
کہا گیا ہے کہ اسی طرح المنح میں تعبیر کیا گیا ہے۔

۲۵۷
طحطاوی —— اگر راہن، مرہون کو فروخت کرے تو (اس کی صحت) مرتہن کی اجازت
پر موقوف ہوگی (تنویر الابصار)

امام طحطاوی فرماتے ہیں کہ یہی صحیح ہے اور امام ابو یوسف علیہ الرحمہ کے نزدیک
بیع نافذ ہو جائے گی۔

اعلیٰحضرت —— فتاوٰی خانیہ میں عمادیہ سے نقل کیا گیا کہ صغرٰی میں مرہون کی بیع کے
نفاذ کا فتوٰی دیا گیا ہے اور کہا گیا ہے کہ راہن اور مرتہن دونوں میں سے
کسی کو فسخ کا اختیار نہیں، اسی طرح طحطاوی کے باب الاجارہ میں بھی گزر چکا ہے۔

۲۵۸
طحطاوی —— کیا مرتہن، مرہون کے زوائد سے، راہن کی اجازت سے نفع
حاصل کر سکتا ہے؟ بعض کے نزدیک یہ مکروہ ہے کیونکہ یہ سود ہے۔

اعلیٰحضرت —— علامہ خیر الدین رملی نے بھی فتاوٰی خیریہ میں رہن کے باب ص ۱۷۳
میں یہی فتوٰی دیا ہے۔

۲۵۹
طحطاوی —— بعض فقہاء نے مرہون کے زوائد سے مرتہن کے انتفاع کو مباح قرار دیا
ہے، کئی کتب فقہ اور شروح میں اسی طرح ہے اور حموی نے اشباہ کے حاشیہ
میں کہا ہے کہ اسی پر فتوٰی ہے [۱]

---

[۱] ردالمحتار ج ۵، ص ۳۲۲

[۲] الاشباہ مع شرح الحموی، ص ۳۱۰

اعلیٰحضرت —— اباحت کے قول کو اس بات سے مقید کرنا ضروری ہے کہ جب عقد میں شرط نہ رکھی گئی اور عرف میں بھی ایسا نہ ہو، کیونکہ وہ مشروط کی مثل ہے۔ ردالمحتار کی کتاب البیوع کے باب القرض اور باب الرہن کے شروع میں نیز اسی حاشیہ طحطاوی کے صفحہ ۲۳۶ پر بھی اسی طرح ہے۔

۲۶۰

طحطاوی —— دیت کے بیان میں صاحبِ تنویر الابصار نے آنکھوں کا ذکر کیا علامہ طحطاوی فرماتے ہیں کہ اس کی اصل رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشادِ پاک ہے فی العینین الدیۃ۔

اعلیٰحضرت —— تبیین الحقائق میں یہ حدیث مذکور ہے۔

۲۶۱

طحطاوی —— اگر کوئی شخص اپنے بیٹے کا حصہ کسی دوسرے کے لئے وصیت کردے تو صحیح نہیں جیسے کوئی شخص کسی دوسرے کے لئے زید کی ملکیت کی وصیت کردے پھر وہ مرجائے اور زید اسے اجازت دے دے تو یہ صحیح نہیں ہے۔

اعلیٰحضرت —— اس صورت میں بیٹے کو موصیٰ لہ کے لئے مال دینے پر مجبور نہیں کیا جائے گا اور یہ اسی طرح ہے جیسے کوئی شخص غیر کا مال ہبہ کردے تو محض مالک کی اجازت سے صحیح نہیں ہوگا جب تک مالک مالِ موہوب موہوب لہ کے سپرد کردینے پر راضی نہ ہوجائے، فتاویٰ عالمگیری کتاب الوصایا کے پہلے باب کے آخر میں یونہی بیان کیا گیا ہے:-

کانہ وھب مال غیرہ لا یصح الا بالتسلیم والقبض کذا فی المبسوط [1]

---

[1] عالمگیری ج ۶، ص ۹۴

۲۶۲
طحطاوی ——— اس بارے میں اختلاف ہے کہ دو وصیوں میں سے ایک کا فعل دوسرے کی رائے کے بغیر باطل ہوگا یا دونوں اپنے اپنے فعل میں منفرد ہونگے، صاحبِ درِمختار فرماتے ہیں کہ یہ اختلاف اس وقت ہے جب وصی کی تقرری، میت، واقف یا ایک قاضی کی طرف سے ہو اور اگر دو شہروں کے دو قاضیوں کی جانب سے دو وصی مقرر ہوں تو دونوں کا تصرف انفرادی ہوگا کیونکہ دونوں اپنے اپنے تصرف میں منفرد ہیں لہذا ان کے نائبین کا کا بھی یہی حکم ہے۔

امام طحطاوی فرماتے ہیں کہ "بلدتین" کی قید یا تو اتفاقی ہے اس لئے کہ عام طور پر ایک شہر میں ایک ہی قاضی ہوتا ہے یہاں تک کہ اگر بادشاہ نے ایک شہر میں دو قاضی مقرر کیئے اور انہیں وصی مقرر کرنے کا اختیار دیا تو اس کا حکم بھی یہی ہوگا، اور قید احترازی بھی ہو سکتی ہے لیکن تعلیل، پہلے احتمال کی مؤید ہے، تعلیل یہ ہے کہ ہر قاضی کا تصرف اپنی جگہ جائز ہے، اسی طرح ان کے نائبین کا تصرف بھی جائز ہے۔

علامت الحصفر ——— اگر سلطان کسی ایک کنارۂ شہر کے لئے کسی کو قاضی مقرر کرے اور دوسرے حصے کے لئے دوسرے کو پھر ہر ایک قاضی نے وصی مقرر کیا تو ہر وصی اپنے قاضی کی جانب سے منفرد ہوگا کیونکہ دونوں قاضی تصرف میں منفرد ہیں لہذا ان کے نائبین کا بھی یہی حکم ہوگا اور اگر ایک شہر میں دو قاضی مقرر کیئے تو ہر ایک کے لئے فیصلے میں انفراد نہیں ہوگا جیسے کہ وکالۃ الاشباہ میں ہے، یہی حکم اوصیاء کا بھی ہے البتہ وصی کو قاضی کا نائب قرار دینا محل نظر ہے کیونکہ وصی میت کا نائب ہے اگرچہ قاضی نے مقرر کیا جس طرح محافظ اوقاف، فقراء کا وکیل ہے اگرچہ واقف نے مقرر کیا۔

۲۶۳
طحطاوی ــــــ وصی، یتیم کے مال میں سے کسی کو قرض نہ دے اور اگر دے دیا تو خیانت نہیں ہوگی۔

اعلیٰحضرت ــــــ اگر قرض دے دیا تو ضامن ہوگا جیسے فتاوٰی شامی میں فتاوٰی خانیہ کے حوالے سے ہے :-

ولا یتصدق بشیئ خانیہ وفیہا ولا یملک اقراض مال الیتیم فان اقرض ضمن ؎۱

۲۶۴
طحطاوی ــــــ الاشباہ میں فتاوٰی خانیہ سے منقول ہے کہ وصی، کسی دوسرے کو وصی بنا سکتا ہے، چاہے میت کا مقرر کردہ وصی ہو یا قاضی کا البتہ ثانی یعنی قاضی کے مقرر کردہ وصی میں اختلاف ہے۔

اعلیٰحضرت ــــــ اقوالِ مختلفہ میں اس طرح موافقت پیدا کی گئی ہے کہ قاضی نے وصی کو عمومی اختیار دیا ہے تو اس کا مقرر کردہ وصی، وصی کہلائے گا ورنہ نہیں اور عنقریب اس کی شرح آئے گی اور وہ یہ ہے :-

فلہ ان یوصی فی العامۃ دون الخاصۃ

اور وقد نقل البیری عن القنیۃ ما منہ یستفاد التسویۃ بین وصی القاضی ووصی المیت فی نصب الوصی عنہما من غیر تقیید بعموم فی جانب وصی القاضی ؎۲

۲۶۵
طحطاوی ــــــ درِ مختار میں ہے کہ قاضی اپنے مقرر کردہ قاضی کو معزول کر سکتا ہے اگرچہ وہ عادل ہو۔

؎۱ شامی ، ج ۵ ، ص ۴۵۵

؎۲ حاشیۃ الطحطاوی ، ج ۴ ، ص ۳۴۷

امام طحطاوی فرماتے ہیں، تتمہ میں ہے کہ اسے یہ اختیار نہیں کیونکہ یہ غیر مفید میں مشغولیت ہے۔

اعلیٰحضرت ——— مناسب ہے کہ متولیٔ اوقاف پر قیاس کرتے ہوئے فتویٰ دیا جائے اور وہ یہ کہ قاضی کو اپنے مقرر کردہ متولیٔ اوقاف کو بلاوجہ معزول کرنے کا حق نہیں جس طرح واقف کے مقرر کردہ متولی کو معزول نہیں کیا جاسکتا کیونکہ اس دور کے قاضی قابلِ اعتماد نہیں ہیں۔

۲۶۶

طحطاوی ——— قرض کی ادائیگی سے قبل ترکہ قرض کے بدلے میں مرہون کے حکم میں ہے لہذا اس میں ورثاء کا تصرف نہیں نافذ ہو سکتا۔

اعلیٰحضرت ——— یعنی قرض خواہوں کی مرضی کے بغیر تصرف نہیں ہو سکتا اور اگر وہ رضامند ہوں تو جائز ہے، اسی طرح خانیہ اور حموی میں ہے۔

۲۶۷

طحطاوی ——— تنویر الابصار میں ہے کہ اگر اصحاب فروض سے ترکہ بچ جائے اور عصبات میں سے کوئی نہ ہو تو بقیہ ترکہ اصحابِ فروض کی طرف ان کے اپنے اپنے حصے کے مطابق لوٹایا جائے البتہ بیوی یا خاوند کی طرف نہ لوٹایا جائے۔

درِ مختار میں حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا قول نقل کیا گیا کہ زوجین کی طرف بھی لوٹایا جائے، اسے مصنف وغیرہ نے بیان کیا اور میں (صاحبِ درِ مختار) کہتا ہوں کہ الاختیار میں اس بات پر جزم ہے کہ یہ راوی کے وہم سے ہے۔

علامہ طحطاوی فرماتے ہیں کہ مولیٰ عجم زادہ نے حاشیہ شرح سید علی السراجیہ میں اسے ضعیف قرار دیا کیونکہ ابراہیم نخعی سے منقول ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کرام میں سے کسی نے بھی زوجین

کی طرف لوٹنے کا قول نہیں کیا۔

اس کے بعد علامہ طحطاوی فرماتے ہیں کہ یہ کوئی بات نہیں کیونکہ جب مثبت اور نافی کی خبروں میں تعارض پیدا ہو جائے تو مثبت کی خبر اولیٰ ہوتی ہے۔

اعلیٰحضرت ——— امامِ طحطاوی کا لیس بشیءٍ کہنا کوئی حقیقت نہیں رکھتا کیونکہ روایۃً ثبوت کی شان درایۃً ثبوت سے زیادہ ہے (اور یہاں روایۃً ثبوت نہیں ہے) اس لئے اگر ایسی کوئی روایت ثابت بھی ہو کہ ایک عورت مر گئی اور اس کا وارث اس کا خاوند ہی ہے، خاوند کو تمام مالِ وراثت دے دیا گیا تو اس واقعہ سے زوجین پر رد ثابت نہیں ہوتا کیونکہ واقعاتِ خارجیہ میں ہر قسم کا احتمال ہے لہذا ہو سکتا ہے کہ وہ خاوند اس عورت کا چچازاد ہو اور بقیہ مال اسے بصورتِ عصبیت ملا ہو، اسی بات پر "الاختیار" میں جزم کیا گیا ہے۔

تمام شد بقلم یکے از گدایانِ پیر سیال
شاہ محمد چشتی سیالوی، محلہ محمود پورہ، قصور

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

قوله[۱] ـــــ ولوكان من الوسم كما قال الكوفي الخ [۱]

اقول ـــــ وتعدها الكوفية من باب القلب كادر فى ادور اينق فى انيق۔

قوله[۲] ـــــ واما كونه خاصا فلان الاولى الخ [۲]

اقول ـــــ ولا يضر كونه خاصا عند قيام القرينة۔

قوله[۳] ـــــ وغيره خاص لمعنى بالمومن الخ [۳]

اقول ـــــ يعنى اذا اطلق على اللہ تبارك وتعالى۔

قوله[۴] ـــــ رحيم الدنيا ورحمٰن الآخرة الخ [۴]

اقول ـــــ اقول والحق ان تغير اللفظ فى الحديث من قبيل التفنن والا فقد ورد فى الحديث رحمٰن الدنيا والآخرة ورحيمهما وهذا يرد المذهبين فاذا الصواب ما يستنظره۔

---

[۱] حاشية الطحطاوى، ج۱، ص۴

[۲] ايضاً : ص۴

[۳] ايضاً : ص۴

[۴] ايضاً : ص۵

قولہ[۵] ــــ فتسن التسمیۃ و اما المباح الخ [۱]

اقول ــــ قلت وھو الثابت بالحدیث الذی ذکر فیہ سیدنا عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ وجہ عدم کتابۃ بسم اللہ فی اول البراءۃ کما لا یخفیٰ۔

قولہ[۶] ــــ ھل توکل الاصح لا لکفرہ الخ [۲]

اقول ــــ اقول ھٰذا خلاف المعتمد ولا یعول علیہ کما افادہ الشامی عن السائحانی و بیناہ فی الذبائح من فتاوینا۔

قولہ[۷] ــــ ایھم المنادی تعظیما لہ [۳]

اقول ــــ ومنھم من کرھہ و الصواب الجواب للورود فی کثیر من الاحادیث منھا قولہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم یامن ستر القبیح واظھر الجمیل وقولہ صلی اللہ علیہ وسلم یامن وعد فوفا واوعد فعفا ای غیر ذلک۔

قولہ[۸] ــــ کما قالہ فی القنیۃ و ان استبعدہ الزیلعی [۴]

اقول ــــ کما ان الاکتفاء عن حروف المد بالحرکات لغۃ قوم اخرین کما حکاہ ایضا فی القنیۃ فالاولون یقولون فی اعوذ اعوذ والاخرون اعذ۔

---

[۱] حاشیۃ الطحطاوی ، ج۱ ، ص ۵

[۲] ایضاً : ص ۶

[۳] ایضاً : ص ۷

[۴] ایضاً : ص ۱۴

قولہ ۹ ـــــ روی الخطیب فی تاریخہ عن ابی یوسف قال قال ابو حنیفۃ الخ[۱]

اقول ـــــ سامحنا اللہ تعالیٰ و ایاہ جمع فی کتابہ مثالب الامام

ومناقبہ واکثر من ایراد کلام الطاعنین والمادحین

وقد جوزی علیٰ ما اورد من جہالات الذامین بالسہم

المصیب فی کبد الخطیب وھٰذہ الحکایۃ من ذٰلک

الباب غیران واضعہا ساق فیہا الکلام بحیث لایکون

حکایۃ فی الذم[۲] فاغتر بہ الامام الجلال السیوطی

فاوردھا فی المناقب وتبعہ ھٰذا السید غفر اللہ الجمیع

وکل من یرجع الیٰ عقلہ یشہد بسخافتہا خلقۃ مما[۳] فیہا

من الرکاکۃ و سخف القول مما لایرجی الامن السوقیۃ

العوام الانعام[۴] دون العلماء الائمۃ الاعلام وکان

الزمان من خیر القرون ولم یکن الناس بلغوا من

الجہالۃ و[۵] الضلالۃ الیٰ ان یترکوا الحدیث[۶] والقراٰن

ویمنعوا الطالب عن طلبہما ومن اکبر شاہد علیٰ

---

[۱] حاشیۃ الطحطاوی ، ج ۱ ، ص ۲۶

[۲] حکانی (مخطوطہ)

[۳] عما (")

[۴] الطعام (")

[۵] الحیل لہ (")

[۶] الحدیث ولی (")

بطلان ان الفقه لم یکن یعرف عندهم
مع[1] حفظ الفروع من کلام احد بل هو الاجتهاد
ولا امکان له الا بعد الاحاطة باحکام القرآن
والحدیث ولا ادراک لها الا باللغة[2] العربیة
فقبح الله من وضعها وانما غرضه من هٰذه
الدسیسة الخبیثة ان یوهم ان الامام لم یتعلم
القرآن ولا الحدیث الا العربیة وانما افتری[3] علی
الشریعة برأیه[4] فاحل ماشاء وحرم ما شاء و
هٰذا لا یقول به من له حیاء او دین ولا حول
ولا قوة الا بالله العلی العظیم۔

قوله[10] — ان العلم ببرکته حصل تصحیحه[5]

اقول — وقرر الغزالی فی الاحیاء من حال العلم الحقیقی
بانه لا تحصل الا اذا خلصت[6] النیة لله تعالیٰ وما یریٰ
لمن لم یخلصها فلیس بالعلم الحقیقی الذی هو علم

---

[1] سور (مخطوطہ)
[2] بالخوام (")
[3] افتح (")
[4] مرآتیہ (")
[5] اسد المصیب فی کبد الخطیب (او فی نحر الخطیب) مصنفہ عیسیٰ بن ابی بکر الملک المعظم الایوبی الحنفی (م ۶۲۴ھ) کشف الظنون ج۲ : ص ۱۰۱۰
[6] حاشیۃ الطحطاوی : ج۱ ، ص ۳۰

الآخرة المرغب الی اللہ المزھد فیما سواہ ۔ ھذا حاصل
ما قالہ والتفصیل فیہ ۔

قولہ[11] ــــ فھو کذب لا اصل لہ والتنجیم لہ
اقول ــــ ای نسبتہ الی امیر المؤمنین رضی اللہ عنہ

نعم ھو حق ثابت من سیدنا الامام جعفر الصادق رحمہ
اللہ کما ذکرہ العلامۃ الزرقانی فی شرح المواھب اللدنیۃ
اقول ومن عرف علم الجفر علم ان لیس فیہ خطر ولا
خطر الا من اعتقد الخیر والشر من غیر الخالق العلی
الاکبر او ادعی علم الغیب بنفسہ وبھذا لا یثبت فی
نفس العلم ضرر واللہ اعلم بحقائق الخیر ۔

قولہ[12] ــــ ای الشیخ زین فی الاشباہ والنظائر[2]
اقول ــــ ونصہ ھکذا ص۳۹۵ الرجل لا یصیر محدثا کاملا
الا ان یکتسب اربعا مع اربع کاربع مع اربع فی اربع
عند اربع باربع علی اربع عن اربع لاربع وھذہ الرباعیات
لاتتم الا باربع فی اربع فاذا تمت لہ کلھا ھانت علیہ
اربع باربع فاذا صبر اکرم اللہ تعالی
فی الدنیا باربع واثابہ فی الآخرۃ باربع الخ

قولہ[13] ــــ فیہ ان علیا مات قبل الثمانین[3]

---

[1] حاشیۃ الطحطاوی ، ج ۱ ، ص ۳۱
[2] ایضاً ، ص ۳۲
[3] ایضاً ، ص ۳۷ الثلاثین (محطوط)

اقول ـــــ الظاھر ان الباء فی بجدی زیادۃ من بعض النساخ او الرواۃ وانما الروایۃ ذھب ثابت جدی۔

قولہ[۱۴] ـــــ صاحب الاشاعۃ الخ[۱]

اقول ـــــ السید محمد بن السید عبد الرسول البرزنجی المدنی الشافعی المتوفی ۱۱۰۳ھ رحمہ اللہ تعالیٰ۔

قولہ[۱۵] ـــــ فی تصنیف لہ شاع الخ[۲]

اقول ـــــ ای بالفارسیۃ کما فی الاشاعۃ المراد ب۔ الشیخ المجدد وذکرہ فی مکتوب ۲۸۲ من المجلد الاول وابلہ بموافقۃ احکام المسیح لاجتہاد ابی حنیفۃ فی المکتوب ۵۵ من المجلد الثانی۔

قولہ[۱۶] ـــــ من کتاب انیس الجلساء الخ[۳]

اقول ـــــ لم یذکرہ فی کشف الظنون ولا یعرف ھو ولا مؤلفہ۔

قولہ[۱۷] ـــــ وکفی فیما اظھر[۴]

اقول ـــــ بالذی فی الاشاعۃ ص۱۲۶ فیما ظھر اھ ولو کان کما وقع ھٰھنا لکان الاظھر کفی بما اظھر۔

قولہ[۱۸] ـــــ ینسخ شرعہ الخ[۵]

---

[۱] حاشیۃ الطحطاوی، ج ۱، ص ۳۹

[۲] ایضاً

[۳] ایضاً ص ۴۱

[۴] ایضاً

[۵] ایضاً

اقول —— هٰذا من شنیع الزلات والعیاذ باللہ تعالیٰ وانما معناہ انہ لانبی بعدہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم احد من العٰلمین ای لاتحدث النبوۃ لاحد سواء جاء بشرع موافق او مخالف اولا ولا فھٰذا ھو ایمان المسلمین۔

قولہ[19] —— فیصدقنی دلیل علیٰ ان عیسٰی علیہ السلام الخ [1]

اقول —— لایدل الا علیٰ انہ علیہ الصلوٰۃ والسلام عالم بان اباھریرۃ عدل ضابط مرضی فی القول۔

قولہ[20] —— ثم ردا یضا قول القائل الخ [2]

اقول —— ای صاحب الاشاعۃ فان من ھٰھنا الیٰ ھٰھنا الیٰ اٰخر القولۃ کلامہ ببعض اختصار۔

قولہ[21] —— ای تنقیص الانبیاء علیھم الصلوٰۃ والسلام فانا للہ وانا الیہ راجعون الخ [3]

اقول —— بعدہ فی الاشاعۃ ومن العجائب انہ وقع للقھستانی مع فضلہ وجلالتہ شیئ من ذٰلک فی شرح خطبتہ اقتفاء بہ [4] ان عیسٰی علیہ الصلوٰۃ والسلام اذا نزل عمل بمذھب ابی حنیفۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ذکرہ

---

[1] حاشیۃ الطحطاوی ، ج۱، ص ۴۱

[2] ایضاً : ص ۴۱

[3] ایضاً : ص ۴۲

[4] اقتفابۃ (مخطوطہ)

فی الفصول الستۃ ولیت شعری ما الفصول الستۃ وما علیٰ ھذا القول اھ

ثم بعدہ فانا للہ وانا الیہ راجعون الخ

اقول الفصول الستۃ کتاب مشہور للامام الجلیل العارف باللہ تعالیٰ سید الخواجہ محمد پارسا قدس سرہ المتوفی ۸۲۲ھ ولکن السید راجع کشف الظنون لوجدھا و لو عرفھا عرف مصنفہا العامل المکاشف یسأل عن الدلیل فان الکشف عیان والعیان غنی عن البیان ولیس لمعنی علی التقلید حاش للہ بل ان عملہ علیہ الصلوٰۃ والسلام بموافق مذہب الامام کما نقل السید انفا عن الفتوحات ان لو رفعت تلک النازلۃ الی محمد صلی اللہ علیہ وسلم لحکم بحکم المہدی و من الدلیل علیہ ما نقل فی رد المحتار عن العارف الشعرانی قدس سرہ۔

قولہ[۲۲] ـــــ وکذا یقال فی الشبر یحرق[۱]

اقول ـــــ الشیخ نفسہ نقل فی حاشیۃ مراقی الفلاح عن بعضھم یکون طول شبر مستعملہ لان الزائد یرکب علیہ الشیطان۔

قولہ[۲۳] ـــــ قالوا فی المفہوم[۲]

---

[۱] حاشیۃ الطحطاوی ، ج ۱ ، ص ۷۰

[۲] ایضاً : ص ۷۲

اقول ـــــ ای بیان مفہوم قولہم ان الحدیث محمول علی الاعتقاد۔

قولہ[۲۴] ـــــ لحاجۃ فلا بأس بہ[۱]

اقول ـــــ فافادوا ان لو زاد بلا غرض فان فیہ باس۔

قولہ[۲۵] ـــــ ولو کان کما ذکر لا تکرہ الزیادۃ مطلقا[۲]

اقول ـــــ انہ لا بأس الا فی الاعتقاد۔

قولہ[۲۶] ـــــ فی حقیقتہ ومجازہ[۳]

اقول ـــــ اقول بل یحمل علی المعنی الاخیر وھو الذی حصل لہ الوضوء وھٰذا شامل للحی توضأ نفسہ۔

قولہ[۲۷] ـــــ ان الاولی (قولہ لما قالوا)[۴]

اقول ـــــ انما جمع الکمال والسرخسی قولہما کما فی رد المحتار وانما تبع المحشی تحریفا وقع فی البحر۔

قولہ[۲۸] ـــــ وفی الدرایۃ قول محمد الخ[۵]

اقول ـــــ کذا فی الفتح لکن فی منحۃ الخالق ان فی الدرایۃ ذکر اولا قول ابی یوسف ثم قول محمد ثم قال والاول اصح۔

---

[۱] حاشیۃ الطحطاوی، ج۱، ص ۲۷

[۲] ایضاً : ص ۲۷

[۳] ایضاً : ص ۲۷

[۴] ایضاً

[۵] ایضاً

قولہ[۲۹] — فھما قولان مصححان[۱]

اقول — لکن الذی اختار الشارح ظاہر الروایۃ۔

قولہ[۳۰] — من تصحیح الزیلعی فھو سھو[۲]

اقول — ای لعدم النقض فی الصلوٰۃ مطلقا۔

قولہ[۳۱] — ولو تیمما صلوٰۃ[۳]

اقول — اقول ھذا نسخ من الناسخ کما لا یخفی لانھا صفۃ بطھارۃ صغریٰ۔

قولہ[۳۲] — عدم التالم فالحصر ممنوع[۴]

اقول — الحصر واضح فانہ لم یکن الامن علۃ وبرؤھا لا یجعلھا لم تکن۔

قولہ[۳۳] — لانہ ربما حصلت الشھوۃ الخ[۵]

اقول — اقول کذا ذکرہ الزاھدی علی ما فی حفظی واللہ تعالیٰ اعلم۔

قولہ[۳۴] — ولم یذکر ھذا المعنی الخ[۶]

اقول — الی ان المراد نفی الوجوب دون النھی۔

---

[۱] حاشیۃ الطحطاوی، ج۱، ص ۷۹

[۲] ایضاً : ص ۸۱

[۳] ایضاً : ص ۸۳

[۴] ایضاً : ص ۸۵

[۵] ایضاً : ص ۸۷

[۶] ایضاً

قولہ[۳۵] ـــــــ والشلبی وغیرہا الخ[۱]

اقول ـــــــ لکنہ فی الفتح بلفظ لایجب۔

قولہ[۳۶] ـــــــ ای فی فخذہ او ثوبہ کذا فی البحر[۲]

اقول ـــــــ او فی احلیلہ کما فی المنیۃ و الخانیۃ۔

قولہ[۳۷] ـــــــ فی کلام الشارح الخ[۳]

اقول ـــــــ لان المحذوف ہو التذکر وفیہ الغسل و ان علم انہ مذی۔

قولہ[۳۸] ـــــــ ان فی مفہوم المستیقظ تفصیلا الخ[۴]

اقول ـــــــ ای مفہومہ المخالف وہو السکران والمغمی علیہ تفصیلا فیجب فی المنی دون المذی بخلاف المستیقظ حیث یجب علیہ بہما۔

قولہ[۳۹] ـــــــ وہو ایضا متعلق بکلام[۵]

اقول ـــــــ ای مثل قولہ الا اذ علم کما تقدم۔

قولہ[۴۰] ـــــــ ولم یذکرما اذا کان الخلاف الخ[۶]

اقول ـــــــ اقول قسم الی مباین و اتحاد فی جمیع الاوصاف

---

[۱] حاشیۃ الطحطاوی ، ج۱ ، ص ۸۰

[۲] ایضاً : ص ۹۲

[۳] ایضاً : ص ۹۴

[۴] ایضاً : ص ۹۲

[۵] ایضاً : ص ۹۳

[۶] ایضاً : ص ۱۰۳

وموافق ومماثل الیٰ جمیعها فبقی الموافق بمعنی ما یوافق فی بعضها وهو یشمل الوصف او الوصفین ولم یفصل بینهما کما فصل الزیلعی ومتابعوه لاتحاد الحکم وهو حصول الغلبة بتغییر احد الاوصاف فلم یعد شیئًا وهو من لطائف اعجازه رحمه الله تعالیٰ۔

قوله ۴۱ ـــــ وذلک نصف ذراع وسدس ثمن له

اقول ـــــ ثم ظهر ان ههنا سقطا واصل العبارة مثل ان یقول وذلک نصف ذراع ونصف ثمن ذراع وثلثة سبعة وسبعون ذراعا وستمائة واحد وخمسون جزءًا من الف ومائتین وخمسین جزءًا من ذراع وذلک نصف ذراع وسدس ثمن ذراع۔

قوله ۴۲ ـــــ والشارح جری علیٰ ما نص محمد له

اقول ـــــ بل الظاهر انه جری علی الفرق بالقطعیة والظنیة وکل مجتهد فیه لا قطع به والله اعلم۔

قوله ۴۳ ـــــ کما فی البحر والذی یظهر ان ذلک لکونهما له

اقول ـــــ اقول بل لان الماء لا یحمل الخبث اذا بلغ القلتین عند الشافعیة ومطلقا عند الظاهریة

له حاشیة الطحطاوی ، ج۱ ، ص ۱۰۸

له ایضاً : ص ۱۱۱

له ایضاً : ص ۱۱۹

قوله [٤٤] ــــــ وقتها عند الضرب كما في نور الايضاح الخ [١]

اقول ــــــ يأتي الكلام فيما اذا نوى بعد الضرب عند قوله ضربتين۔

قوله [٤٥] ــــــ لا وجه للتفريع الخ [٢]

اقول ــــــ ليس تفريعا بل تعليل لتعميم النفي المستفاد من قوله في محالها فان الذي تجوز حتما هو بتراب عليها لا بهما كذا في الفتح والبحر۔

قوله [٤٦] ــــــ يضرب ثلاثا للوجه الخ فقد مر عند قوله بضربتين ولو من غيره ما يخالفه [٣]

اقول ــــــ ولعل الوجه فيه ان الغير اذا يمم فالعادة انه يمسح كلا من يديه بكلتا يديه فاذا مسح اليمنى بالضربة الثانية فكان صار التراب مستعملا فيحتاج لليسرى الى ضربة ثالثة وهو الفرق بين المتيمم والميمم فافهم والله تعالى اعلم۔

قوله [٤٧] ــــــ ويفعلها وصوبها بعض [٤]

اقول ــــــ ثم يتوضأ يصلي الفرض في وقت الظهر۔

---

[١] حاشية الطحطاوي ، ج١ ، ص ١٢٣

[٢] ايضاً : ص ١٢٨

[٣] ايضاً :

[٤] ايضاً : ص ١٢٩

۴۸
قولہ ــــــ ان عدم صحۃ الصلوٰۃ بہ متفق علیہ [1]

اقول ــــــ عند ابی یوسف یصح و تجوز الصلوٰۃ بہ عندہ

کما صرح بہ فی البحر۔

۴۹
قولہ ــــــ وفیہ ان حیث کان المشترک الخ [2]

اقول ــــــ فیہ ان الحکم لعلہ مبنی علی الدلیل الثالث من

عدم جریان المسامحۃ من المیت فلا یجری فی المباح۔

۵۰
قولہ ــــــ لان التراب لا یوصف الخ [3]

اقول ــــــ التراب لا یوصف بالاستعمال و نازعہ الشامی

مستند اللنہر و الحلیۃ و الغنیۃ وقرر ان ما علق بیدہ

ومسح بہ یصیر مستعملا لا المحل الذی تیمم ــــ

حققنا بتوفیق اللہ تعالیٰ ان الصواب ھو الاطلاق راجع

فتاوٰنا۔

۵۱
قولہ ــــــ لا محدثا سواء کان ذلک الخ [4]

اقول ــــــ بحدث اصغر وان کان کل جنب محدثا وبہ یجاب

عن النظر الآتی۔

۵۲
قولہ ــــــ ھل یعد قادرا الخ [5]

---

[1] حاشیۃ الطحطاوی ، ج۱ ، ص ۱۳۰

[2] ایضاً : ص ۱۳۳

[3] ایضاً

[4] ایضاً : ص ۱۳۴

[5] ایضاً : ص ۱۳۵

اقول ـــــ قال الامام لا و قالا نعم و فی رد المحتار فی صلوٰۃ المریض ما یفید ان ھٰذا القول من الامام غیر مطرد عندہ بل مخصوص ببعض المواضع۔

قولہ[53] ـــــ خمس عشرۃ درجۃ الخ [1]

اقول ـــــ ای مع مسیرۃ[2] الشمس فی ساعۃ بسیرھا الوسط وھو ب[3] ق مط لح لب لح۔

قولہ[54] ـــــ ھل الامر لابن سبع وھل الوجوب بالمعنی [4]

اقول ـــــ استظھر ش ان نعم بدلیل الامر ای والاظھر استظھر ش الاول لظنیۃ الحدیث۔

قولہ[55] ـــــ الوقت المکروہ لا فی الظھر الخ [5]

اقول ـــــ سیأتی ص۱۲۹ عن البحر ان وقت الظھر لا کراھۃ فیہ وھو الاوجہ کما حققت علی ھامش رد المحتار۔

قولہ[56] ـــــ فان نص صاحب الملتقٰی والقہستانی بالکراھۃ [6]

---

[1] حاشیۃ الطحطاوی ، ج۱ ، ص ۱۴۶

[2] تیرۃ (مخطوطہ)

[3] ب × (")

[4] حاشیۃ الطحطاوی ، ج۱ ، ص ۱۶۹

[5] ایضاً : ص ۱۷۷

[6] ایضاً : ص ۱۸۵

اقول —— ای ملتقی الابحر وھو المتن الجامع للمتون الاربعۃ المعتمد علیہا صنفہ الامام العلامۃ ابراھیم بن محمد الحلبی صاحب شرحی المنیۃ الکبیر والصغیر۔

قولہ ۵۷ —— فلا بأس ان الاولیٰ عدمہ [1]

اقول —— لیس کذالک بل ھو الافضل کما فی رد المحتار عن خزائن الاسرار عن امالی الامام قاضی خان فلا بأس لنفی البأس المتوھم بل سیأتی نقلہ للمحشی عن البحر۔

قولہ ۵۸ —— یقیم قعد الی قیام الامام الخ [2]

اقول —— ویکرہ انتظارہ قائما ھندیہ فلیحفظ۔

قولہ ۵۹ —— قلت وھذہ صورتہ [3]

اقول —— قد یقال لیس کما فھمہ بل المراد بالخط المار بالکعبۃ المار بہا من جنبیہا یمینا ویسارا او بالقائمتین الزاویتین الحادثتین عن جنبی الخط الخارج من جبین المصلی حین تلاقیہ للخط المار بالکعبۃ وھذہ صورتہ

الخط المار بالکعبۃ

قائمۃ قائمۃ

جبین

---

[1] حاشیۃ الطحطاوی ، ج ۱ ، ص ۱۸۸

[2] حاشیۃ الدر المختار علی تنویر الابصار بحوالہ حاشیۃ الطحطاوی ، ج ۱ ، ص ۱۸۹

[3] حاشیۃ الطحطاوی ، ج ۱ ، ص ۱۹۷

هٰذا علی ما فہم العلامۃ الشامی وحمل ہٰذا التصویر من الدرر علی بیان المسافۃ تحقیقاً کما ذکرنا علی ہامشہ والاقرب بل الاصوب عندی ان کلیہما لبیان التوجہ التقریبی وان المراد بالجبین معناہ الحقیقی وھو طرف الجبھۃ وھما جبینان کما فی القاموس وردّ المحتار ایضاً فاذن تکون صورۃ ھی التی ذکر العلامۃ ط کما قررنا۔

قولہ [۶۰] ــــ یلتقیان الی الدماغ [۱]

اقول ــــ صواب کما فی الدرر۔

قولہ [۶۱] ــــ وانظر ھل یقال فیہ ما یقال فی التحریمۃ الخ [۲]

اقول ــــ اقول رحمک اللہ ذہلت عن المسائل الاثنی عشریۃ وقد نص فی الحلیۃ عن البدائع ان القعدۃ الاخیرۃ یشترط لہا ما یشترط لسائر الارکان۔

قولہ [۶۲] ــــ کما یأتی قریباً الخ [۳]

اقول ــــ الآتی ایضاً غیر مستند الی نقل والذی حقق الشامی ھو استنان المتابعۃ فی السنۃ وھو الاقرب نعم صرح فی الارکان الاربعۃ بوجوب المتابعۃ فی کل مشروع۔

قولہ [۶۳] ــــ فھی واجبۃ مطلقاً الخ [۴]

---

[۱] حاشیۃ الطحطاوی ، ج ۱ ، ص ۱۹۷

[۲] ایضاً : ص ۲۰۳

[۳] ایضاً : ص ۲۰۳

[۴] ایضاً : ص ۲۱۱

اقول ـــــ اقول بل تجب انما الواجب عدم التاخیر بمعنی ان لا یقع فعلہ بعد فراغ الامام عن ذٰلک الفعل اما القراٰن فسنۃ کما حققہ الشامی۔

قولہ[۶۴] ـــــ فالظاہر موافقۃ الاول فی الاعادۃ [۱]

اقول ـــــ اقول کیف ہٰذا مع ان فی الغنیۃ بعدہ و لو خافت بآیۃ او اکثر یتمہا جہرا و لا یعید کما فی رد المحتار۔

قولہ[۶۵] ـــــ کما صرح بہ العضدی فی رسالتہ المسماۃ الخ [۲]

اقول ـــــ الظاہر انہ السندی بالنون قال ش قال کثیر من المشائخ ان کان عادتہ مراعاۃ موضع الخلاف جاز والا فلا ذکرہ السندی رحمہ اللہ۔

قولہ[۶۶] ـــــ ای وقبل الصلوٰۃ [۳]

اقول ـــــ اقول ہٰذہ العنایۃ بعیدۃ الغایۃ وقد قال فی المجتبیٰ و البحر والہندیۃ مثل ما فی المتن ونص البحر قید المعذور فی المجتبی بان یقارن الوضوء الحدث او یطرؤ علیہ للاحتراز علی اذا توضأ علی الانقطاع وصلی کذلک فانہ یصح الاقتداء لانہ فی حکم الطاہر [۴] اھ ولفظ

---

[۱] حاشیۃ الطحطاوی، ج ۱، ص ۲۳۴

[۲] ایضاً : ص ۲۳۹

[۳] ایضاً : ص ۲۴۹

[۴] بحر رائق، ج ۱، ص ۳۶۰

الهندية لا یصلی الطاهر خلف من به سلسل البول انه اذا فات ن الوضوء الحدث اوطرو علیه هکذا فی النذا هدی[1]
ومعلوم نصا ان من توضأ علی الانقطاع ثم عاده فی الوقت
فان وضوئه وضوء معذ ور سواء عادقبل الصلوٰة اوبعدها
حتی لا ینتقض به و ینتقض بخروج الوقت کما نصوا
علیه جمیعا فمن توضأ علی الانقطاع وصلی علیه ثم عاده
فی الوقت یستحیل ان تکون صلوته صلاة کاملة[2] لانها
لا تتأدی[3] بوضوء عذر فکیف یصح اقتداء الصحیح به
الا تری ان طهارة الصحیح طهارة مطلقة وطهارة من
توضأ علی الانقطاع ثم عاده فی الوقت ولو بعد الصلوٰة
طهارة موقتة حیث تبطل بخروج الوقت فکیف یصح
بناء القوی علی الضعیف ولا یخفی نک انه اذا توضأ علی
الانقطاع وصلی علیه نعلم قطعا انه صلی بطهارة سالمة
عن المنافی فینبغی صحة اقتداء الصحیح به لما علمت
انه دون سالمة[4] ولانها موقتة[5] فهی طهارة ضعیفة لاجل

---

[1] فتاویٰ هندیه ، ج ۱ ، ص ۸۴ (بیان من یصلح اماما لغیره)

[2] کاملة (مخطوطة)

[3] تتأدی (")

[4] انها دون سلمت (مخطوطه).

[5] معتاصنا (مخطوطه)

الناقص وايضا لا نسلم عدم المنافی فان الانقطاع الناقص كالطهر المتخلل[1] لا يمنع اتصال الدم بل هو دم متوال[2] كما فی الحائض كما نص عليه فی البحر عن السراج الوهاج فكما ان الحائض لا صلوة لها فی الطهر الناقص كذلك المعذور لا امامة له فی الانقطاع الناقص وهو مفاد اطلاق المتون والشروح منع اقتداء صحيح بمعذور نعم ان توضأ على الانقطاع ودام الى خروج الوقت كان وضوئه هذا كوضوء الاصحاء وان لم يخرج هو من العذر ان عاده فی الوقت الثانی ولهذا لا يبطل بخروج الوقت ويبطل بالسيلان بعده كما نصوا عليه قاطبة[3] فان قلنا بجواز الاقتداء بمن شانه هذا لا يتجه[4] لان وضوئه لما كان وضوء المعذور[5] فكذا الصلوٰة هذا ما ظهر للعبد الضعيف فليحرر فان المحشی رحمه الله تعالى لم يستند لنقل وقضية الدلائل ما ترى والله تعالى اعلم ثم رأيت فی حواشيه على مراقی الفلاح (لا يصح اقتداء غيره به) ای اذا

---

[1] متخلص (مخطوطہ)
[2] متبدل (")
[3] فالحت (")
[4] لا تحبه (")
[5] وضوء العضو (")

توضأ بعد العذر وطرأ عليه بعده اما اذا توضأ وصلى خاليا
عنه كان في حكم الصحيح وقد تبع فيه السيد الازهري
فاللفظ لفظ غيرا نه قال كان في حكم الطاهر وهذا
صحيح وان كان يوهم ظاهر قولهما خاليا عنه ما وقع ههنا
وذلك لانهما اطلق في الطريان بعده فشمل ما اذا طرأ
بعد الصلوٰة وان كان يجب تقييده بحصوله في الوقت
وقولهما خاليا عنه لا يكون خاليا الا ان لا يعود في الوقت
لما علمت وقد افاد الصواب الصحيح قولهما كان في
حكم الصحيح فلا يكون في حكمه قط اذا عاد في الوقت
والظاهر انه شبه رحمه الله تعالى بقول الماتن توضأ
على الانقطاع وصلى كذلك فحسب ان به كفاية وليس
كذلك فان المراد للانقطاع المعتبر وهو تام مستوعب
وقتا كاملا ولا يراد هنا لان به يخرج عن العذر والكلام
في قدرة المعذور وناقص وهو المستمر الى خروج
الوقت لا يخرج به عن العذر لكن الوضوء فيه[1] كوضوء
صحيح حتى لا ينتقض بخروج الوقت فيه المراد ههنا
لانه ضعيف في الوقت هنيئة ثم يعود فانه ليس من
الانقطاع في شيء ثم قد علمت ان المتون والشروح
والفتاوى قاطبة على اطلاق المنع وانما ابدى هذا

---

[1] او فيه (مخطوطه)

التقييد الزاهدي، وليس في كلامه على ما نقل في الهندية
الا التقييد بالقرون او الطيران وقد ارسلها ارسالا
فتشمل الطرد وبعد الصلوة والمصنف رحمه الله تعالى
عليه لتعوده بادخال مسائل الزاهدي في المتن وانما
المتن لظاهر المذهب والله تعالى اعلم۔

۶۷
قوله — منفردا فاسدة على الظاهر الخ ۱ه

اقول — اقول اي اذا امكنه الاقتداء والا فلا تكلف
نفس الا وسعها ومعلوم ان لاحد لاجتهاده بل امر به
دائما فهذا الحكم مستفاد من قول الشارح لا تصح
صلاته ان امكنه الاقتداء۔

۶۸
قوله — والقاضي ابو القاسم ۲ه

اقول — الذي في البزازية وهنا ايضاً في الهندية ابو عاصم۔

۶۹
قوله — مخالف لما في البحر ۳ه

اقول — فانهما تكلما في الوضع على كتفين ولا شك انه
ارسل جانبيه كره مطلقا سواء كان موضوعا على كتفيه
او احدهما وانما كلام الشارح في جانب الثوب فاذا ارسلهما
كره وان ارسل احدهما من الكتفين والآخر معطوف
على الكتف الآخر لم يكره فاين هذا مما فهما رحمهما الله
تعالى ورحمنا بهما آمين۔

۳- ليس مراده ما فهم السيد العلامة الشامي

۱ه حاشية الطحطاوي، ج۱، ص ۲۵۱

۲ه ايضاً : ص ۲۶۴

قولہ ۷۰ ——— فی قنوت سقط عنہ الواجب الخ [1]

اقول ——— اقول لا کلام فی سقوط الواجب انما الکلام فی انہ ماذا ینبغی لہ ان یفعل ہل القنوت المختار فی مذہبہ تبعا لمذہبہ ام قنوت الامام بالنظر الی متابعتہ وجوابہ ما قرر الشیخ عبد الحی الشرنبلالی رحمہ اللہ تعالیٰ۔

قولہ ۷۱ ——— وقد یقال ان طول القیام [2]

اقول ——— اقول القعود بعدہ اشد منہ فی عدم المشروعیۃ فانہ غیر مشروع اصلا ووصفا بخلاف طول القیام۔

قولہ ۷۲ ——— فقط والذی یظہر لی [3]

اقول ——— فیہ ما فیہ کما یظہر للرجوع الی کتب الحدیث وسیأتی فی اٰخر ہٰذہ القولۃ وکانہ اراد المواظبۃ کما سیأتی۔

قولہ ۷۳ ——— وقال بعض الفضلاء [4]

اقول ——— اراد العلامۃ ابراہیم الحلبی والعلامۃ الشرنبلالی فانہما قالاہ فی الغنیۃ والمراقی۔

قولہ ۷۴ ——— فی نور الایضاح [5]

---

[1] حاشیۃ الطحطاوی ، ج ۱ ، ص ۲۸۱

[2] ایضاً

[3] ایضاً : ص ۲۸۳

[4] ایضاً

[5] ایضاً

اقول ـــــ ومثله فی الخلاصۃ وغیرها۔

قولہ[۷۴] ـــــ وان نص لزم اتفاقا[۱]

اقول ـــــ لا یجب القیام فی النفل المسنون ما لم ینص

قلت والمسألۃ فیہا الخلاف۔

قولہ[۷۶] ـــــ وصلٰوۃ القوم فاسدۃ[۲]

اقول ـــــ لان بین کل دابۃ ودابۃ فصلا یمنع الاقتداء۔

قولہ[۷۷] ـــــ فان المخالفۃ فیہ[۳]

اقول ـــــ اقول لیس ہٰذا مخالفۃ فی التشہد بل بالتشہد

فی السلام بل فی الخروج بصنعہ فانما یصح ہٰذا القول

من الدر علی قول من لا یقول بافتراضہ واللّٰہ تعالٰی اعلم۔

قولہ[۷۸] ـــــ لکن تعلیل الشرح یعم المفسد[۴]

اقول ـــــ اعتراض علی الشارح حیث علل بما یعم المفسد ثم

فرع بخلافہ وقد اجاب عنہ رد المحتار بوجہ حسن۔

قولہ[۷۹] ـــــ لانہ لیس بتبع للتراویح[۵]

اقول ـــــ اجاب عنہ ش بانہ وان کان اصلا جماعۃ تبع۔

---

[۱] حاشیۃ الطحطاوی ، ج۱ ، ص ۲۹۳

[۲] ایضاً

[۳] ایضاً : ص ۲۸۴

[۴] ایضاً : ص ۲۹۷

[۵] ایضاً

قولہ[۸۰] ——— ولا للعشاء عند الامام[۱]

اقول ——— ھٰذا قد یوھم جواز الوتر بجماعۃ و لو لم یصل الفرض بہا وھو خلاف المنصوص علیہ فی شرح النقایۃ والغنیۃ وغیرھما وتمام تحقیق المسألۃ فی فتاوٰنا۔

قولہ[۸۱] ——— متعلق بالاخیر فقط انتھٰی حلبی[۲]

اقول ——— قلت وان علق بالدرس والوعظ والحاج جمیعا سقطت الابحاث المعھودۃ۔

قولہ[۸۲] ——— وفی المختصر البحر[۳]

اقول ——— لیس ھو البحر الرائق فانہ نقل عن الامام الزیلعی المقدم بکثیر علٰی صاحب البحر۔

قولہ[۸۳] ——— و یلزم علیہ ان مسافۃ السفر[۴]

اقول ——— لقد احسن الجواب عن العلامۃ الشامی فراجعہ۔

قولہ[۸۴] ——— ان نہارھا اطول من لیلھا[۵]

اقول ——— کلما کان النھار اطول فی الصیف[۶] کان اقصر بقدرہ فی الشتاء لابد من ذٰلک فی کل موضع واقتصارھم فی

---

[۱] حاشیۃ الطحطاوی ، ج۱ ، ص ۲۹۷

[۲] ایضاً : ص ۲۹۹

[۳] ایضاً : ص ۳۲۲

[۴] ایضاً : ص ۳۳۱

[۵] ایضاً :

[۶] المضیف (مخطوطہ)

الاوقات علیٰ ذکر النہار الاطول فی حق العشاء حیث یطلع الفجر قبل غروب الشفق اما النہار الاقصر فلا بد فیہ زوال وبلوغ مثل ومثلین وان کان النہار قصرا جدًّا کما لایخفیٰ۔

قولہ[۸۵] ——— افادہ الشیخ زین[۱]

اقول ——— ہو ماخوذ من البدائع

قولہ[۸۶] ——— بحث فیہ بان العلۃ فی القصر[۲]

اقول ——— الباحث الامام ابن الہمام۔

قولہ[۸۷] ——— وہو بحث قوی[۳]

اقول ——— وباللہ التوفیق یظہر للفقیر الضعیف ان البحث لیس بشیئ والدلیل تام فان الشارع تبارک وتعالیٰ انما رخص بالقصر والفطر لعلۃ المشقۃ واعتبر المشقۃ سیر ثلاثۃ ایام بلیالیہا فعلۃ الرخصۃ حقیقۃ بعد استکمال سیر ہذہ المدۃ اذبہ تحقیق المشقۃ الجالبۃ للرحمۃ الالٰہیۃ الموجبۃ للتخفیف ولامشقۃ فی مجرد مفارقۃ البیوت وبہذہ النیۃ ولکن الرخصۃ للتخفیف حال اقبال المشقۃ لابعد اکمالہا فان من امر تحمل

---

[۱] حاشیۃ الطحطاوی، ج۱، ص ۳۳۱

[۲] ایضاً : ص ۳۳۲

[۳] ایضاً

أثقال فی الحضر ثم امرت بالسفر فارادت التخفیف عنہ فانما یکون ھٰذا بان تضع عنہ بعض الاثقال حین اخذہ فی السفر لا ان تضعھا بعد ما اتمہ فلذٰلک یثبت الحکم بمجرد المفارقۃ بھٰذا القصد ثم اذا لم یبلغ مدۃ اعتبرھا الشارع للمشقۃ واراد الرجوع تبین ان لم یکن ھناک مشقۃ مرخصۃ فعادت علیہ الاثقال التی کانت وضعت عنہ لمظنۃ المشقۃ ھٰذا ما ظھر لی واللہ تعالٰی اعلم۔

قولہ [۸۸] — لان البرکۃ تنزل علی المتقدم [۱]

اقول — علی الامام اولا ثم من یحاذیہ من الصف المتقدم ثم من عن یمینہ منہ ثم من عن یسارہ منہ فاذا تم الصف الاول نزلت علی من بعدہ بالترتیب المذکور فیتقدم الوسط ثم الیمین ثم الیسار و ھکذا الی اٰخر الصفوف۔

قولہ [۸۹] — وذکر انہ ما بدیٔ بشیئ [۲]

اقول — قلت وروی حدیثا۔

قولہ [۹۰] — ان الکراھۃ تنزیھیۃ [۳]

---

[۱] حاشیۃ الطحطاوی ، ج۱ ، ص ۳۴۹

[۲] ایضاً

[۳] ایضاً : ص ۳۵۵

اقول —— قلت قد یطلق الجواز علی ما یقابل الواجب[1] فیشمل المکروہ تحریما و ھٰہنا الامر کذٰلک۔

قولہ[91] —— فیکرہ ان یجتمع جمعھم الی جمع المسلمین[2]

اقول —— ھٰذا فی غیر حاجۃ او مصلحۃ و الا فقد صرحوا بجواز عبادۃ الذمی بالاجماع بل یجوز للمسلم دخول دار الحرب للتجارۃ۔

قولہ[92] —— ذکرہ القرطبی فی تذکرتہ[3]

اقول —— قلت و فی الفاظہ ما یلوح علیہ آثار کیت و ذیت۔

قولہ[93] —— و عندہ للنھی و من ھٰذا یعلم[4]

اقول —— ای علیہ او الیہ بلا حائل اذا کان فی موقع النظر لمن یصلی صلوٰۃ الخاشعین و کذا جنبہ ایضا اذا کان ھناک قبر تحتہ او تجانبہ اما اذا خلا عن کل ذٰلک و صلی بجنب قبر فلا بأس و لم یر و نھی عنہ و ان فعل ذٰلک بقبر صالح رجاء ان تعود ببرکتہ الیہ کان حسنا کما حققناہ فی فتاوٰنا و اللّٰہ تعالٰی اعلم۔

قولہ[94] —— و ھو ظاھر العدالۃ[5]

---

[1] الفاسین (مخطوطہ)

[2] حاشیۃ الطحطاوی ، ج ۱ ، ص ۳۶۰

[3] ایضاً : ص ۳۸۳

[4] ایضاً :

[5] ایضاً : ص ۴۴۶

اقول ـــــ ای عدالت ظاہرۃ معلومۃ کما ہو المذہب لان من[1] لبستہ وصورتہ لا یرٰی فیہما مخالفۃ للشرع فان ھٰذا شان المستور۔

قولہ[95] ـــــ علی من یماثلہا[2]

اقول ـــــ لعلہ سقط بعد من لفظۃ لا او قبلہ لفظہ غیر۔

قولہ[96] ـــــ او الدخان[3]

اقول ـــــ او النحاس او الندی او النصاب۔

قولہ[97] ـــــ ای لا قاضی ولا والی (ہندیہ)[4]

اقول ـــــ قلت ویشمل العالم فان العلماء ولاۃ تحیث لا ولاۃ یجب علی المسلمین الرجوع الیہم وطاعۃ امرہم کمثل الولاۃ فان کثر فان من فیہم اعلم کان ہو الوالی والا اقترعوا نص علی کل ذٰلک فی الحدیقۃ الندیۃ[5]

قولہ[98] ـــــ بلا باس للناس[6]

اقول ـــــ وھٰکذا فی الخانیۃ والخلاصۃ والفتح وجواہر الاخلاطی

---

[1] × (مخطوطہ)

[2] حاشیۃ الطحطاوی ۰ ج ۱، ص ۳۴۶

[3] ایضاً

[4] ایضاً

[5]

[6] حاشیۃ الطحطاوی ج ۱، ص ۳۴۷

وغیرھا۔

قولہ [۹۹] ـــــ بذلک اھ حلبی [۱]

اقول ـــــ اقول بل معناہ انہ ینصب نائبا عنہ ثم یشھد ھو بنفسہ عند نائبہ۔

قولہ [۱۰۰] ـــــ فی الفطر بسبب [۲]

اقول ـــــ ای اصباحھم مفطرین اول رمضان۔

قولہ [۱۰۱] ـــــ وشھدوا عند قاضی [۳]

اقول ـــــ بھلال رمضان۔

قولہ [۱۰۲] ـــــ فصاموا وتبعھم [۴]

اقول ـــــ کما حکم الشرع ان من رأی ھلال رمضان صام وان رد قولہ۔

قولہ [۱۰۳] ـــــ جمع کثیر علی الصوم [۵]

اقول ـــــ واساءوا ان لم یکونوا راوا بانفسھم۔

قولہ [۱۰۴] ـــــ وامرھوا الناس [۶]

---

[۱] حاشیہ طحطاوی ، ج ۱، ص ۴۴۷

[۲] ایضاً

[۳] ایضاً

[۴] ایضاً

[۵] ایضاً

[۶] ایضاً

اقول ـــــ ای القاضی وقد اصاب عملا بظاهر الروایۃ۔

قولہ [۱۰۵] ـــــ او الفطر واھل المشرق [۱]

اقول ـــــ عمم ھٰھنا ھلال الفطر وقال فی الطریق الموجب او یستفیض الخبر فافاد ان ھلال الفطر ایضا یثبت بالاستفاضۃ قلت فکذا سائر الاھلۃ واللہ تعالٰی اعلم۔

قولہ [۱۰۶] ـــــ فی شرح الملتقٰی [۲]

اقول ـــــ لعلہ اراد بہ سکب الانھر کما نص علیہ فی حواشیہ علی مراقی الفلاح۔

قولہ [۱۰۷] ـــــ بالعباس بن مرداس [۳]

اقول ـــــ اللھم اغفر ھٰذا سبق قلم فان العباس رضی اللہ تعالٰی عنہ صحابی ولم یذکر فیہ احد ما نقلہ عن الحفاظ [۴] وانما قول بن حبان فی ابنہ کنانۃ ومع ذلک اختلف قولہ فیہ فذکرہ فی الضعفاء وقال ھٰذا اورد لا فی الثقات فھو ثقۃ کما نبہ علیہ الحافظ بن حجر۔

قولہ [۱۰۸] ـــــ وایضا ورد فی الحدیث [۵]

اقول ـــــ ای ففی ھٰذا الحدیث ما یدل علی الفضل العظیم۔

---

[۱] حاشیۃ الطحطاوی ، ج۱ ، ص ۳۴۹

[۲] ایضاً : ص ۳۵۰

[۳] ایضاً : ص ۵۵۹

[۴] الحفاظ (مخطوطہ)

[۵] ایضاً : ص ۵۶۴

للمسجد الکریم فکما ان الحدیث الذی اوردہ الشارح رحمہ اللہ تعالیٰ۔

قولہ[۱۰۹] ــــ قولین مصححین [۱]

اقول ــــ بل ثمہ ثالثها التفصیل المار عن قاضی خان الذی قال فیہ فی الفتح نقل عنہ فی رد المحتار ان الحق ھٰذا التفصیل الخ قلت و یصلحان یکون توفیقا۔

قولہ[۱۱۰] ــــ لا یفید الملک [۲]

اقول ــــ فی ش بکل لفظ یفید الخ وھو الصواب۔

قولہ[۱۱۱] ــــ بل موقوفا علی اجازتها [۳]

اقول ــــ ھٰذہ زلۃ نبهنا علیها علی ھامش رد المحتار ص۲۴۹ فلیتنبہ۔

قولہ[۱۱۲] ــــ لابد لها من نهی [۴]

اقول ــــ اقول وکذٰلک التنزیہ ایضا لابد لها من نهی خاص والا لا یکون الاختلاف الاولیٰ کما حققہ المحقق فی الفتح واللہ اعلم۔

قولہ[۱۱۳] ــــ ھل المحکم مثلہ یحرر [۵]

---

[۱] حاشیۃ الطحطاوی ، ج۲ ، ص ۸

[۲] ایضاً ، ص ۹

[۳] ایضاً ، ص ۱۲

[۴] ایضاً ، ص ۲۱

[۵] ایضاً ، ص ۲۴

اقول — قلنا قد صرحوا ان الحکم کالقاضی الا فی القود و الحدود۔

قولہ [۱۱۴] — فی الشرح فتامل [۱]

اقول — قد حقق العبد الضعیف فی فتاوٰی ان کل ھٰذا لاطائل تحتہ و ان الصحیح الواجب التعویل ھو عدم الجواز فیکون النکاح نکاح[۲] الفضولی۔

قولہ [۱۱۵] — عن المھر [۳]

اقول — ای لغرض فوقہ سقط ھذا او معناہ من ھنا۔

قولہ [۱۱۶] — لا یجوز ان یزوجھا [۴]

اقول — فلا ینعقد النکاح کما فی الھدایۃ۔

قولہ [۱۱۷] — ای غیر الاب والجد [۵]

اقول — فلو انکح غیر الاب والجد الصغیرۃ او ھما وھما سکرانان او معروفا بسوء الاختیار والزوج بشئی العسرۃ فعلی ھٰذہ ینبغی ان لا یصلح النکاح اصلا قلت ولکن صرحوا ان الزوج ان صار غیر کفو بعد النکاح لا یرتفع ولا یحصل لاحد خیار الفسخ فینبغی ان یکون الزوج

---

[۱] حاشیۃ الطحطاوی ، ج۲ ، ص ۳۰

[۲] غیر مطبوعہ نسخہ میں فقط اھ مذکور ہے۔

[۳] حاشیۃ الطحطاوی ، ج۲ ، ص ۳۰

[۴] ایضاً ، ص ۳۲

[۵] ایضاً

معروفا بسور العسرة من قبل کما قالوا فی سور[1] اختیار الاب فافهم۔

قولہ [118] ــــ ویثبت النسب وعلیها العدة [2]

اقول ــــ اقول سیجیئ فی آخر باب ثبوت النسب ان نکاح الکافر مسلمة باطل لا فاسد فلا یثبت النسب ولا تجب العدة۔

قولہ [119] ــــ ولا یوقف علیهما [3]

اقول ــــ لئلا تختلف القافیة ش عن ح۔

قولہ [120] ــــ لما مر قاله الحلبی [4]

اقول ــــ اقول هذه الحوالة من العلامة الطحطاوی غیر مستحسنة فانه لم ینقل عن الحلبی فیما سبق ایضاً الا الحکم دون التعلیل وهو ما نقل عن الشامی۔

قولہ [121] ــــ لا لطلب المهر [5]

اقول ــــ ای ولا للمشروط عادة کالخف والمکعب ودیباج اللفافة [6]

---

[1] سوار (مخطوطہ)

[2] حاشیة الطحطاوی ، ج ۲ ، ص ۵۹

[3] ایضاً : ص ۶۰

[4] ایضاً : ص ۶۱

[5] ایضاً : ص ۶۱

[6] النفافة (مخطوطہ)

ودراہم السکر علی ماھو عادۃ اھل السمرقند ۔

قولہ ۱۲۲ ــــــ الا اذا ضمن ولا رجوع لہ[1]

اقول ــــــ صرحوا بالنفقۃ لاتکون دینا الا بالتراخی او فرض القاضی ومعلوم ان الکفالۃ لاتکون الا بدین ولذا نصوا علی بطلان الکفالۃ بنفقۃ الزوجۃ کما فی باب الکفالۃ فلابد من حمل ماھھنا علی ما اذا کانت النفقۃ مفروضۃ بالقضاء او الرضا والا فلا یوخذ الاب قطعا لبطلان الکفالۃ ذکر ھذا التوفیق العلامۃ الشامی فی باب النفقۃ فی مسئلۃ اخذ المرأۃ کفیلا بالنفقۃ واللہ تعالیٰ اعلم ۔

قولہ ۱۲۳ ــــــ لان العادۃ جاریۃ[2]

اقول ــــــ التعلیل قاض بان وجہ الافتاء علی قول الامام الثانی انما ھو ملاحظۃ العرف والعادۃ فیدور مع العرف حیث دار والمتعارف فی بلادنا الدخول قبل الاداء مطلقا فیجب ان لایکون لھا الامتناع اتفاقا لان المعروف کالمشروط وسیصرح بان لو یشترط الدخول قبل الحلول ورضیت لم تملک الامتناع بالاتفاق فعلیہ فعول واللہ اعلم ۔

قولہ ۱۲۴ ــــــ وذلک اکرام لہ علیہ الصلوٰۃ والسلام[3]

---

[1] حاشیۃ الطحطاوی ، ج۲ ، ص ۶۲

[2] ایضاً : ص ۶۳

[3] ایضاً : ص ۸۰

اقول ـــــ و توضیحہ ان ھذا التخفیف مع ثبات علی الکفر ومونہ علیہ و استحقاقہ بانتہاء علمہ فی شان النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بتربیتہ من صغرہ وملازمتہ فی حضرہ و سفرہ ورویتہ لمعجزاتہ وغیرہ واستماعہ لشرعہ و ذکرہ زیادۃ عذاب علی غیرہ اما یکون بازاء ما کان بحوط النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم وینصرہ او اکراما للنبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فانہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کان یحبہ حبا طبعیا لما یریٰ منہ التشمیر عن ساعد الجد فی نصرہ و حمایتہ ولان عم الرجل صنو ابیہ لاسبیل الی الاول لما نطق بہ القراٰن العزیز من ان اعمال الکفار ھباء منثور وما عملوا من طیبات فقد اذھبوھا فی حیوتہم الدنیا فتعین الثانی ولاشک ان اکرامہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فی ابویہ ازید منہ فی عمہ وحزنہ باصابۃ المکروہ و العیاذ باللہ تعالیٰ ایاھما اشد من اہتمامہ بما یصیب عمہ فلو ثبتنا و استغفر اللہ علی الکفر لوجب ان یکون عذابہما اخف من عذاب ابی طالب لاسیما وھما لم یدرکا البعثۃ ولم یردا الدعوۃ بخلاف ابی طالب ولکن الحدیث ارشد انہ ھو ادناھم عذابا فثبت انہما مسلمان ولیس عندنا فیہ شک انشاء اللہ تعالیٰ واللہ یھدی الیٰ سبیل الصواب۔

۱۲۵
قولہ ـــــ ان یضیفہ لہ

حاشیۃ الطحطاوی ، ج۲ ، ص۸۱

اقول ــــ ضمیر الفاعل للجندی والمفعول بہ للفاضل

قولہ[126] ــــ لا یتوارثون لان الارث لہ

اقول ــــ ای لا ترث الزوج الزوجۃ ولا بالعکس واما الاولاد فیرثون من الابوین لعدم اقتصار اتہم علی ولادتہم من النکاح الصحیح لعدم کونہ علی خلاف القیاس فحینئذ ثبت النسب ثبت الارث ما ذلاملاوالاملا ارث فی الباطل کولد مسلم من وثنیۃ لا یرث الاب۔

قولہ[127] ــــ والمعتبر مدۃ الحرۃ ۲ؔ

اقول ــــ والتشکیک فی ھٰذا امر عجیب فانہ لو اعتبر فی کل مدۃ ایلائہا لزم تفضیل الاماء علی الحرائر اذ یصیبہا فی کل شہرین مرۃ ولا یزید الا برضاہا ولا یصیب الحرۃ الا بعد مضی اربعۃ اشہر بل الزیادۃ ھٰہنا ھی التنقیص ۳ؔ المطلوب والتنقیص ھو الزیادۃ المنکرۃ ولذٰلک قدر الطحطاوی بیوم ولیلۃ من کل اربوع للحرائر وللاماء بیوم و لیلۃ من کل اسبوع وروی ان عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ بعث عسکرا وکان رضی اللہ تعالیٰ عنہ یعس باللیالی فسمع امرأۃ تنشد اشعارا فیہا من الاشتیاق الملھب ۴ؔ الی الجماع

۱ؔ حاشیۃ الطحطاوی ، ج۲ ، ص ۸۱

۲ؔ ایضاً : ص ۸۸

۳ؔ التقیض (مخطوطہ) /

۴ؔ الملھب (")

والتحرز من الذی تاخوفا من اللہ وحفظا لناموس الذوج
وکان قد طال فراق ن وجہا عنہا فی جہاد فرجع امیر المومنین
الی بیتہ وسأل بنتہ امیر المؤمنین رضی اللہ تعالیٰ عنہ
کم تبصر المرأة من الرجل قالت ای بعد اشھر ولا شک
انہ یعم من تحت الاماء فثبت ان لا معتبر الا مدة الحرة
واللہ تعالیٰ اعلم ثم رأیت العلامة الشامی ذکر البحث کما
بحثت وللہ الحمد۔

قولہ۱۲۸ ——— فقیل ترک مضاجعتہا [۱]

اقول ——— وھو ظاھر الآیة۔

قولہ۱۲۹ ——— ترک جماعہا [۲]

اقول ——— والآیة تحملہا۔

قولہ۱۳۰ ——— کلامہا مع المضاجعة [۳]

اقول ——— ھذا بعید من ظاھر لفظ واھجروھن فی المضاجع
ظاھرا فلعلہ الاظھر دلیلا واللہ تعالیٰ اعلم۔

قولہ۱۳۱ ——— ظاھرہ انہ عند الامر به یکون واجبا علیہا [۴]

اقول ——— ویأتی فی اوائل کتاب الجہاد من المحشی عن البحر

---

[۱] حاشیة الطحطاوی ، ج۲ ، ص ۹۱

[۲] والتی تخافون نشوزھن فعظوھن واھجروھن فی المضاجع واضربوھن الآیة (پ۵ ع۳ سورة النساء)

[۳] حاشیة الطحطاوی ، ج۲ ، ص۹۱

[۴] ایضاً

ان لا یجب علیہا امتثال اوامرہ الا فیما یرجع الی النکاح وعن الفتح ماھو نص فی وجوب الطاعۃ الا فیما فیہ مخاطرۃ الروح فلیحرر۔

[۱۳۲]
قولہ ——— وھی طاھرۃ [۱]

اقول ——— قلت وینبغی التقیید بالسلامۃ من مرض لا تطیق معہا الجماع او یضرھا فیہ ومن صغر کذلک واللہ اعلم۔

[۱۳۳]
قولہ ——— اذا جاءک کتابی فانت طالق [۲]

اقول ——— فما لم یجئ الکتاب لا یقع کذا فی فتاوی قاضیخان وان کتب اذا جاءک کتابی ھذا فانت طالق فکتب بعد ذلک حوائج صح ھکذا ھو فی الھندیۃ فلعل لسید المحشی اختصر الکلام او فی نسخۃ الھندیۃ سقطا۔

[۱۳۴]
قولہ ——— الاقرار بالطلاق کاذبا [۳]

اقول ——— قد کان الفقیر غفر اللہ لہ افتی بہ من قبل بناء علی دلائل الاباحۃ وذکرتہا فی ھوامش الدر المختار فالحمد للہ علی موافقۃ المعقول للمنقول ولا حول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم۔

[۱۳۵]
قولہ ——— برقبتک وھبتک [۴]

---

[۱] حاشیۃ الطحطاوی ، ج۲ ، ص ۹۱

[۲] ایضاً : ص ۱۱۱

[۳] ایضاً : ص ۱۱۳

[۴] ایضاً : ص ۱۳۸

اقول ـــــ صواب برفقتك كما فی الهندیة۔

۱۳۶
قولہ ـــــ وامك عفوت عنك ^۱

اقول ـــــ اخاف ان یکون فی الدر المنتقی ذکر وجہ کون قولہ وهبتك لاهلك کنایة بانہ یحتمل الطلاق و یحتمل ان المعنی عفوت عنك لاجلهم فزلت قدم النظر وقد قال فی متن الدر المنتقی الملتقی وهبتك لاهلك فقال فی مجمع الانهر ای عفوت عنك لاجل اهلك او وهبتك لهم لانی طلقتك۔

۱۳۷
قولہ ـــــ اظفری بمرادك ^۲

اقول ـــــ مثل ذلك الاحتمال فی هذا فلعلہ مذکور تحت قولہ افلحی کما قدم الفاضل المحشی فی هذہ الصفحة عن هذا البحر من انہ یقع الطلاق فیها بالنیة لانہ بمعنی اذهبی ویحتمل اظفری بمرادك الخ نعم هو ظاهر حیث سألت المرأة طلاقها وقالت ارید ان تطلقنی فقال اظفری بمرادك ولیراجع الدر المنتقی۔

۱۳۸
قولہ ـــــ فی سم الخیاط لغو وکونہ متصلا ^۳

اقول ـــــ ویخطر ببالی ان لغویة تعلیق التطلیق بالمستحیل

---

^۱ حاشیة الطحطاوی ، ج ۲ ، ص ۱۳۸

^۲ ایضاً

^۳ ایضاً : ص ۱۵۰

ظاہر کل ظہور اما ان علق بہ عدم الطلاق کان
دخل الجمل فی سم الخیاط فلست بطالق ھل یقع
لان مفہومہ تعلیق التطلیق بالکائن فیکون تنجیزا
ام لا لان الطلاق انما یقع باللفظ لا بمجرد النیۃ و
الفرض ولذا قالوا لو قال لا حاجۃ لی فیک لا یقع الطلاق
نوی اولم ینو لانہ لیس من الفاظہ فکذا ھٰھنا التطلیق
مفہوم لا ملفوظ فلیحرر واللہ تعالیٰ اعلم۔

قولہ[۱۳۹] ——— ولو معہا شیئ خبز ما یطبخ کفاکھۃ۔

اقول ——— قلت وعرفنا اعم منہما فانہما تعدان اثرۃ
ولو لم یکن معہا شیئ۔

قولہ[۱۴۰] ——— او تطاول واقعدہ فہو مریض [۱]

اقول ——— قلت ولکن الشامی من الوصایا عند قولہ و
اعتمد فی التجرید ما یعطی خلاف ھٰذہ۔

قولہ[۱۴۱] ——— او دلالۃ الحال علیٰ ما مر [۲]

اقول ——— اقول للفقیر کلام فی الاکتفاء بدلالۃ الحال۔

قولہ[۱۴۲] ——— اذا صار ماکولا ان ال ملک المبیح عنہ [۳]

اقول ——— اقول اراد بہ مستہلکا فشمل ما اباح بہ۔

---

[۱] حاشیۃ الطحطاوی ، ج ۲ ، ص ۱۶۵

[۲] ایضاً : ص ۱۹۷

[۳] ایضاً : ص ۲۰۱

الماء ليتوضأ به او يغتسل او يغسل الثياب وامثال ذٰلك۔

[۱۴۳]
قوله ـــــ المراد بالاباحة التمليك [۱]

اقول ـــــ كيف يراد بالاباحة التمليك معانه قابلها بقوله وكذا اذا ملكه وكان الحامل للمولى المحشی الفاضل علی ذٰلك انه قال اولا اباحه دفعة وثانیا ملكه بدفعات فظن ان الفرق فی المسألتين انما هو بدفعة ودفعات والا لكان تقييد الاول بدفعة والأخر بدفعات باطلا ولٰكن ما احسن ما اشار اليه المولی المحقق الشامی فی الجواب عن هٰذه بانه من قبيل الاحتباك حيث صرح فی كل الموضعين بما سكت عنه فی الموضع الأخر الخ فالمراد فی كلا الموضعين بدفعة او دفعات۔

[۱۴۴]
قوله ـــــ والشكاز والممسوس [۲]

اقول ـــــ علی صيغة المبالغة هو الذی اذا عانق المرأة او لمسها او قبلها انزل قبل ان يدخل فی قبلها۔

[۱۴۵]
قوله ـــــ فهو اعم من الاصطلاحی [۳]

اقول ـــــ بل هو اخص من الاصطلاحی فان الاصطلاحی من

---

[۱] حاشية الطحطاوی ، ج۲ ، ص ۲۰۱

[۲] ايضاً : ص ۲۰۹

[۳] ايضاً

لا یقدر علی جماع فرج زوجتہ وان قدر علی جماع دبرہا او جماع فروج سائر النساء او لانّ للغوی من لا یقدر علی الجماع مطلقاً ولکنہ اراد ان الماخوذ فی اللغوی عدم القدرۃ علی جماع جمیع النساء وفی الاصطلاحی عدمہا علی جماع فرج امرأتہ خاصۃ فکان بہذا المعنی اعم ای اشمل للفروع المنتفیۃ القدرۃ علی جماعہا فافہم۔

قولہ ۱۴۶ ——— اشد من جماع القبل [1]

اقول ——— ولکنہ لم یعلم ان القدرۃ علی فرج الزوجۃ ربما منتفی بعقد السحر۔

قولہ ۱۴۷ ——— وظاہرہ ولو محکما [2]

اقول ——— لکن مخالف تصریح ما فی الخیریۃ من التحکیم الا انہ لم یستند الی نقل سواء تصریحہم بالضابط الکلی وہو جواز التحکیم فی غیر الحد والقود۔

قولہ ۱۴۸ ——— ہذا یرجع الی التجربۃ [3]

اقول ——— یعنی وقد ثبت الفرق بالتجربۃ۔

---

[1] حاشیۃ الطحطاوی ، ج ۲ ، ص ۲۰۹

[2] ایضاً : ص ۲۱۱

[3] ایضاً : ص ۲۱۲

[4] اللغوی (مخطوط)

۱۴۹
قولہ ـــــــ و الحق بہا القہستانی کل عیب [۱]

اقول ـــــــ اقول ھو نص الزیلعی فی التبیین حیث قال رحمہ اللہ تعالٰی قال محمد ترد المرأۃ اذا کان بالزوج عیب بحیث لا تطیق المقام معہ لانہا تعذر علیہا الوصول الی حقہا بعیب[۲] فیہ فکان کالجب و العنۃ بخلاف ما اذا کان بہا عیب لان الزوج قادر علی دفع الضرر عن نفسہ بالطلاق و یمکنہ ان یستمتع بغیرہا۔

۱۵۰
قولہ ـــــــ لانہا ینافض قولہ بعد و لا حق [۳]

اقول ـــــــ لا یتناقض بعد ما یقرر ان قولہ لا حق لولد عم[۴] الخ انما ھو فی حق المشتہاۃ اذا کان ابن العم غیر مامون علی ما سینقلہ من البحر فافہم واللہ تعالٰی اعلم۔

۱۵۱
قولہ ـــــــ تقتضی عدم الدفع الیہ [۵]

اقول ـــــــ اما اولاد الاعمام فانہ یدفع الیہما الغلام و الصغیر لا تدفع الیہم (کما فی ملخصا) لا حق لغیر المحرم فی حضانۃ الجاریۃ ولا للعصبۃ الفاسق علی الصغیرۃ

---

[۱] حاشیۃ الطحطاوی ، ج ۲ ، ص ۲۱۳

[۲] بعیب (مخطوطہ)

[۳] حاشیۃ الطحطاوی ، ج ۲ ، ص ۲۴۶

[۴] ولد عم (مخطوطہ)

[۵] حاشیۃ الطحطاوی ، ج ۲ ، ص ۲۴۶

(کفایہ) کلہا فی (الہندیۃ) الانثی لا تدفع الا الی محرم (خیریہ عن المنہاج للعقیلی والخلاصۃ والتاتارخانیۃ وغیرہ) لاحق لابن العم فی حضانۃ الجاریۃ (خانیہ) وھذا ھو الذی یعطیہ کلام العلامۃ (فی فتح القدیر) وکذلک عمم الحکم (فی الہدایۃ) من دون التفصیل بین المشتہاۃ وغیرھا والمامون وغیرہ وان کان ظاہر الفاظ دلیلہ ناظرا الی التفصیل لتعلیلہ بالتحرز عن الفتنۃ ومعلوم ان لا امتنان الا بالمشتہاۃ واللہ اعلم بالصواب۔

قولہ[٥٢] ——— وھو ابن سبع سنین [۱]

اقول ——— والصواب عشر سنین۔

قولہ[٥٣] ——— لتعلقہ بامہ وبما یمنعہا او یمنعہ [۲]

اقول ——— ولہ وجہ اقوی فان المرأۃ نفقتہا علی زوجہا والعادۃ ثبوت یدھا علی البیت وما فیہا وربما یحملہا شفقتہا علی ان تطعم ولدھا من مال زوجہا وان تحرجت وقل من یتحرج منہن عن امثال ذلک لاسیما فی الفواکہ والمطعومات فان الزوج یتہمہا ویسیئ الظن بہا انہا تطعم ولدھا من اشیائہ فیحمل ذلک علی کراھتہ ومعاداتہ ثم یقع بذلک مشاجرات بین الزوجین فیکون ذلک اھیج لعداوتہ

---

[۱] حاشیۃ الطحطاوی، ج ۲، ص ٢٤٦

[۲] ایضاً

فی قلب الراب بخلاف الاجنبی فان النساء یتحرجن من امور الھم وھم قلما یتھمونھن وکل ذلک مرئی مشاھد فکثیرا ما رأینا الاجانب یشفقون علی الصغار ولم نر رابا الا وھو یکرھہ بیبہ وبالجملۃ فلہ مع الاجنبی عدم العلاقۃ ومع الراب علاقۃ العداوۃ فشتان ما ھما۔

قولہ [۱۵۴] —— لکثرۃ الفساد زیلعی [۱]

اقول —— ومحل ھذہ الروایۃ ما اذا کان ھناک اب او عصبۃ وان لا تبقی عند الحاضنۃ بہ خیریۃ قلت والمراد بالعصبۃ من کان من المحارم ولا تدفع ھی الا الیھم۔

قولہ [۱۵۵] —— للعلامۃ عبد القادر [۲]

اقول —— بن یوسف الآفندی الشھیر بقدری رونی ری۔

قولہ [۱۵۶] —— عن ھذہ المقاصد فیجوز الحلف بہ [۳]

اقول —— وردا لحدیث بذم الحلف بالطلاق وبہ صرح ابن بلبان فی شرح تلخیص الجامع کما نقلہ الشامی صلا و قد ذکرنا التوجیہ علی ھامشہ منہ

قولہ [۱۵۷] —— لان خلاف الشافعی بعد محمد [۴]

---

[۱] حاشیۃ الطحطاوی ، ج ۲ ، ص ۲۴۷

[۲] ایضاً : ص ۲۷۳

[۳] ایضاً : ص ۳۲۵

[۴] ایضاً : ص ۳۲۶

اقول ـــــ ليس الشافعی منفردا به بل سبقه بذلك ائمة مجتهدون تقدموه وتقدموا محمد بن الحسن۔

قوله[۱۵۸] ـــــ ولا يكون يميناً ولعل الفارق العرف [۱]

اقول ـــــ واحسن منه ما ورد فی رد المحتار انه قال كانه احتراز عما اذا بالسلطان البرهان والحجة الخ فان البرهان ليس من صفات الرحمٰن تبارك وتعالٰی۔

قوله[۱۵۹] ـــــ ان بعض الناس يجهلها [۲]

اقول ـــــ اقول ومع ذلك جديد العهد بالاسلام يرى كثيرا من احكام الشريعة الحقة مخالفة لاحكام ملته الباطلة فعلمه بحرمته فی ملته لا يوجب العلم بحرمته فی ملة الاسلام۔

قوله[۱۶۰] ـــــ وفی اخراج ذلك بالكيفية [۳]

اقول ـــــ خروجه عن حد الزنا الموجب للحد الذی لا يعلمه بجميع قيوده الا العلماء لا يوجب خروجه عن حد الزنی و تعريف ذاته شرعا الذی يسئل عنه الشهود احترازا عن عقده زنی العين واليدين مثلاً او التفخيذ والتسرير مثلاً ولذا اقتصر فی بيان ذاته

---

[۱] حاشية الطحطاوی ، ج۲ ، ص ۳۳۱

[۲] ايضاً : ص ۳۸۹

[۳] ايضاً

الشرعیۃ علی الایلاج فقط ولا شک ان وطئ المکرہ لا یخرج عن ایلاج الذکر فی الفرج فوجب السوال بکیف ھو لا اخراج المکرہ مثلا واللہ تعالیٰ اعلم۔

۱۶۱
قولہ — لان الدبر انما خلق فی الدنیا [۱]

اقول — وعلی قیاسہ ینبغی فی فروج النساء لانہا ثقبۃ البول۔

۱۶۲
قولہ — الا فیما یرجع الی النکاح [۲]

اقول — کالتزیین والاجابۃ [۳] الی الجماعۃ بشروطہا وعدم الخروج من بیتہ الا بحق وعدم البیتوتۃ عند احد ولو ابیہا الا اذا احتاج الیہا عینا وترک الصیام النافلۃ وتطیب اللباس والبدن بالعطریات والفرج بعد الحیض بفرصۃ ممسکۃ وامثال ذلک واللہ اعلم۔

۱۶۳
قولہ — وقد یقال انما الرجال [۴]

اقول — وعلی ھذا لا یبعد ان یقول قائل ان الامام ان کان محتاجا الی تکثیر العسکر فی الحال قدم شراء الرجال والا فتقدیم النساء احب صونا للفروج الزکیۃ عن وقوع الکلاب الدنیۃ واللہ تعالیٰ اعلم۔

---

[۱] حاشیۃ الطحطاوی ، ج ۲ ، ص ۳۹۸

[۲] ایضاً : ص ۴۳۹

[۳] الاحاجۃ (مخطوطہ)

[۴] حاشیۃ الطحطاوی ، ج ۲ ، ص ۴۴۸

قولہ [164] ——— ولعل رده من رده فی غزوة بدر [1]

اقول ——— لیس هذا من کلام الفتح بل نقله عن الامام الشافعی رضی الله تعالیٰ عنه کما بینه فی نصب الرایة [2]

قولہ [165] ——— فان تحقق من کفر والا فلا [3]

اقول ——— نعم تتفاوت الموجبات فی ذلك فمنها ما یستوی فیه الجانبان ولا یثبت الاستخفاف الا بدلیل کمن حکی ما کان علیه النبی صلی الله علیه وسلم من قلة [4] مبالاته بالتجمل [5] الظاهری فقد تصیر ثیابه وسخة [6] فحکایته ذلك اما علی طریق التلقی له صلی الله تعالیٰ علیه وسلم کما ذکرنا او اظهارا ان الدنیا لا تصلح للالتفات او غیر ذلك من المقاصد الحسنة فهو محمود وان حکی ذلك ازراء به صلی الله تعالیٰ علیه وسلم کفر ولا یعلم ذلك الا من خارج ومنها ما یترجح فیه جانب [7] الاستخفاف

---

[1] حاشیة الطحطاوی ، ج۲ ، ص۴۵۱

[2] نصب الرایه (مخطوطه)

[3] حاشیة الطحطاوی ، ج۲ ، ص۴۷۸

[4] حکمه (مخطوطه)

[5] بالتحمل (")

[6] ونسخه (")

[7] جانب جانب (")

فیحکم بہ مالم یدل دلیل علی خلافہ کالقار المصحف فی القاذورات[1] وکشف السوءۃ عند ذکر النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فاتقن ھٰذا الاصل تنفعک[2] فی الجزئیات واللہ تعالیٰ اعلم وانظرھا فی رد المحتار ج ۳ ص ۴۳۸۔

قولہ[۱۶۶] ــــــ لم تعص الانبیاء[۳]

اقول ــــــ وقع فی الاشباہ لم یعصوا فقال الحموی الظاہر انہ لم یعصموا کیف وقد ذھب اکابر المحققین من اھل السنۃ انھم علیھم الصلوٰۃ والسلام لم یعصوا اللہ تعالیٰ اصلا لا بعد النبوۃ ولا قبلھا منہ القاضی عیاض قلت وابن حجر المکی فی افضل القریٰ والزواجر۔

قولہ[۱۶۷] ــــــ لم یخلق آدم وھو خطأ[۴]

اقول ــــــ اقول بل الصواب المجمع علیہ الوارد فی صحاح الاحادیث فاحذر ھٰذا الخطأ۔

قولہ[۱۶۸] ــــــ بعث رجل بعینہ[۵]

اقول ــــــ وفیہ نظر فان النصوص المتواترۃ علی ما فیھا من

---

[1] قاذرات (قاذورات)

[2] عندنا (")

[3] تنفلک (")

[4] حاشیۃ الطحطاوی، ج ۳، ص ۴۷۹

[5] ایضاً

الکثرۃ کما اثبتت البعث مطلقا کذا اثبتت البعث المطلق وھو ایضا من الضروریات لاشک فلیتامل۔

قولہ[169] ـــــ ولم یتصادقا علی الوکالۃ [1]

اقول ـــــ صوابہ لم ینصا علی الوکالۃ منہا کما نقلہ ش عن ط۔

قولہ[170] ـــــ قلت ذکرہ قبلہ عن الطحاوی [2]

اقول ـــــ نعم ذکر ذٰلک لکن عقبہ بتصحیح خلافہ ولذا قال ش العجب عن نقل صدر عبارۃ البحر ولم ینظر تمامہا الخ مرضابہ علی الفاضلین المحشین۔

قولہ[171] ـــــ من الطریق لھم ذٰلک [3]

اقول ـــــ اذا کان الطریق للعامۃ ولم یضر ذٰلک بالمارۃ وکان المسجد محتاجا الی التوسیع نص علی ذٰلک الزیلعی والدر ایضاً وغیرھما۔

قولہ[172] ـــــ وصرح بہ الزیلعی [4]

اقول ـــــ بلفظ عند الدال بظاہرہ علی انہ ظاہر الروایۃ ولکن قد علمت ما فی الدر وغیرہ۔

قولہ[173] ـــــ ولو فوض المتولی الامر لغیرہ لایصح [5]

---

[1] حاشیۃ الطحطاوی ، ج۲ ، ص ۵۱۸

[2] ایضاً : ص ۵۳۲

[3] ایضاً : ص ۵۳۶

[4] ایضاً : ص ۵۳۷

[5] ایضاً : ص ۵۴۴

اقول ـــــ وان اوصی بالتولیۃ جاز وکان الوصی ھو المتولی بعد کما فی الخیریۃ ص۱۸۵ ویأتی فی ط (طحطاوی) اخر ص۵۵۶۔

۱۷۴
قولہ ـــــ لایثبت الحق للمفروغ لہ[1]

اقول ـــــ ولاینعزل ھٰذا الفارغ الا اذا کان بعلم من الواقف او القاضی کما یأتی متنا۔

۱۷۵
قولہ ـــــ وان فی مرضہ[2]

اقول ـــــ ونازع الحموی لا تجوزہ[3] الی ابطال شرط الواقف

۱۷۶
قولہ ـــــ بان الوقف صحیح[4]

اقول ـــــ ای لازم لزوم الواقف فلا یملک سلطان اخرابطالہ ولیس المراد انہ وقف صحیح شرعی یجب اتباع بشروط کما حققہ العلامۃ الشامی رحمہ اللہ۔

۱۷۷
قولہ ـــــ فی المشتری من بیت المال[5]

اقول ـــــ یعنی اذا علم الشراء ولم یعلم[6] من انہ حقیقی ام لا یحمل علی الصحۃ اما مالم یعلم فیہ نفس[7] الشراء فھٰذا لا یحمل

---

[1] حاشیۃ الطحطاوی ، ج۲ ، ص ۵۴۴

[2] ایضاً

[3] لا تجوزہ (مخطوطہ)

[4] حاشیۃ الطحطاوی ، ج۲ ، ص ۵۴۸

[5] ایضاً

[6] × (مخطوطہ)

[7] نفس (")

علی الصحة ولا یکون الا وقفا صوریا لان وقفه لا یستلزم
شرائه کما حققه الفاضل الشامی رحمه الله۔

۱۷۸
قوله ——— وبعده عطف [1]

اقول ——— تبع فیه السید الحموی وانظر ما کتبنا علیه۔

۱۷۹
قوله ——— ولا مانع من عطفه [2]

اقول ——— بل هو المتعین کما بینا ثمه۔

۱۸۰
قوله ——— بیع المضطر وشراؤه فاسد [3]

اقول ——— وانظر [4] الی حکایة الامام [5] مع الاعرابی فی بیع السماء
المذکورة فی الاشباه ولعلها لم یثبت عن الامام فافهم۔

۱۸۱
قوله ——— ولا یفعل ذلک فی غیر الدنانیر [6]

اقول ——— ولیس للغریم ان یاخذ الدنانیر بنفسه اذا کان
دینه دراهم ولا العکس علی ظاهر الروایة مصحح قاضیخان
فی باب الصرف والفتوی فی زماننا علی مذهب الامام
الشافعی وانظر ما سیأتی فی الحجر۔

---

[1] حاشیة الطحطاوی ، ج ۲ ، ص ۵۷۳

[2] ایضاً

[3] ایضاً ، ج ۳ ، ص ۶۷

[4] ونظر (مخطوط)

[5] العام (")

[6] حاشیة الطحطاوی ، ج ۳ ، ص ۷۳

۱۸۲
قولہ ــــ ولو استھلکہ بطبخہ [1]

اقول ــــ ھٰذا التعمیم مستقیم علیٰ مذھب الصاحبین فان عندھما لا یملک الغاصب بتغیر المغصوب و استھلاکہ مالم یؤد قیمتہ او یضمن اما علیٰ مذھب الامام فیملک لکن السبب خبث فیکون کالمشتری فاسدا فینبغی ان یطیب للمشتری فیہ لان سبب الخبث مقتصر علی الغاصب ولا یتعلق حق المغصوب منہ بعین المغصوب بعد التغیر والاستھلاک لانتقال حقہ الی الضمان بل قد حققنا ان حصول الملک بذٰلک مجمع علیہ بین ائمتنا کما بینا علیٰ ھامش ردالمحتار من الغصب۔

۱۸۳
قولہ ــــ کذا فی البحر عن البزازیۃ [2]

اقول ــــ لیس بلفظ الصحیح فی البزازیۃ اٰخر الفصل العاشر من البیوع۔

۱۸۴
قولہ ــــ افادہ فی الھندیۃ [3]

اقول ــــ وکذا فی الخانیۃ من باب الصرف۔

۱۸۵
قولہ ــــ ان ذکر علیٰ سبیل الاستمھال [4]

---

[1] حاشیۃ الطحطاوی ، ج ۳ ، ص ۸۲

[2] ایضاً : ص ۸۶

[3] ایضاً : ص ۱۰۶

[4] ایضاً : ص ۱۲۶

اقول — مفاد العبارة ان هذا التشقيق فيما لا تعامل فيه۔ فيكون الفساد مشروطا بشرطين احدهما عدم[1] التعامل والآخر الذكر على وجه الاستمهال و الصحة تحصل باحد الامرين التعامل او الذكر على سبيل الاستعجال وليس كذلك بل الامر بالعكس فالصحة مشروط بشرطين التعامل وعدم الاجل للاستمهال والفساد يحصل باحدهما فليتنبه۔

۱۸۶
قوله — اهل المذهب عدة[2]

اقول — فمنها الحاكم الشهيد كما فى القهستانى۔

۱۸۷
قوله — فالاولى حذف لیتأتى الخلاف[3]

اقول — فيه ان البيع اذا كان مطلقا ولا ذكر فى نفس العقد لشرط الفسخ وعدم اللزوم صريحا ولا دلالة وانما وعد ذلك من بعد ولم يكن غبنا فاحشا بعلم البائع ولا وضع رابح على اصل الثمن فلا يجعل رهنا البتة و قد مر[4] ان بيع الوفا هو الذى يذكر فيه الفسخ فى نفس العقد هكذا فسر فى البحر الرائق والهندية وجواهر الفتاوى

---

[1] قدم (مخطوطہ)

[2] حاشية الطحطاوى ، ج ۳ ، ص ۱۲۶

[3] ایضاً : ص ۱۴۳

[4] والامر (مخطوطہ)

و حاشیۃ الفصولین و العنایۃ و الکفایۃ و المحیط وغیرہا و فیہ تجری الاختلافات اما ما ذکر فی القیل الثالث من التفصیل فاستقصار للصور المحتملۃ فی المسئلۃ و ان لم یمکن بعضہا بیع وفا فسقط قول لیتأتی الخ فافہم۔

قولہ ۱۸۸ — وہو الصحیح [۱]

اقول — وینبغی استثناء ما کان معہود الان المعروف کالمشروط۔

قولہ ۱۸۹ — و اصلاحا لمہم مستحق علیہ دیانۃ [۲]

اقول — افاد ان کل ما کان مستحقا علی اخذ دیانۃ فلا یجوز اخذ شیئ علیہ فافہم۔

قولہ ۱۹۰ — بحر وقال فی الہندیۃ [۳]

اقول — من بعد قول تتمۃ الی ھٰھنا کلہ من البحر۔

قولہ ۱۹۱ — وتجوز المصانعۃ للاوصیاء [۴]

اقول — ای اعطاء شیئ رشوۃ لدفع ظلم الظلمۃ اذ علموا ان لو منعوا ان ادت المؤنۃ او نقصت الاموال انظر الی الہندیۃ من باب الوصیۃ۔

---

[۱] حاشیۃ الطحطاوی ، ج ۳ ، ص ۱۷۷

[۲] ایضاً

[۳] ایضاً

[۴] ایضاً : ص ۱۷۸

۱۹۲

قولہ ــــ حیلۃ الاستئجار المتقدم انتھی لہ[1]

اقول ــــ عبارۃ الخلاصۃ والثالث الاھداء لدفع[2] الظلم عن نفسہ وھو حرام علی الآخذ والحیلۃ ان یستاجرہ ثلثۃ ایام اونحوہ لیعمل لہ ثم یستعملہ اذا کان فعلا یجوز کتبلیغ الرسالۃ ونحوہ وان لم یبین المدۃ لایجوز الخ اقول ویدل علی انہ لایحل الاخذ علی دفع الظلم وان کان الظالم غیرہ فان حیلۃ الاستیجار انما یکون فی امر[3] جائز فیدل علی ان دفع الظلم عن المظلوم مستحق دیانۃ علی کل من یقدر علیہ فلا یجوز لہ اخذ الاجر علیہ وکان ھذا ھو المراد بقول البحر المار اصلاح المھم المستحق علیہ دیانۃ بدلیل قول الھندیۃ المار عن المحیط اذا اعطاہ بعد ان سوی امرہ ونجاہ من الظلمۃ الخ وحینئذ لاحاجۃ الی ماکتبت علی قول البحر المذکور ج۶ ص ۲۸۶ مانصہ اقول لعل ھذا اذا کان مقررا علیہ من جھۃ السلطان بمشاھرۃ فیجب علیہ بحکم الاجارۃ فافھم، وانظر ماکتبنا علی ش ج۴ ص ۲۷۱۔

۱۹۳

قولہ ــــ یخص الانبیاء کآدم وداؤد[4]

---

[1] حاشیۃ الطحطاوی ، ج۳ ، ص ۱۷۸

[2] الابداء لہ (مخطوطہ)

[3] عند ہذ (")

[4] حاشیۃ الطحطاوی ، ج۳ ص ۱۸۱

اقول ـــــــ وقد ورد فی الحدیث فان فیہا خلیفۃ اللہ المہدی وینادی من السماء ھٰذا خلیفۃ اللہ المہدی فاسمعوا لہ واطیعوا۔

۱۹۲
قولہ ـــــــ لان الصحابۃ تقلدوہ من معاویۃ [۱]

اقول ـــــــ ما اشنعہ [۲] مثالا وافظعہ [۳] لا یستجرّ بہ الفسفقۃ الظلمۃ الھمزۃ اللمزۃ الذین فی قلوبہم مرض الی تسکین بغض عظیم من صحابۃ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم والقصد المتعین المفترض علی کل مسلم ان الجائر ھو الواضع شیئًا غیر موضعہ کما ان العادل ھو الذی یضع کل شیئ موضعہ ولاشک ان السید معاویۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ لما خرج علی الامام المرتضیٰ والخلیفۃ المجتبیٰ ولقد کانا واللہ امامی حق وخلیفتی صدق وادعی ما ادعی فقد وضع الشیئ فی غیر موضعہ اذلم یکن غیر السمع والطاعۃ فی وسعہ ولیس قولہم ھٰذا باعجب من قول النبی صلی اللہ علیہ وسلم لحواریہ وابن عمتہ واحد عشرتہ سیدنا ومولانا زبیر بن العوام رضی اللہ تعالیٰ عنہ تحاربہ ای سیدنا علیا کرم اللہ وجہہ احسن تکریم وانت ظالم لہ او کما قال صلی اللہ

---

[۱] حاشیۃ الطحطاوی ، ج۳ ، ص ۱۸۱

[۲] ماشنعہ (مخطوطہ)

[۳] مافظعہ (")

تعالیٰ علیہ وسلم فلیس لفظ الجانی اکبر من لفظ الظالم
والایمان یشہد بانہ لم یرد ھٰہنا ما ارتکن فی الاذہان
الا ما ذکرنا فی تاویل الجواب من وضع الشیئ فی غیر موضعہ
فان کان ھٰذا الوضع عن تعنت وعناد فہو المزعوم المشوم
او عن خطأ فی اجتہاد فصاحبہ معذور و ماجور غیر ما ذور
قطعا فیقبح ھٰذا اللفظ لان فیہ فتح باب انتہاک حرمۃ
الاصحاب -

۱۹۵
قولہ ـــــ فلان المقلد ما قلدہ [۲]

اقول ـــــ الذی قلدہ للقضاء وجعلہ قاضیا۔

۱۹۶
قولہ ـــــ لم یظہر معنیٰ ھٰذہ العلۃ [۳]

اقول ـــــ الحمد للہ معناہ واضح فان الذی لا یکتفی بقولہ [۴]
انما عدلہ لیمشی شہادۃ نفسہ اذ لولاہ لردت بالوحدۃ۔

۱۹۷
قولہ ـــــ فیہ ان المقصود [۵]

اقول ـــــ فیہ ان عرف من التعریف لا من المعرفۃ فسقط الاعتراض
راجع ما علقنا علیٰ رد المحتار۔

---

[۱] ومع (مخطوطہ)

[۲] حاشیۃ الطحطاوی ، ج ۳ ، ص ۱۹۸

[۳] ایضاً : ص ۲۵۹

[۴] بقول (مخطوطہ)

[۵] حاشیۃ الطحطاوی ، ج ۳ ، ص ۲۹۲

۱۹۸
قوله ـــــ فيه تعليل الشيئ بنفسه[1]

اقول ـــــ ان تقول انه تعليل لعدم افادة اجازة المالك شيئاً لا لصيرورته غاصبا بالمخالفة حتى يكون مصادرة على المطلوب والمعنى انه لما صار غاصبا فلا يملك المالك قلب[2] الغاصب مضاربة باجازته فتبصر فلعل الحق لا يتجاوز عنه والله تعالى اعلم۔

۱۹۹
قوله ـــــ تربو الفاسدة على الصحيحة[3]

اقول ـــــ لانه ان لم تربح الصحيحة لا شيئ له۔

۲۰۰
قوله ـــــ لانه صحيح[4]

اقول ـــــ قبل الامن السلطان فهبة كما فى الهندية ۔

۲۰۱
قوله ـــــ والقبض شرط ثبوت الملك[5]

اقول ـــــ فى نسخة الهندية التى عندى لفظ قبول[6] مكان القبض وهو الظاهر للتفريع[7]

---

[1] حاشية الطحطاوى ، ج۳ ، ص ۳۶۲

[2] قلب (مخطوطہ)

[3] حاشية الطحطاوى ، ج۳ ، ص ۳۶۲

[4] ايضاً : ص ۳۸۵

[5] ايضاً : ص ۳۹۳

[6] و ايضا فى النسخة المطبوعة من نورانى كتب خانہ پشاور ، لفظ قبول۔

[7] ان التفريع (مخطوطہ)

۲۰۲
قولہ ــــــ مافی المحیط بما قالوا لو وضع مالہ [1]

اقول ــــــ علی النسخۃ التی عندی فلا تائید بل ھو مخالف لما فی المحیط فانہا ان [2] تمر دل علی عدم اشتراط القبول ایضا مع ان المحیط انما ینکر الرکنیۃ دون الاشتراط وقد اجبنا عن استدلال القہستانی، ھذا علی ھامش رد المحتار واللہ تعالی اعلم۔

۲۰۳
قولہ ــــــ وعدم صحتہا بخیار [3]

اقول ــــــ ولکن قال القاضی الامام فی الخانیۃ ولو وھب شیئا علی ان الواھب بالخیار ثلاثۃ ایام صحت الھبۃ وبطل الخیار لان الھبۃ عقد غیر لازم فلا یصح فیہا شرط الخیار [4] وھو کما تری صریح فی ما یفیدہ المتن وان کان مخالفا لما یعطیہ تفریع الشرح فافہم وحرر۔

ثم رأیتہ صرح فی الخانیۃ متصلا بما نقلتہ مقدما علیہ لو وھب غلاما او شیئا علی ان الموھوب لہ بالخیار ثلثۃ ایام ان اجاز قبل الافتراق جاز وان لم یجز حتی فترقا لم یجز انتہی [5] فاما [6] عدم صحۃ الشرط فیما اذا کان الخیار للواھب

---

[1] حاشیۃ الطحطاوی ، ج۳ ، ص ۳۹۳

[2] فانہا ان (مخطوطہ)

[3] حاشیۃ الطحطاوی ، ج۳ ، ص ۳۹۳

[4] فتاوی خانیہ علی ھامش الفتاوی الہندیۃ ، ج۳ ، ص ۲۶۶ [5] ایضا

[6] فاما عدم (مخطوطہ)

وعدم صحة الهبة فيما اذا كان للموهوب له فكلام المصنف رحمه الله مطلق فی محل التخصیص وتفریع الشارح رحمه الله تفریع علی المضاد ثم الذی ظهر لی من الفارق بینهما ان الهبة بنفسها لا تلزم فاشتراط الخیار فیها للواهب لغو فیلغو الشرط کما افاده بقوله لان الهبة عقد غیر لازم الخ بخلاف البیع فانه لازم جازم فیصح ان یشترط البائع الخیار لمشتری[1] وکذا المشتری واما اذا کان الخیار للموهوب له فهٰذا اضرار بالمتبرع وحجر له عن التصرف فی ماله الی ثلاثة ایام مثلا وشخوص بصر الی الموهوب له هل یقبل ام یرد ففیه قلب الموضوع مع ان الخیار فی القبول خفة[2] وانما جاز فی البیع دفعا للحاجة کیلا یغبن وههنا لاحاجة فلا یشرع فیبقی منافیا للقبول علی اصله لانه بناء علی محظور متردد مشکوک فاذا افترقا عن خیار للموهوب له فکانما افترقا من دون قبول ومعلوم ان القبول اذا لم یکن فی المجلس لم تصح الهبة فکذا هٰذا ما ظهر للعبد الضعیف فافهم والله تعالیٰ اعلم۔

٢٠٢

قوله ـــ الاکل والاخذ بہ[3]

اقول ـــ الذی فی الخانیة والهندیة[4] وغیرهما حل الاکل

---

[1] الترددی (مخطوطه)

[2] حقیقه (")

[3] حاشیة الطحطاوی ، ج ٣ ، ص ٣٩٤

[4] فتاوی هندیه ، ج ٤ ، ص ٣٨١

دون الاخذ والاعطاء ودلیله فی الخانیۃ ۔

۲۰۵
قولہ ـــــ شیخ الاسلام [1]

اقول ـــــ والامام قاضی خان ۔

۲۰۶
قولہ ـــــ و فی قرضہ فانہ یجوز اجماعا [2]

اقول ـــــ کان اعطاہ الفا نصفھا قرض و نصفھا ثمن ما اشتری مثلا ۔

۲۰۷
قولہ ـــــ ولو سلمہ شائعا لا یملکہ فلا ینفذ تصرفہ فیہ [3]

اقول ـــــ ھو الصحیح وھو المختار وھو ظاھر الروایۃ وعلیہ العمل وعلیہ اعتماد الشامی والفتوی بخلافہ انما ھی فی بعض الفتاوی فلا ترجح علی ظاھر الروایۃ المصحح المختار وان کان فی الجانب الاخر لفظ بہ یفتی وتمامہ فیہ فلیراجع [4]

۲۰۸
قولہ ـــــ عن قصد الاضرار وقال فی الخانیۃ [5]

اقول ـــــ التفصیل بہ انما کان فی صورۃ التفصیل وما بھبۃ الکل من احدھم فاضرار مطلقا فلم یرد العلامۃ الطحطاوی بنص البزازیۃ ھذہ المسألۃ وانما اراد نقولہ[6] وعند الثانی

---

[1] حاشیۃ الطحطاوی ، ج ۳ ، ص ۳۹۶

[2] ایضاً

[3] ایضاً

[4] فتاوی شامی ، ج ۳ ، ص ۵۱۱

[5] حاشیۃ الطحطاوی ، ج۳ ، ص ۴۰۰

[6] قولہ (مخطوطہ)

التصنیف وهو المختار اطلاقا[1] عن قصد الاضرار بخلاف ماصر فی الدر المختار من ان التسویۃ انما هو عند قصد ضرهم فافهم۔

قولہ ٢٠٩ —— علی انہ یجوز بدون تسلیم وانہ غیر الهبۃ[2]

اقول —— نقل مجهول لا معقول ولا مقبول اما الجهالۃ فلان المفتاح لیس من کتب المذهب واما انہ غیر معقول فلان التملیک حالا اما للعین او للمنافع وکل اما بعوض او مجانا هٰذا تقسیم حاصر عقلی لا امکان لخروج قسم عنہ ومعلوم بداہۃ ان هٰذا الشیئ الذی ذکر لیس تملیک المنافع ولا تملیک العین بعوض فان لیس تملیک المنافع ولا تملیک العین بعوض فاذن لیس الا تملیک العین حالا مجانا وما هو الا الهبۃ وبہ فسرت فی المتون وقال قاضی زادہ فی نتائج الافکار الهبۃ فی الشریعۃ تملیک المال بلا عوض کذا فی عامۃ الشروح بل المتون وما عهد من الشرع المطهر قط عقد یکون لتملیک العین فی الحال بلا عوض ولا یکون هبۃ ولو کان لوجب ان یخص[3] لہ کتاب او باب او فصل او اقل شیئ فی کتب المذهب کما

---

[1] اطلقہ (مخطوطہ)

[2] حاشیۃ الطحطاوی ، ج ٣ ، ص ٣٠٩

[3] یعقد (مخطوطہ)

عقدت الكتب للبيع والهبة والعارية والاجارة لكن ترى
كتب المذهب عن آخرها خالية عن ادنى ايماء الى ذلك
فاذن هو عقد غير معهود من الشرع بل وغير معروف
فى عرف الناس قاطبة فانك لو اخبرت احدا ان زيدا
ملك داره من عمرو مجانا فى الحال لم يفهم[1] منه احد[2] الا الهبة
ولا يطرق ببال صبى عاقل[3] ولا عالم فاضل[4] غيرها وقد
علل فى الهداية وغيرها عامة الكتب المتعلقة اشتراط
القبض فى الهبة بانه عقد تبرع وفى اثبات الملك قبل
القبض الزام المتبرع شيئا لم يتبرع به وهو التسليم[5] فلا يصح
والتمسك بمسئلة الاقرار ادل دليل على ان هذا الكلام
لم يصدر عن فقيه فانه انما كان المراد مؤاخذة باقراره
فهل يستدل به على ان التمليك يصح من دون ايجاب
من المملك اصلا ثم لا تشك انه[6] لو اقر بالبيع جاز فهل
يستدل به على ان البيع يتم من جانب البائع وحده لانه

---

[1] يفهم (مخطوطہ)

[2] احد (")

[3] ولا يطرق ببال صبى عاقل (")

[4] فاضل (")

[5] ھدایہ اخیرین، کتاب الهبة۔

[6] حجاب (مخطوطہ)

لیس ھٰھنا شیئ من جانب المشتری بل الشیئ الذی غفل عنہ ھٰذا الاستدلال[2] ان الاقرار اخبار[1] من وجہ کما انہ انشاء من وجہ فلشبہ الاخبار یؤاخذ بامثال الاقرار لا لانہ انشاء عقد لا یحتاج الی القبض الاتری انہ لو اقر لغیرہ بنصف[3] دارہ مشاعا صح کما فی الدر وغیرہ ولیس[4] ذلک الا لشبہ الاخبار ولو کان انشاء لم یصح کما نصوا علیہ مع وجوب الصحۃ علی وھم ھٰذا الواھم ان التملیک قد تقدم فی الاقرار متنا وشرحا جمیع مالی او ما املکہ لہ ھبۃ لا اقرار فلا بد من التسلیم بخلاف الاقرار[5] اھ۔

فقد افاد ان لام التملیک تفید الھبۃ و یشترط التسلیم وان عدم اشتراط فی الاقرار من جہۃ انہ اخبار من وجہ لا ان ھٰھنا عقد الا یحتاج الی التسلیم والنکتۃ فیہ ان التملیک یعم البیع والھبۃ فاذا اقر بانہ ملک الثمار وھی علی الاشجار صرف الامر الی البیع مواخذۃ لہ

---

[1] ان (مخطوطہ)

[2] ھٰذا استدلال (")

[3] اقار (")

[4] [illegible] (")

[5] لیس (")

باقرارہ وتصحیحا للکلام فیما امکن بخلاف ما لواقر بانی[1]
قد ملکتہ من فلان قبل ولم یبحث عن الشغل والبعض
وغیرھما لان الاقرار بالتملیک اقرار بخروجہ عن ملکہ
الی ملک المقرلہ ولا یصح[2] ذلک فی التبرعات الابالقبض
المصرفالاقرار بہ اقرار بالھبۃ وبالاقباض معا بخلاف
ما لواقر فی وھبتہ فان صدور الھبۃ من الواھب لا یستلزم
الاقباض فلایکون اقرار بحصول الملک للموھوب لہ
ھٰذا ھو الفرق بین الاقرارین لاما زعم ان التملیک
لایحتاج الی القبض ولولا ذکر[3] ھٰذا الدلیل لایقنا ان ھٰذا
النقل والفتوی مکذوب[4] بہ علی المشائخ ولکن
باستدلالہ[5] تبین ان الخطأ فی الفہم وقد قدمنا نصوصا
قاطعۃ بان التملیک ھٰھنا ھبۃ وقد اعترف بہ ھٰذا
الفاضل فی صدر کلامہ[6] ان التملیک یکون فی معنی الھبۃ
وتتم[7] بالقبض فاذا کان تمامہ بالقبض فکیف یجوز بدونہ

---

[1] بالی (مخطوطہ)

[2] والاصح (مخطوطہ)

[3] ذکرہ (〃)

[4] مکذون (〃)

[5] باستدلالہ (〃)

[6] حاشیۃ الطحطاوی ، ج ۳ ، ص ۹۲ م

[7] وتم (مخطوطہ)

التسليم ثم العجب اشد العجب ان الاختلاف كان فى انه لوقال ملكتك هذا هل يكون هبة ام لا يصح اصلا لان التمليك اهم كما قدمنا عن رد المحتار و الان جاء تنا الفتوى بانه صحيح طلقا حتى بلا قبض بل هذا اعجب عجاب وقد اسمعناك[1] نص التتمة و جامع الفصولين والخير الرملى والعقود الدرية ان المحضر المكتوب فيه ملك تمليكا صحيحا فاسد غير مقبول لان جهة التمليك فيه مجهول ومن قبله قبله حملا له على الهبة و الان صار مقبولا لانه عقد جديد مخترع لم يعهد فى شرع ولا عرف وان قوله موت المقر بمنزلة التسليم بالاتفاق خرق للاجماع الناطق بان موت احد العاقدين قبل التسليم مبطل فالحق ان هذا النقل المجهول غير المعقول[2] مما لا يحل الاعتماد بل يسوغ الالتفات اليه وبالله العصمة والتوفيق۔

قوله ـــــــ اخبار لا تمليك[3]

اقول ـــــــ كذا نقل عندا عنى عن الطحطاوى[4] فى قرة العيون

---

[1] سمعناك (مخطوطہ)

[2] الغير المقبول (")

[3] حاشية الطحطاوى ، ج ۳ ، ص ۳۰۹

[4] ط (مخطوطہ)

وھو الصواب۔

قولہ ۲۱۱ —— لیس لہ التصرف فیہ [1]

اقول —— وکذا اذا کتب فیہ اقرأہ واوصلہ الی فلان فلیس لہ التصرف فیہ وانما علیہ ان یرد الی المالک او یوصل الی فلان۔

قولہ ۲۱۲ —— یجب بالغاً [2]

اقول —— ای وان زاد علی المسمی۔

قولہ ۲۱۳ —— من الحلیۃ او من المقاصد الحسنۃ [3]

اقول —— ھکذا نقل عنہ الشامی وسکت [4] علیہ مع ان حلیۃ الاولیاء من تصانیف الحافظ ابی نعیم دون الحافظ ابی القاسم سلیمٰن الطبرانی۔

قولہ ۲۱۴ —— حکما لہ بعد صحتہا [5]

اقول —— لاینافی کون الشیئ حکما کون ذکرہ شرطا والحکم انما یترتب علی الشیئ المستجمع لشروطہ وقولھم عقد کذا انما یکون معناہ اتی بکل ما یشترط فیہ

---

[1] حاشیۃ الطحطاوی ، ج ۳ ، ص ۲۰۹

[2] ایضاً ج ۴ : ص ۲۴

[3] ایضاً : ص ۲۷

[4] وسکت (مخطوطہ)

[5] حاشیۃ الطحطاوی ، ج ۴ ، ص ۷۰

فان کان ذکر العقل والابهث شرطا کان معنی قولہ ابراھیم والاة ان قال لہ والیتک علی ان ترثنی[1] وتعقل عنی کما ان معنی قولہ الرجل الرجل الخ المجھول النسب الغیر الحربی الذی لیس لہ ولاء عتاقۃ ولاموالاۃ مع احد قد عقل عنہ۔

قولہ ۲۱۵ ——— اذا قال والیتک وقال الاٰخر قبلت[2]

اقول ——— ویحتمل ان ھٰذا تعویض عن مجموع العبارۃ المذکورۃ اولا او عن قولہ انت مولای فقط[3] فتبقی بقیۃ العبارۃ مما لھا لاجرم اذ قال ملک العلماء تلمیذ صاحب التحفۃ فی شرحھا البدائع التی قد عرضھا علی المصنف فن وجہ ابنہ او یقول والیتک[4] فیقول قبلت بعد ان ذکر الارث والعقل فی العقد۔

قولہ ۲۱۶ ——— مایدل علی عدم اشتراط[5]

اقول ——— ای مایکون نصافیہ کما قد عرفت۔

قولہ ۲۱۷ ——— رده علی الجواز[6]

---

[1] ان تری ثنی (مخطوطہ)

[2] حاشیۃ الطحطاوی ، ج۴ ، ص ۲۰

[3] فقد (مخطوطہ)

[4] والسکت (")

[5] حاشیۃ الطحطاوی ، ج۴ ، ص ۲۰

[6] ایضا ، ص ۲۰

اقول ـــــ اجبنا عن هٰذا علی هامش رد المحتار۔

۲۱۸
قوله ـــــ فقد سبق ما فیہ ؎۱

اقول ـــــ قد سلف فیہ۔

۲۱۹
قوله ـــــ او الشہری فان ذٰلک ؎۲

اقول ـــــ اجبنا عنہ علی هامش رد المحتار فارجع الیہ۔

۲۲۰
قوله ـــــ قبول الہبۃ والاسلام ؎۳

اقول ـــــ یعنی اذا کان ممیزا والا لا یصح الاسلام کاسلام ذاهب العقل اصلا لانہ اذعان واعتقاد ولا اذعان لہما۔

۲۲۱
قوله ـــــ ان کان مضیعا لمالہ ؎۴

اقول ـــــ من کان مضیعا لمالہ فی الشرفات فاسق لا تقبل شہادتہ بہٰذا یعلم حکم اللاعبین بالنار فی لیلۃ البراءۃ وغیرہ وحکم الذین یستصنعون من القرطاس لعبات یطیرونہا فی الہواء وہٰذان الامران شائعان فی الہند بل وغیرہ ایضاً وحسبنا اللہ۔

۲۲۲
قوله ـــــ فی البزازیۃ ؎۵

؎۱ حاشیۃ الطحطاوی ، ج۳ ، ص ۷۱

؎۲ ایضاً : ص ۷۹

؎۳ ایضاً : ص ۸۰

؎۴ ایضاً : ص

؎۵ ایضاً : ص ۱۰۱

اقول ــــ وفی الھندیة اخذ دراھم من مال الصغیر فصرفھا فی حاجة نفسہ ثم رد مثلھا الی الصغیر لا یبرؤ الا بابراء الصغیر بعد بلوغہ اوکما قال یراجع الیھا من باب الوصی۔

۲۲۳
قولہ ــــ وان ضم النقد یورث الخبث ، قھستانی [۱]

اقول ــــ عندی فیہ کلام ذکرناہ علی ھامش رد المحتار۔

۲۲۴
قولہ ــــ فی تناول المشتری فان الربح [۲]

اقول ــــ فی رد المحتار عن التبیین لا یحل لہ التناول منہ قبل ضمان القیمة وبعدہ [۳] یحل الا فیما زاد علی قدر القیمة وھوالربح فانہ لا یطیب لہ ویتصدق بہ اھ فافاد ان حکم الربح غیر حکم الاصل فی بعض الصور ثم رأیت فی الھندیة عن التبیین انہ صرح بھذا اعنی حل التناول من الاصل بعد الضمان لا من الربح فی صورة النقد ایضا حیث قال بعد ذکر مذھب الکرخی قال مشائخنا لا یطیب بکل حال ان یتناول منہ قبل ان یضمنہ وبعد الضمان لا یطیب الربح بکل حال وھو المختار الخ قلت ویمکن ان یکون کلام الطحطاوی

---

[۱] حاشیة الطحطاوی ، ج ۴ ، ص ۱۰۵

[۲] ایضاً

[۳] و لعبدہ (مخطوطہ)

فیما اذا لم یؤد الضمان فانہ حینئذٍ یکون الاصل و الربح کلاھما خبیثین حیث یحکم بالخبث ای عند الکرخی فیما اذا اشار و نقد و فی القول المختار مطلقا۔

٢٢٥
قولہ ـــــ لو شری بالف [1]

اقول ـــــ قبل اداء الضمان۔

٢٢٦
قولہ ـــــ و یصرفونھا الی حوائجھم [2]

اقول ـــــ لعدم الملک فیعمل فی النقود ایضا نعم یزول بعد اداء الضمان فیباح الاکل و الغرط و کما حققنا علی ھامش رد المحتار۔

٢٢٧
قولہ ـــــ بہ امۃ لا یحل وطؤھا و لو غصب [3]

اقول ـــــ ھذا خلاف الصحیح، ما لم یؤد الضمان۔

٢٢٨
قولہ ـــــ باحدھما امرأۃ [4]

اقول ـــــ ای بدراھم الغصب او الودیعۃ۔

٢٢٩
قولہ ـــــ لا یحرم التناول لعدم تعلق العقد [5]

اقول ـــــ ھذا ھو الموافق للضابطۃ المذکورۃ فی البیع

---

[1] حاشیۃ الطحطاوی، ج ٤، ص ١٠٥

[2] ایضاً

[3] ایضاً

[4] ایضاً

[5] ایضاً

الفاسد ان کان الکلام فیما اذا نوی الضمان فان
بملکہ ولو ملکا خبیثا وقد تقدم ان الخبث ان کان
لفساد الملک لا یحل فیما لا یتعین فیطیب الربح ای
من دون تفصیل بین عقد و نقد اما ما یفیدہ ظاہر
اطلاق من الجواز مطلقا سواء ادی الضمان اولا فمخالف
للضابطۃ قال الخبث اذا کان لعدم الملک عمل فیما
یتعین وفیما لا یتعین فکیف یحل التناول فافہم فان
المقام من تزال الاقدام وقد حققنا الامر فی ہامش رد المحتار
من کتاب الغصب ومن البیع الفاسد فلیراجع واللہ
تعالٰی اعلم۔

قولہ [۲۳۰] ــــــ انہ لا ینقطع [۱]

اقول ــــــ ومشی فی الخلاصۃ علی الانقطاع۔

قولہ [۲۳۱] ــــــ او کانت دینا علیہ اھ مکی [۲] [۳]

اقول ــــــ ذکر المسئلۃ اوضح وابین مما ھھنا فی غصب
الشاۃ عن السراج الوھاج ص۵۵۔

قولہ [۲۳۲] ــــــ ورو ایۃ عن ابی حنیفۃ۔

اقول ــــــ ھذا صریح فی انہ خلاف ظاہر

---

[۱] حاشیۃ الطحطاوی ، ج۴ ، ص ۱۰۶

[۲] ابہمکی (مخطوطہ)

[۳] حاشیۃ الطحطاوی ، ج۴ ، ص ۱۰۶

الرواية[1] عن الامام لكن فى الخلاصة والهندية وغيرهما
انه قول الامام الاعظم والاستحسان قولهما وعليه الفتوى
لكن ذكر فى البزازية ان الامام نجم الدين النسفى
كان ينكر ان يكون هذا قول الامام والعلم عند الله
فان قلت على تقدير ان يكون هذا قول الامام ما الفرق
بينه وبين المبيع فاسدة فان الامام لا يحل الانتفاع[2]
به مع وجود الملك فيها خبيثا قلت لعله يفرق بينهما
بان المغصوب بعد التغير لا يرد بخلاف المبيع فاسدة
فانه واجب الرد بحكم التفاسخ الواجب لحق الشرع فكان
حق الغير متعلقا بعينه بخلاف المغصوب المغير
فافهم والله تعالى اعلم۔

۲۳۳

قوله ــــــ بما ذكر فى الكتب[3]

اقول ــــــ تفييد[4] الاطلاق الهداية[5] ولعل المراد به
المبسوط ويمكن[6] ارادة مختصر القدورى كما هو المعروف
عندهم عند اطلاق الكتاب لان القدورى تلميذ

---

[1] الروايه (مخطوطه)

[2] الانتفاع (")

[3] حاشية الطحطاوى ، ج۴ ، ص ۱۰۶

[4] تقييد (مخطوطه)

[5] و × (")

تلمیذ تلمیذ الکرخی۔

۲۳۴
قولہ ـــــ وذکرہ المصنف فی شرحہ [1]

اقول ـــــ ویؤیدہ تعبیر الخانیۃ ان لصاحب الاکثر ان یملک الاجر القیمۃ [2]

۲۳۵
قولہ ـــــ وانہ احسن [3] ونحن نفتی [4]

اقول ـــــ الذی فی القہستانی وفی العقود عنہ حسن بلا ہمزۃ التفضیل۔

۲۳۶
قولہ ـــــ وعلیک بالمراجعۃ فانی ضعیف [5]

اقول ـــــ ووجہہ [6] الشامی [7] بتوجیہ ثالث فقال ای اذا کان ذلک البیت مشرفا علی العدو فللغزاۃ دخولہ فتقاتلوا العدو منہ او نحو ذلک فتامل اھ اقول ویظہر لی توجیہ رابع وہو ان بعض الکفرۃ اذا تکامنوا فی بیت رجل ذمی [8]

---

[1] حاشیۃ الطحطاوی ، ج۴ ، ص ۱۰۶

[2] ان تملیک الآخر نظمتینہ (مخطوطہ)

[3] احسن (")

[4] حاشیۃ الطحطاوی ، ج۴ ، ص ۱۰۸

[5] ایضاً : ص ۱۰۹

[6] وطبہ (مخطوطہ)

[7] الشامی (")

[8] وفی (")

او مسلم والغزاۃ یرون قتلہ وصاحب البیت لایأذن لہم فی الدخول جاز لہم الہجوم ولو فیہ الحریم فان صاحب البیت ہو الذی اسقط الحرمۃ بنہیہ ایاہم وخامس وہو ما اذا اراد الغزاۃ الالتجاء الی بیتہ لحاجۃ او مصلحۃ ثم اقول ویمکن ان یکون کل ذلک مرادا فان الضابطۃ[1] ان مواضع الضرورۃ مستثناۃ کما فی الغمز عن التجنیس واللہ تعالیٰ اعلم۔

قولہ ۲۳۷ —— لان اخذ الاجرۃ اجازۃ[2]

اقول —— عجیب فان الاجازۃ لا تلحق بالمعدوم وشرط صحۃ الاجازۃ قیام المعقود علیہ وہو المنافع ہٰہنا وقد عدمت نعم یجری ہٰذا التعلیل فیما اذا استعجل الاجرۃ قبل انتفاع المستاجر بالمستاجر فردہ الی مالکہ۔

قولہ ۲۳۸ —— لا یجوز دخول بیت انسان[3]

اقول —— ہٰذہ المسائل من الاشباہ ولم یتکلم الحموی علی قولہ الا فی الغز ولشیئ۔

قولہ ۲۳۹ —— انہ افضل العلماء فی زمانہ[4]

---

[1] الضابط (مخطوط)

[2] حاشیۃ الطحطاوی ، ج۴ ، ص ۱۰۹

[3] ایضاً

[4] ایضاً : ص ۱۲۹

اقول ـــــ الذی فی المنقول عنہ ص ۳۴۳ وقد ایدہ ما صح عندنا ان افضل العلماء فی زمانہ واکمل العرفاء فی اوانہ زین الملۃ والدین ابو بکر البانباوی قد رأی فی المنام انہ شافعی المذہب الخ

قولہ [۲۴۲] ـــــ ولا عبرۃ بغیر الفقہاء و المنقول لہ

اقول ـــــ اذا وقع کلامہم مخالفا للفقہاء ۔

قولہ [۲۴۲] ـــــ ان یقال کجزء منہا فیحل و یحرر [۲]

اقول ـــــ لا احتمال لہٰذا بعد ما نصوا ان المضغۃ نجسۃ وکذا الولد اذا لم یستہل و معلوم ان کل نجس حرام ۔

قولہ [۲۴۲] ـــــ والذکر والانثیان والمثانۃ [۳]

اقول ـــــ بقی الفرج والمرارۃ فانہما ایضا مکروہان کما سیأتی آخر الکتاب فی مسائل شتی ۔

قولہ [۲۴۳] ـــــ وکذا الدم الذی یخرج من اللحم [۴]

اقول ـــــ لکن فی رد المحتار قولہ والدم المسفوح اما الباقی فی العروق بعد الذبح فانہ لا یکرہ وسیذکرہ الطحطاوی [۵]

---

[۱] حاشیۃ الطحطاوی ، ج ۴ ، ص ۱۵۳

[۲] ایضاً : ص ۱۵۵

[۳] ایضاً : ص ۱۵۷

[۴] ایضاً : ص ۳۶۰

[۵] ط (مخطوطہ)

بمثلہ فی مسائل شتّٰی۔

۲۴۴
قولہ ــــ ھل الکراھۃ تحریمیۃ [1]

اقول ــــ فی الذکر وما بعدہ۔

۲۴۵
قولہ ــــ عن العینی الجریث بکسر الجیم [2]

اقول ــــ صوابہ الوانی فان عبارۃ ابی السعود الجریث سمکۃ متوطیٔ قالہ العینی وقال الوانی الجریث بکسر الجیم۔

۲۴۶
قولہ ــــ قد علمت ان الکراھۃ [3]

اقول ــــ الکراھۃ المقیدۃ بالحل غیر مطلقۃ کما لایخفٰی وانظر ما کتبنا علٰی ھامش ردالمحتار۔

۲۴۷
قولہ ــــ ان تصنع التعویذ لیحبہا زوجہا [4]

اقول ــــ لفظ محمد فی الجامع الصغیر التولہ بکسر التاء وفتح الواو وھو قسم من السحر لیعمل لاجل الحب فلا شک من حرمتہ واما ما کان باسم اللہ تعالٰی او اٰیۃ من الاٰیٰت مظہرا او مضمرا علٰی ما یعملہ الفاعلون فہذا لایظہر بہ بأس والاسماء لہا اثر والحب عند اللہ محبوب واللہ تعالٰی نعم اذا ارادت المرأۃ تسخیر زوجہا بحیث تکون حاکمۃ

---

[1] حاشیۃ الطحطاوی ، ج۴ ، ص ۱۵۷

[2] ایضاً

[3] ایضاً : ص ۱۷۲

[4] ایضاً : ص ۱۸۳

[5] ردت (مخطوطہ)

علیہ وھو مطیعا لھا فھٰذا وکل مایفعل لھٰذا حرام لاشک لسافیہ قلب الموضوع المشروع نال عنہ رجل الرجال قوامون علی النساء بما فضل اللہ بعضھم علی بعض وھٰذا محمل اٰخر للتحریم۔

۲۴۸
قولہ ـــــ ولعل ھٰذہ العادۃ [1]

اقول ـــــ ای التخصیص[2] بالفجر والعصر۔

۲۴۹
قولہ ـــــ کانت فی زمنہ [3]

اقول ـــــ والاٰن فجمیع الصلوات کذٰلک، ھٰذہ تتمۃ کلام ابی الحسن۔

۲۵۰
قولہ ـــــ ان العین اللتی یغلب علی الظن [4]

اقول ـــــ لفظ الھندیۃ وھٰھنا نقل الطحطاوی[5] کل عین قائم یغلب علی ظنہ انھم اخذوہ من الغیر بالظلم وباعوہ فی السوق فانہ لاینبغی ان یشتری ذٰلک وان تداولہ الایدی اھ قلت فھٰذا اوضح وابین للمقصود یعنی انما لایجوز شراء تلک العین المغصوبۃ[6] التی یغلب علی الظن

---

[1] حاشیۃ الطحطاوی ، ج ۴ ، ص ۱۹۰

[2] الخصیص (مخطوطہ)

[3] حاشیۃ الطحطاوی ، ج ۴ ، ص ۱۹۰

[4] ایضاً : ص ۱۹۲

[5] ط (مخطوطہ)

[6] المغصوصہ (")

انما هی المغصوبۃ۔

۲۵۱
قولہ ـــــ وان تداولتہ الایدی [1]۔

اقول ـــــ لان الحرام یتعدی الذمۃ علی المذهب المختار یستوی الحکم فی العروض والنقود ایضا لان الخبث لعدم الملک فیعمل فیما یتعین وفیما لا یتعین واما علی مذهب الکرخی فیجوز شراء ابدال النقود المغصوبۃ اذا لم یعقد علیہ وینعقد هنا اما نفس تلک الاموال المغصوبۃ فلا یجوز شراؤها ولا اخذها فی الدین ولا امانۃ ولا بجهۃ مالم یبرأ او یؤدی الضمان بالاجماع لان الخبث لا یزول عن نفس المغصوب الا بذلک۔

۲۵۲
قولہ ـــــ ان یشتری منہ [2]

اقول ـــــ قلت فان استبدل الغاصب بهذا شیئا آخر لم یجز شراء البدل ایضا اذا کان المغصوب عما یتعین لانہ انما ملکہ ملکا خبیثا لا یحل لہ الانتفاع بہ قبل البراءۃ علی المذهب المفتی بہ والخبث اذا کان لفساد الملک عمل فیما یتعین الا علی روایۃ ضعیفۃ وهی حل الانتفاع بمجرد التغیر والخلط وان کان مما لا یتعین جاز شراء البدل لان الخبث لفساد الملک ولا یعمل فیما لا یتعین

---

[1] حاشیۃ الطحطاوی ، ج۴ ، ص ۱۹۲

[2] ایضاً

الا علی قول من قال ان الخلط والتغیر لا یفید ان الملك[1] اصلا ما لم یرد او یضمن قال الامام مفتی الثقلین علی هذا اجمع المحققون من اصحابنا فان حینئذ یکون خبث الملك لعدم التعیین فیعمل فیہ فلا تحل الا بدال ایضا[2] الا بالابراء[3] او التضمین فاحفظ[4] واللہ تعالیٰ اعلم۔

۲۵۳
قولہ ــــــ لعن الحاضر[5]

اقول ــــــ قلت ای العاصر بقصد المعصیۃ وھو المراد فی کلام الشارح رحمہ اللہ تعالیٰ فصح التعلیل فانہ بھذا یقصد معصیۃ بنفسہ وزال منافاتہ لما سبق فافھم۔

۲۵۴
قولہ ــــــ من غیر اشتراط جائز[6]

اقول ــــــ قلت ومعلوم ان المعھود کالمشروط ولعلہ سبق للمحشی فی الاجارۃ۔

۲۵۵
قولہ ــــــ ذلك بل الظاھر ان المذھب الحرمۃ اھ[7]

---

[1] لا یفید (مخطوطہ)

[2] الابدال ایضا مکرر (")

[3] بالابراء (")

[4] فاحفظ قبل او التضمین (")

[5] حاشیۃ الطحطاوی ، ج ۴ ، ص ۱۹۶

[6] ایضاً : ص ۲۱۱

[7] ایضاً : ص ۲۳۳

اقول —— ولکن الاحادیث تقضی بالجواز والاستحباب وانظر ما قدم الشارح رحمہ اللہ فی الحج۔

۲۵۶
قولہ —— لیس لفظ قیل فی نقل المصنف [1]

اقول —— لکن قال الشامی قولہ وقیل اذا لیس الخ کذا عبر فی المنح الخ

۲۵۷
قولہ —— وھو الصحیح وعن ابی یوسف [2]

اقول —— لکن فی الخانیۃ عن العمادیۃ عن الصغری یفتی بنفاذ بیع المرھون ولیس لاحد من الراھن والمرتھن فسخہ کما مر فی الطحطاوی من الاجارۃ ص۵۷ واللہ تعالیٰ اعلم۔

۲۵۸
قولہ —— من قال بالکراھۃ [3]

اقول —— قلت وبہ افتی الخیر الرملی فی الرھن ص۱۲۳۔

۲۵۹
قولہ —— فی حاشیۃ الاشباہ وعلیہ الفتوی [4]

اقول —— قلت ویجب تقییدہ بما اذا لم یکن مشروطا فی العقد ولا معھود کالمشروط راجع رد المحتار من البیوع باب القرض [5] ومن اول الرھن وھذا الکتاب

---

[1] حاشیۃ الطحطاوی ، ج۴ ، ص۲۴۴

[2] ایضاً : ص۲۴۹

[3] ایضاً : ص۲۵۴

[4] ایضاً

[5] رد المحتار ، ج۴ ، ص۱۷۴

من ص۲۳۶۔

۲۶۰
قولہ ــــ علیہ الصلوٰۃ والسلام [۱]

اقول ــــ ذکرہ فی تبیین[۲] الحقائق۔

۲۶۱
قولہ ــــ فان ذٰلک لایجوز[۳] کذا ھٰھنا [۴]

اقول ــــ ولا یجبر علی التسلیم کمن وھب مال غیرہ فاجاز لم یصح الا ان یملک برضاہ کما فی العالمگیریۃ اخر الباب الاول من کتاب الوصایا۔

۲۶۲
قولہ ــــ وما ذکرہ من التعلیل [۵]

اقول ــــ والذی یظھر للعبد الضعیف غفرلہ اللہ تعالٰی ان السلطان ان ولی قضاء ناحیۃ لرجل واخری لاٰخر فنصب کل وصیا تفرد کل من صاحبہ لان کلا من القاضیین لہ الانفراد بالتصرف فکذا نائبیھما لما ذکر وان ولی علی بلد واحد قاضیین جملۃ فلیس لاحدھما الانفراد بالقضاء کما فی وکالۃ الاشباہ فکذا الوصیین واللہ تعالٰی اعلم۔

۲۶۳
قولہ ــــ ھٰذا لو اقرض لایکون خیانۃ [۶]

---

[۱] حاشیۃ الطحطاوی ، ج۴ ، ص ۲۸۰

[۲] تبیین الحقائق (مخطوطہ)

[۳] یجوز (")

[۴] حاشیۃ الطحطاوی ، ج۴ ، ص ۲۲۳

[۵] ایضاً : ص ۳۳۹

[۶] ایضاً : ص ۳۴۲

اقول —— و لکن ضامنا کما فی الشامیۃ عن الخانیۃ۔

۲۶۴
قولہ —— و فی الثانی خلاف انتہی[1]

اقول —— وقد وفق بان القاضی ان فوض الیہ تفویضا عاما کان وصیہ وصیا و الالا وسیأتی شرحاً منہ۔

۲۶۵
قولہ —— لیس لہ ذلک لان اشتغال[2]

اقول —— و ینبغی الافتاء قیاسا علی متولی الاوقاف اذا کان منصوب القاضی لیس للقاضی عزلہ[3] بلا حجۃ کمنصوب الواقف علی المفتی بہ لفساد قضاۃ الزمان واللہ تعالیٰ اعلم۔

۲۶۶
قولہ —— تصرفات الورثۃ[4]

اقول —— ای لا برضی الغرماء کما فی الخانیۃ والحموی۔

۲۶۷
قولہ —— لیس بشیئ لان[5] خبر المثبت[6]

اقول —— لیس بشیئ فان الشان اولا فی الثبوت روایۃ ثم فی الثبوت درایۃ اذ لوصح عنہ رحمہ اللہ تعالیٰ ان امرأۃ ماتت ولم تترک الا زوجہا

---

[1] حاشیۃ الطحطاوی ، ج۴ ، ص ۳۴۷

[2] ایضاً

[3] لیس للقاضی، مکرر (مخطوطہ)

[4] حاشیۃ الطحطاوی ، ج۴ ، ص ۳۶۷۔

[5] ان (مخطوطہ)

[6] حاشیۃ الطحطاوی ، ج۴ ، ص ۳۹۴

فاعطاہ[1] المیراث[2] کلہ لم یدل علی القول بالرد لان
وقائع[3] العین تحتمل کل احتمال فجاز ان یکون ذلک
الزوج ابن عمها فاعطاہ الباقی بالعصوبۃ[4] الیہ جزم
فی الاختیار۔

(تمت الحاشیۃ)

---

[1] فاء طاہ (مخطوطہ)

[2] المیراثا (")

[3] متائع (")

[4] مالصوبہ (")

کتبہ : شاہ محمد چشتی عفی عنہ
محلہ محمود پورہ قصور ۲۵ ۷/۸۱